

زبانِ آرزو میں ہم قافیہ و ہم آواز (یا حافظ) ہوا ہے ترجمہ دیوان حافظ از

ترجمانِ لغیب

یعنی

لسانِ لغیبِ خواجہ حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ

کے

ہر دلعزیز دیوان کی چھ سو غزلوں کا منظوم اردو ترجمہ

اصل فارسی کے بحر و قافیہ و ہم آہنگ و لیف میں

”معجزہ گزیت کرامات ہست“

مترجمہ

مولوی محمد احتشام الدین حسنا (حقی) دہلوی ایم اے (علیگ)

باہتمام خاکسار شمس الدین خاں اکبر آبادی مالک

شمس المطابع مشین پریس نظام شاہی روڈ حیدر آباد دکن

(حقوق طبع و حق مترجم محفوظ)

قیمت ۴۸

(تعداد ۲۲۵۰)

طبع اول

۵ ایشوال ۱۳۵۴ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیان ترجمہ

انجمن محمد کہ ایشیا کے مشہور و مقبول دہر و لہریز اور دنیا بھر کے مسلمہ شاعر یعنی حضرت حافظ شیراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تہنیتاً سچھ سو دس گھپ غزلوں کا یہ منظوم ترجمہ پورا اور طبع ہو کر اہل نظر کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ اس کو ترجمہ کرنے کے لئے کسی منذرت کی ضرورت نہیں دنیا کی اکثر معتبر زبانوں میں یہ کلام بار بار ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ نظم میں بھی۔ یورپ کے مشہور شاعر گوئے نے تو اس کی طرز پر ایک دیوان غزل ہی لکھ ڈالا ہے اور اس کو دیوان ہی کے نام سے موسوم بھی کیا ہے۔ اردو کیوں اس سے محروم رہتی؟

اس ترجمے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اصل کے بحر و قافیے کی ہر غزل میں پابندی کی گئی ہے یعنی ترجمہ اُسی بحر و قافیہ میں ہے جو اصل فارسی غزلوں کا ہے۔ روایت بھی ماثل رکھی گئی ہے۔ اصل کے وہ الفاظ جو اردو میں مشترک و مانوس ہیں اکثر برقرار رکھے گئے ہیں۔ فی الجملہ گانے بجانے اور ساز و آواز میں ترجمہ کی غزلوں کا وہی لہجہ اور اثر ہے جو اصل فارسی غزلوں کا جس کی بدولت یہ ترجمہ اصل سے بہت قریب مشابہ اور ماثل اور اس صفت میں دنیا بھر کے ترجموں میں لا جواب اور لامرکب ہے۔ ہم نے اس میں فال بھی کھول کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ اصل کلام معجز نظام کی اس صفت بھی یہ ترجمہ محروم نہیں رہا۔ تم انجمن محمد! اس بیان و اقمہ کو مترجم کی خود ستائی پر محمول نہ کیا جائے گا کہ ایسے نفیس دعائی کلام کے لطائف لفظی و معنوی کو اصل کے بحر و قافیے کی پابندی اور روایت کی ہم آہنگی کی شرط کے ساتھ اردو میں منتقل کر دینا

ایک نہایت دشوار کام تھا اور بعض صورتوں میں ناممکن بھی تاہم وہ جس حد تک پورا ہو سکا اُس کے لئے مترجم اپنی دانت سوزی اور جگر کاوی سے زیادہ حضرت صاحب دیوان علیہ الرحمہ کی امداد کا رہین منت ہو ترجمے میں جہاں کوئی مشکل آن کر اڑی حضرت کی روحانیت کی طرف توجہ کرنے سے حل ہو گئی اُس کی عین ایک یہ مثال نمونے کے لئے لکھ دینی کافی ہوگی کہ ہے

سحر بادی گنتم حدیث آرزو مندی

اس فعل کے سب قافیے اُردو میں شتر تک ہیں برائے اس شعر کے قافیے کے ہے
ہمائے چو تو عاقل قدر میل استخوان تاکے درینِ ایں سایہ دولت کہ بنا اہل انگلی
دولت و قافیے کا آخری لفظ انگلی غیر اُردو ہے اور کسی طرح ترجمے میں نہیں چھپایا جاسکتا تھا ترجمہ
کا آخر تک کہ حضرت صاحب دیوان کی طرف توجہ کرنا تھا کہ فی الفور اس طرح ترجمہ ہو گیا اور ہی لفظ
اُردو میں صورتاً قائم رہا ہے

ہو ضائع سایہ دولت ترا نا اہل پد حریف ہمایہ تجھ سا عالی قدر اور یہ ٹہریاں گندی؟

چھ سو غزلیوں کے تخمیناً پانچ ہزار شمار کے ترجمے میں ایسی ایسی دشواریوں کے متواتر پیش آنے اور سہل
ہو جانے سے مترجم کو اب یقین ہے کہ یہ ترجمہ اُس نے نہیں کیا بلکہ وہ اس کے کرنے پر مامور تھا۔

شاید اس ترجمہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہو کہ ہندوستان میں فارسی داں پہلے ہندو بھی بہت تھے
اب مسلمان بھی ڈھونڈے نہیں پاتے حضرت کا کلام لفظاً نہیں تو معنا ہی اس سرزمین پر قائم اور یہاں
کی نسلیں اُس سے بدستور نفع اور متع رہیں مجالسِ سماج میں جو وجد و حال آپ کے اشعار پر بلا سمجھ
بوئے ہو کر تے ہیں وہ آئینے سمجھ بوجھ کر جو اُکریں۔ کلام حافظ کو بگ خود سمجھ کر اپنی رائے قائم کریں
تعلیمی رائے نہ رکھیں وغیرہ مترجم باقاعدہ شاعر تھا نہ شاعر کی کوئی دم یعنی کوئی تکلف مشہور نہ رکھتا
تھا تاہم یہ کام اُس سے لے لیا۔ قرۃ نال بنام من دیوانہ زندہ!

یا شاید اس کلام کو اردو کے آئینے میں دکھانے سے یہ مدعا ہو کہ ایشیائی شاعری خصوصاً تغزل کا اصلی اور حقیقی نمونہ مدعیان فن کے پیش نظر رہے۔ اردو میں فی زمانہ استبداد غالب اور ان کے پیڑ کار بہانے کے ساتھ پڑجے جا رہے ہیں حالانکہ ان کی شاعری صاف طور پر ایک رخی ہے یعنی صرف آہ کا پہلو رکھتی ہے یہی حال بلکہ اس سے زیادہ قبلہ و کعبہ شعرا میر صاحب کا ہے ان کے اشعار میں آنسوؤں کی لڑیاں ہیں۔

خواجہ حافظ کی غزلیں واہ کا نمونہ بھی پیش کرتی ہیں بہت بند حافی ہیں یا یوسی سے منع کرتی ہیں اور خوشدلی کا بھی جو مساوی حق شاعری پر ہے اس کو کما حقہ ادا کرتی ہیں بطبیعتوں کو مردہ اور افسردہ ہو کر بچھ جانے اور نشاط میں آکر اعتدال سے گزر جانے سے یکساں روکتی اور مانع ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر بخاری کے دیباچہ دیوان غالب میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ دنیا کا وہ کون سا مضمون اور نصرت کا وہ کون سا پہلو ہے جو ڈیڑھ جزو کے انتخاب دیوان غالب میں نہیں آگیا؟

بلا ضرورت جواب اس ترجمے کے ذریعہ خود روشن ہو جائے گا کہ حافظ کے کلام میں کتنا کچھ خواہر کیے سخن و سخن طرافت و لطافت کے ساتھ ہے کہ غالب کے ڈیڑھ جزوی دیوان بلکہ کلیات میں بھی اس کا پتہ نہیں بخروں کی روانی، ردیف قافیہ کی دلادیزی و موسیقی، الفاظ کی دلکشی، استعارات کی دلچسپی، تشبیہات کی نگینی، مضامین کی جدت و طرافت کے علاوہ ہماروں کی نقشہ کشی، جن کے سراپا، عشق و محبت کے معاملات، زندگی کے کاروبار، شریعت و طریقت کے مباحث و نکات، نصیحت و رہنمائی کے اشارات، فطری جذبات، انسانی کیفیات، حمد و نعت وغیرہ کے بھنے بے شمار پہلو خواجہ حافظ کے کلام میں روشن اور ترجمہ کلام میں بھی جھلکتے نظر آئیں گے کسی کلام میں ان کا عشر عشر بھی نہ پایا جائے گا۔

مرزا غالب نے اپنا فارسی دیوان اہل زبان فارس کے سامنے عالم تصویر میں پیش کرتے ہوئے

یہ شعر بڑھا ہے گویا ان کو چیلنج (ٹوکنا) دیا ہے کہ

بیادیرید گرایں جا بود زبان دلنے غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد

اس کے جواب میں حافظ شیراز کا یہ اردو ترجمہ بھی اکثر زبان حال کا رتاسانی دے گا کہ

بیادیرید گجارت غالب ہندی پہ پیش حافظ شیراز گفتنی دارد؟

اس کے لئے ترجمے کو اول سے آخر تک سلاخ کرنا لازم ہے۔ کہیں کہیں سے اٹھا کر دیکھ لینا کافی نہیں کیونکہ مترجم کو ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ یہ ترجمہ بقول مرزا صاحب ص

”یہ شعر حافظ شیراز انتخاب ندارد“

یعنی اس ترجمے میں اصل کلام کی طرح سب رطب ہی رطب ہے یا بس مطلق نہیں البتہ یہ دعویٰ ضرور ہے کہ مترجمہ اشعار کی پانچ سو تعداد میں سے غالب کے مختصر دیوان کی پندرہ سو تعداد سے زیادہ ایسے پرفیکٹ و مضمون اشعار انتخاب کئے جاسکتے ہیں جو اپنے لطف و لطافت میں اپنی نظیر ہوں اور دماغ کے لئے تفریح کے علاوہ غدا کے روحانی میا کریں جس کی ضرورت سے طبیعت بشری کبھی سیر نہیں ہو سکتی اور اردو کے سرمایہ نام مختصر دیوان غالب کو جلد ہی سے ختم کر کے تشنہ ہی رہ جاتی ہے۔

ترجمہ کہیں فطی ہے کہیں حائے کا اور کہیں باندک ترک و تصرف جو ترجموں میں جائز سمجھا گیا ہے یعنی غیر زبان کے ادب کو اپنانے کے لئے ناگزیر ہے بغیر اس کے ترجمہ کی زبان کا دوسری زبان میں انوں نہیں بن سکتا۔ بہر حال ماخذ ہر ترجمہ شعر کا حافظ صاحب ہی کا شعر فارسی ہے اور مترجم نے بقدر اپنی فہم و قابلیت کے اس کو سمجھ کر ترجمہ کیا ہے۔ اس کے سمجھنے میں غلطی کا امکان معافی کی غیر معمولی بلاغت نزاکت خصوصاً تصوف و معرفت کے رموز و کلمات کی بہتات اور دیوان کے نسخوں کے اختلافات کی وجہ سے اور بھی زیادہ ہے شاعرین کی سرزمین بھی یہاں کچھ مددگار نہیں ہوتیں بلکہ اکثر مشکل ہی کے موقع پر خاموش پاتی ہیں۔

ترجمے کے لئے تیسرا درد کی غریبوں کی شستہ زبان اور شیریں لہجہ اختیار کیا گیا ہے ایک بزرگ شاعر کے درویشانہ کلام کے لئے یہی زبان ولہجہ موزوں خیال کیا گیا۔ فارسی کی چند وہ ترکیبیں بھی ترجمے میں جائز رکھی گئی ہیں جو میر و مہر کے کلام کے ذریعہ مانوس اور اب غالب کی پیروی کی دھت میں از سر نو زندگی پا گئی ہیں۔ نیز بعض قیود کی جو نظم اور پرخواہ خواہ رسمیا جبت طرازوں نے مجدد کلمانے کے لئے عائد کر رکھی ہیں، پروا نہیں کی گئی ہے۔ میر لکھنوی نے تو ان مجددوں کو اپنے آخری دیوان کے فارسی دیباچے میں بڑا بھلا تک کھدیا ہے۔ عروض کے جوازوں سے بھی جہاں ضرورت ہوئی استغناء کیا گیا ہے دو ایک جگہ مترجم کا خاص اجتہاد بھی قابلِ ستائش ہے۔ مگر یہ سب خال خال ہے اور سب کا مجموعہ کل ترجمے میں آٹے میں نمک کی قدر سے بھی کم ہے مثلاً متروک الفاظ میں سے کچھ اور جو صرف ایک دو جگہ، نت دو جگہ اور آئے ہے اور جائے ہے کے نمونوں کے الفاظ دو تین جگہ سے زیادہ نہیں ظہور ان کمزوریوں کے تھانے کی ضرورت بھی نہ تھی لیکن دُنیا کا مزاج عیب جو واقع ہوا ہے عیب چینیوں کی نظر عیوب و نقائص ہی کو کھود کھود کر نمایاں کرنے میں مصروف رہتی ہے۔

عیب ہی نہ ابد بہیں کو نظر آئے خدا کو رہوں سے یہ آئینہ اور اک پڑے!

دُنیا بھر خواجہ حافظ کو مانتی اور اُن کے کلام کی داد دیتی چلی آئی ہے شعراے متمدن کا فرعون عرانی شیرازی بھی کانٹیک دیتا ہے اور کہتا ہے۔

برگر و مرقد حافظ کہ کعبہ سخن است در آیدیم بعزم طواف و در پرداز

یورپ کے ادیب بھی جو اس کلام کو سمجھ لیتے ہیں ناشن و شیدا ہو جاتے ہیں گوئے حبیبِ عظیمِ انسان شاعرِ عالم کی مفتی کا ذکر اور پر آچکا ہے۔ مٹر اسٹوری جو آجکل کیمبرج میں اعلیٰ پروفیسری پر ہیں پہلے نلیگواہ کالج میں تھے اپنے ایک دوست رسی مٹر اسمتھ نامی اکا جو کیمبرج یونیورسٹی میں فیلو تھے تذکرہ کرتے تھے کہ اُن کے وہ دوست سات سال سے کلام حافظ کے مطالعہ میں مصروف ہیں اور اُن کا

بیان ہے کہ حافظ نیکسپیر سے زیادہ لطافتیں اور خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

اس بیان کی تردید کا حق اُن کو نہیں جنہوں نے اتنی مدت دراز کلام حافظ کے مطالعہ میں نہیں بسر کی اور نیکسپیر اُن کی مادری زبان میں ہے۔ لیکن بقول حافظ

من از بیگانگان ہرگز نہ نامم کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ حافظ کے کلام کی نسبت مولانا حالی اور اقبال نے قدسِ یادہ گوئی سے کام لیا ہے اُن کی کوتاہ بینی پر افسوس ہے۔ اس کا مفصل جواب اس مختصر دیباچے میں نہیں دیا جاسکتا حافظ کی لائف میں دیا گیا ہے جو اس ترجمہ دیوان کا ضمیمہ ہے مگر ضخامت کے خوف سے علیحدہ جلد میں شائع ہو سکے گا۔ ہر دست تو دیوان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے ناظرین اس کو دیکھ کر اپنی رائے خود قیام کریں اور اس تنبیہ کو نہ بھولیں

دو تال عیب نظر بازی حافظ کمیند کہ من اور از مجبان خدای بیسم

اس ترجمے سے اصل کلام فارسی کو سبقتاً بقا مطالعہ کرنے والے بھی کافی استفادہ کر سکتے ہیں۔

مترجم اُن اصحاب کا بہرہ دل شکر گزار ہے جنہوں نے اس ترجمہ دیوان کی کتابت طباعت اشاعت وغیرہ میں مدد کی اور مدد کریں گے نیز مالکِ شمس المطابع مولوی محمد شمس الدین خاں صاحب درکاتب مطبع نقشبندی صاحب اکبر آبادی کامنوں نے انہوں نے غلطیوں اور تبدیلیوں کے بار بار درست کر دینے میں کمر بستہ رہے کبھی پہلوتی نہیں کی۔ پھر بھی مترجم کی پروت دیکھنے میں نظر جو ک جانے سے چند غلطیاں رہ گئیں ہیں جن کی فہرست جدا گانہ ہے۔ دوسری طبع میں ان غلطیوں کو متن میں درست کر دیا جائے گا اور جو اشعار یا مصرعے ڈھیلے رو گئے ہیں ان کو اور کس دیا جائے گا۔ ناظرین بھی جو اپنی اصلاحوں اور ترجمے کی غلطیوں سے مطلع فرمانے میں مدد کریں گے اُس کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔ کسی عمدہ مشورہ کو ترجمے میں داخل کرنے سے دریغ نہیں ہوگا۔ مطبع نظر حضرت حافظ کے کلام کو اردو میں

ڈھال لینا اور اپنی زبان کو دیوانہ کی شان کے صدمہ ترانوں اور ان کے لطائف و نظائر سے مالا مال کر لینا ہے۔ یورپ کے ملکوں میں کسی عہد و کلام یا کتاب کو شائع ہوئے عرصہ گزرنے نہیں پاتا کہ دوسرے ممالک میں اس کو ترجمہ کر کے اپنا لیا جاتا ہے۔ مترجم بھی امیدوار ہے کہ یہ ترجمہ اردو میں ایک اضافہ ثابت ہو مقبولیت پائے لوگ اس سے فالیں دیکھا کریں اس کے ترانے مفلوں کو گرمایا کریں اس کے اشعار اور مصرع زبانوں پر جاری اور ضرب المثل ہو کر تحریر و تقریر میں تراوش کیا کریں اس کی طرحوں پر مشاعروں میں غزلیں کہی جائیں شعر اس سے شاعری کے سبق میں نئے نئے انداز سخن سیکھیں۔ کما قال الشاعر

قال ہیں ہم اے داغ ہی اندازِ سخن کے ہر شعر میں ہو حافظ شیراز کا انداز
 عشق و محبت پاک نشی اور زندہ دلی اس انداز کی جان ہیں اور نمونہ یہ پُر جوش و ولولہ اشعار و غزلیات
 جو اس ترجمہ کے ذریعہ بریہ ناظرین ہوتے ہیں۔

المترج
 محمد احتشام الدین رحمتی دہلوی ایم۔ اے۔ علیگ
 رتبہ (حویلی مفتی محمد اکرام الدین خاں مرحوم، دہلی)

مورخہ ۱۲۵ھ
 حیدر آباد دکن

حافظ
 سہر تسلیم برا اور دہ میخانہ، اگر کوئی ناظم نہ سمجھے تو دوسرا در کوئی خشت

غلط نامہ

شعر	پر ذیل کے مصرعوں کو اس طرح پڑھئے	صفحہ	شعر	صرح	غلط	صحیح
۱۲	سنبھال لئے ترک شیرازی پھرے دیل نہ یوں مارا	۲۳	۱۳	۱	ناله	ناله
۸	شغل جا رہی میٹھا نہ کروں فرگاں کا	۲۹	۱۶	۱	غبت	رغبت
۱۲	اس شہر میں تو مجھ سا ہزاروں غریب ہے	۳۱	۹	۱	راز	راز
۱۲	پانی سنبھل سے نیم سحری باہم جفت	۴۱	۳	۱	پر	پر
۹	کچھ اب تو دست خیب سے میری دوا کریں	۶۰	۱۵	۲	صبح گاہ	صبح گاہ
۱۲	سا لک رہا طلب ہو کے ٹاڈا دے خود کو	۶۲	۱۱	۲	رعنا	رعنا
۶	درتخ قافلہ عشق بالا بالا گیا	۷۷	۱۰	۲	ضیا	ضیا
۱۴	ہم میں تم میں دوستی کا نند اور مینا قتی تھی	۸۲	۴	۱	نشان	نشان
۱۶	ابروے جاں ہو گرا و جھل تو ویدہ راز راز	۸۲	۱۳	۲	سر	سر
۲	سان لیں طینت آدم پئے پیانہ چند	۹۱	۴	۱	د	د
۲	رقص عوروں نے رکے جھوم کے مستانہ اند	۹۱	۴	۲	چمن	چمن
۸	شب خواجہ ش میں باتھیں دیکھا پیالہ ہے	۹۶	۹	۱	خرداد	خرداد
۱۱	رہا وہ عیش نہ رہ جائیں گے یہ نعم باقی	۹۸	۸	۱	دروکے	دروکے
۱۱	ہو عیش راں تو حریف شبانہ یاد رہیں	۱۱۲	۱۳	۱	بزم	بزم
۷	ہزار موتی بھی گنوا دیں گاہ دم شمری	۱۵۲	۹	۲	انا	انا
۱	آب دہوائے پارس میں یہ سفلہ پروری	۱۸۷	۱۵	۲	سر	سر
۸	خرقہ صوفی کا چلو لے کے خیابات چلیں	۱۹۷	۴	۱	گل	گل
۳	یاد ہے دل کب سے ہم تجھ کو نصیحت کرتے ہیں	۲۰۰	۱۲	۱	حافظ	حافظ
۷	خاک کس در کی ہے جڑ حضرت دلدار لگی	۲۱۶	۱۵	۱	توبہ	توبہ
۱۱	آج اُس کو مست دیکھا پھینکے ہوئے ببادہ	۲۳۳	۴	۲	ناموسی	ناموسی
۱۵	بہشت حق ہے ہمارا تو حق شناس ہے جا	۲۵۷	۸	۱	جرص	جرص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الایا ایہا الساتی ادر کا سونا ولما

سُن اے ساتی چلا سا غم سے آہا سہل تھا دل کا
 جو فوٹے، ناز طے سے صبا پہ کھلے کو کھول آئے
 مصلے رنگ لے لے سے اگر یہ میناں کہہ دے
 یہ کالی رات، طوفاں سر پہ، منہ پچائے بھنوا گئے
 ہوئیں خود راتیاں کاموں میں آخر و جبر سوائی
 ہمیں کیا منہ دل جاناں میں لطف امن و آسائش
 حضور ہی چاہے اگر حافظ تو رکھ پیش نظر اس کو
 مگر اب عشق میں ہے سامنا مشکل پہ مشکل کا
 بھرے بل زلف مشکیں چچ کیا کیا کھائے غول کا
 سمجھ رہے ہر کوئی واقف نہ رسم و راہ منہ دل کا
 دل اس پتہ کو جانے کیا سبکبارانِ سال کا
 رہا کب راز بن کر مشوروں میں نقلِ محل کا
 جگہ دے ہر گھڑی گھڑیاں باندھو بند محل کا
 اُسے دیکھے تو دنیا چھوڑ دے یہ پھینک دے چھلکا

اے فروغ ماہِ حُن از دے زرخاں شما

حُن کا خود چاند ہوئے دزخاں آپ کا آبر و بخش حیناں ہے زرخاں آپ کا

سرت دیدار میں اب جاں لبوں پر آگئی
 کونسا دن ہو گا وہ بھی جب گئے دونوں ملیں
 نرگس بے باک نے کی عافیت سب کی خراب
 بخت خواب کو وہ اپنا شاید اب بیدار ہو
 گلشنِ رخسار سے پیچھے کوئی اڑ کر ورق
 دل چلا ہاتھوں سے ہاں دلدار کو دینا نہ
 آپ کی عمر میں دراز اے ساقیانِ بزمِ جم
 اس صبا پہ پچا یہ اہل یزد کو میری دعا
 دور ہوں لیکن سمجھ لینا مجھ کو دل سے دور
 اے شمشاد بلند اختر سہارا دیکھئے
 آیتے دامن سجا کر خاکِ خوں میں ہیں پڑے
 کرتا ہے حافظِ دعا آمین گوہیں سب یہاں

باہر آئے؛ کوٹ جائے؛ کیا ہو فرماں آپ کا
 جمع خاطر میری اور گلیو پریشاں آپ کا
 ستر روشنی سے رہے یہ ست عریاں آپ کا
 چھینٹے نمٹے بڑے رہا ہوئے رخشاں آپ کا
 دیکھیں اب کس نگاہ کو پر ہے گلستاں آپ کا
 دوست ہے ہاتھ میرا اور داماں آپ کا
 مے سے خالی گرچہ گرہم پہ دوراں آپ کا
 ہو سہزاد حق شناساں گوئے میداں آپ کا
 آپ کے شہ کا ہوں بندہ اور ثنا خواں آپ کا
 آسمان آٹھ کے چھوٹوں سنگ ایواں آپ کا
 سینکڑوں کشتے یہاں اور یہ بھی تیراں آپ کا
 ہو مبارک ہم کو صلِ شکر انشاں آپ کا

دل میر و روز و ستم صاحبِ دلالِ خدا را

ہاتھوں سے دل چلا اے صاحبِ دلالِ خدا را
 دور روزہ ہر گردوں افمانہ ہو اور افوں
 تنگت پہ بہہ رہے ہیں چل جاہو اوفق
 شب جلسہ گلِ دل میں کیا ہی چمکی بسبب
 اے صاحبِ کرامت دے صدقہ سلامت

ہے بنے کہ رازِ پنہاں تو ہے آشکارا
 یاروں سے کرے یاری جیتا کہ ہو اس کا یارا
 پچھڑے اس آشنا سے پھر جا لیں دوبار
 ہاتِ الصبوحِ جیوایا ایسا اسکا
 بیچارہ بے نوا کا ایک روز تو ہو چا

ماکوئے نیک نامی جانے ہی ہم نہ پائے
 دونوں جہاں کی راحت اس ایک بات میں
 آئینہ سکندر ہے جامِ جم کے اندر
 سمرت اٹھا مبادا جوں شمع سو رہائے
 مطرب ہو دوستوں کا، یہ شعر پارسی ہوں
 خوبانِ پارسی گو ویدیں گے عمر فرستہ
 وہ تلخ شے کہ صوفی کہتا ہے پاپ کی جڑ
 ہنگامِ تنگ دستی دے داود عیش و مستی
 حافظ نے کب تھا پہنایا یہ خرّہ مے آلود

حکمِ قضا بدل دے ہو جس کو ناگوار
 یاروں کے ساتھ یاری دشمن سے بھی مدار
 دیکھ اُس میں آنکھ بن کر انجامِ ملکِ دار
 دلبر وہ موم جس کی مٹھی میں سنگِ خارا
 پیرانِ پار سا کا پھر دیکھئے نظر ارا
 پیرانِ پار سا کو ساقی کا ہے اشار
 آشفے لنا و احسلی من قبلۃ العذار
 پارس بنالی ہستی قاروں کا مالِ بار
 اے شیخِ پاک دامن چھوڑ اُس کو تو خدارا

ساقی بنور بادہ برافرو ز جام ما

ساقی! فروغِ بادہ سے دہکائے جام کو
 ساغر میں، میں نے عکسِ رخِ یار دیکھا ہو
 بھولیں یہ سب کرشمہ و نازِ مستی اس
 دل زندہ عشق سے ہے تو مرزا محال ہے
 متوالی میرے دوست کی بھائی قضا کو آنکھ
 تزیجِ حشر میں کہیں ویدیں نہ شیخ کی
 باد صبا جو گلشنِ اجاب میں چلے
 کہنا کہ میرے نام کو قصداً بھلا کے کیوں

مطرب: مے شادیا نہ مہرِ خا عشقِ نام کو
 کیا جاناو میری لذتِ شہربِ مدام کو
 آنے دو میرے سروِ صنوبرِ جسم کو
 کندہ ہیں جسم تو لوحِ جہاں پر دوام کو
 مستی کے ہاتھ دے گئی میری زمام کو
 نابِ حلال پر میرے آبِ حرام کو
 کہنا ضرور یا رے تو اس پیام کو
 آجائے خود کہ یاد ہی آئے نہ نام کو

یہ آبی آسمان ! یہ کشتیِ ناملال !
 دلِ سرِ دھریوں سے فسرده ہوا لالہ وار
 ختم کیوں میں ؟ شکرِ نعمتِ حاجی توام کو
 اے مرغِ بخت دیکھ کسی دن تو دام کو
 ممکن ہے مرغِ وصل کبھی پائے دام کو
 حافظِ درینِ رکھ نہ گمراہ نہ سرشک

صلاح کار کجا و دلِ خراب کجا

صلاح کار کہاں یہ دلِ خراب کہاں
 صلاح و تقویٰ کو زہری سے کیا جلا نسبت
 جو فرق وفا صلہ نہیں کہاں سے تا بہ کہاں
 خراشیں و عطا کہاں نعمتِ رباب کہاں
 کہ وہ کرشمہ کہاں اور وہ اب تباب کہاں
 کدھر ہے دیرِ مغال و شہرِ اب تباب کہاں
 چراغِ مردہ کہاں شمعِ آفتاب کہاں
 ذرا تو ٹھیر چلا دلِ بایں شتاب کہاں
 میں جاؤں چھوڑ کے اس در کوئے جناب کہاں ؟
 قرار کیا ؟ کے چین اور خواب کہاں ؟
 نہ ڈورِ سببِ نڈال پہ چاہ پنج میں ہے
 مجھے تو سہمہ ہے مٹی تمہاری جو لٹ کی
 قرار و خواب کا حافظ پہ کچھ گمان نہ ہو

اگر آں ترکِ شیرازی بدستِ آرد دلِ مارا

سہم قند و بخارا خالِ کافر پر ترے دارا
 نصیحت مان لے پیائے کہا دانا بزرگوں کا
 سعادتمند جواں رکھتے ہیں جی اور جانِ پیارا
 پلاسائی ہے باقی کہ جنت میں نہ پائیں گے
 مصلے اور رُکنا باد کی یہ سیر و نظارا
 گرے دل چھیننے کو یہ حینِ آفت کے پرکھائے
 کہ لڑے خواہن لیٹا لوٹنے پر ترکِ یکبارا

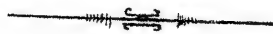
جالِ یارِ مستغنی ہے ایسی اوجھی اُلفت سے
کہے دیتی ہے دنِ دُونی ترقی حُسنِ یوسف کی
سرود و مطرب دے ہو یہ رازِ دہرت بوجھو
دیا دشنام، بیٹھا کر دیا منہ واہ کیا کہنا
پر دے ہیں جو موتی آہِ لُحْنِ خودِ سنا حافظ
نہیں قحاج رنگ و خالِ خطا وہ جن خود آرا
کہ ہوگا پر دُشِ شرم زلیخا عشق میں پارا
بکلت کھل چکا عقدہ یہ کھولا جس نے وہ ہارا
جواب تلخ ان ہونٹوں سے؛ لب میں یا شکر پارا
فلک اس نظم پر عقدِ ثریا وار دے سارا

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیرا

رُو بہ میخانہ کل مسجد سے آیا پس رہے
سجدہ سوئے کعبہ کیونکر کر سکیں گے ہم مرید
کیا خراباتِ مناں میں ہم بھی بیٹیں تالیاں
عقل نے جانا کبھی گر عیش بند زلف کا
لطفِ خوبی کی ایک آیت جسے جانائے دوست
آہِ آتش بار و سوزِ نالہ مشبگیر کو
دامِ دل میں ہو گئی تھی جمعِ خاطر ایک شکار
زلف تو چھیری صبا نے مجھ پہ کیوں عالم سیاہ
تیرا آہِ جانِ جاں گردوں سے جانا ہو کل

اب اے یار ان طرقت اپنی کیا تدمیر ہے
قبلہ میخانہ کو پکڑے اپنا قبلہ پیر ہے
کیا ازل سے اپنی قسمت میں یہی تحریر ہے
پائے ہر عاقل میں دیکھو گے پُری زنجیر ہے
اپنے قرآن کی انہی دو حرف میں تفسیر ہے
تیرے سنگین دل میں کچھ بھی سچ بتاتا تیر ہے
زلفِ جاں کل پُری آہو ہو آنچلیر ہے
مجھ پہ کیوں ظلم؟ اس میں بھی کیا کچھ مری نصیر ہے
چھیر مت، کر رحم خود پر، یہ بلا کا تیر ہے

ہم بھی حافظِ ذال دیں چو کھٹ کے باہر بستر
ہم نشیں زندوں کا اندر یار اپنا پسیر ہے



شب از سطر بکہ دل خوش باد و پیرا

خدا خوش رکھے شب سطر بکہ چمکا
وہ حدت جی میں بیچی اُس کی نقشہ
تھا ایک قی بنی ان جس کے لوح و رشتہ
بڑھایا شوق، بھر بھر کر دیئے جام
دلادی شہر ہستی سے رہائی
خدا ناصر ترا ہر عسکے میں
نہیں آپے میں حافظ خاک سمجھے
کہ شے کیا ملک ہو کاؤس و گے کا

صوفی پیا کہ آئینہ صافست جام را

صوفی جھک کے کلا ہے آئینہ جام کا
رازِ ہفتہ پوچھ تو زندانِ مست سے
عقائدِ نکار ہو گا نہ بس دام کھینچ لے
آئینہ عافیت نہ رہی عشقِ یار کو
مست چھوڑ عیشِ نقد کیا ترک اختیار
دو ایک جامِ بزم میں پی کر روانہ ہو
لے دلِ شباب اُس کے گیا بے گل مراد
اُس کے بھی تجھ پہیں حقِ خدمت نہرا

قائل ہو تو صفائے سے لعلِ فام کا
رتبہ نہیں یہ صوفی عالی مقام کا
حاصلِ بجز نہ ہوا نہیں کچھ اہلِ دام کا
دل نے دیا ہے مرتبہ محنتِ رعام کا
آدم نے قحطِ دانہ سے وارا سلام کا
پٹہ کسی کے نام نہیں یاں دوام کا
پیری میں بھی ہر خط وہی رنگِ نام کا
دیکھ آنکھ بھر کے حال تو عاصیِ ظلام کا

حافظ مرید جام ہوا شیخ جام کو پہونچا سلام جا کے صبا اس غلام کا!

رونقِ عہدِ شباب ست دگر بتاں را

پھر ہے رونقِ یہ شباب از سر نو بتاں کا
گر جوانانِ چمن میں ہر گز رہا چھ مزاج
زلفِ مشکیں کے مہِ سُرخ پہ تمہارے چوکاں
بانے وہ لوگ ہمیں وردِ دُشوں پہ خنداں
ساتھ مروانِ ندا کا بھی سمجھ کشتیِ لوح
بھاگ جاخوانِ تواضع سے فلک کے آخر
میں فردشی کریں گر منچھے اس ٹھٹھا کے ساتھ
رازِ ہستی کے نہ ایک نقطہ پہ آگاہی ہو
جا کے سونا ہے باآخر جو تہِ بسترِ ناک
مصر کا تخت ہے لایق ترے ماہِ کنھاں
زلفِ جاناں کے ہی کیا سہریں سلیمانِ سودا
نمکِ رادگی اور کنجِ قناعت ہو دہنِ بخ
تجھے بھی پی، زند بھی رہ چلین منہ پر حافظ
گل کی آمد پہ طربِ بلبلِ غشِ الحاح کا
میری جانب سے صبا شہرِ گل وریجاں کا
مضطربِ حال نہ کر دیں کسی سرگرداں کا
صرف کہتے ہیں خرابات پہ کیوں ایساں کا
جس میں ترے کو ڈرایک قطرہ نہیں طعناں کا
یہ سیہ کا سہ اُٹا دیتا ہے سر تھاں کا
تشعلِ جبار و بی نیخا نہ گزر دوں مٹرگاں کا
چجان لیں دور بھی گردِ اُترہ اسکاں کا
کھینچئے تاہر فلک کنگرہ کیوں ایواں کا
چھوڑشیاں انہیں ہٹا دیجئے اس زنداں کا
حالِ کھرا جو جویوں میوے شکرِ افساں کا
جس پہ فیضہ نہیں چٹا ہو کسی سلطان کا
وحو کے بازی کو بنا جاں نہ تو قرآن کا

یہ عہدِ زمانِ سلطان کہ رسا ندایں غارا

کرے عرضِ شہینِ سلطان ہو کسی کو اس یارا کہ نہ پاکے بادشاہی تو گدا سے کر نارا

یہ دکھائی کیا قیامت مری جاں؛ دو تنوں کو
وہ رقیب کی صورت کہ خدا بچائے اُس سے
کئے خاک دل جلا کے وہ خدا رتہا کے
فلطی نہ کیجو پیائے ہو فریب ان میں پنہاں
یہی انتظار شب بھر کہ سیم یار چل کر
بخدا پلا در اسی کہ یہ حافظِ سحر خیز

بخ نزم ماہ تا ہاں دل سخت سنگ خارا
دروائے شہاں تاب؛ تو سہا کا ہوسہارا
جو بہ لطف پیش آئے تو نہیں ہو کچھ خسارا
مژدہ سیہ کریں گے مرے قتل پر اشارا
کوئی لائے مژدہ ترکہ بھلے یہ دل ہارا
وہ دعا ہے تجھ کو گویا کہ ہدف پہ تیر مارا

صبا بہ لطف بگو آں غزالِ عنارا

صبا! یہ کنا ذرا اُس غزالِ رخنا سے
بچے الہی اگرچہ در تن رکنا ہے
غورِ حُسن نے رو کا گر تھے اے گل
ہے صیدِ اہل نظر حُسنِ خلق سے ممکن
جو بیٹھو با سے و معشوق تو سمجھ لیسا
الہی چھوٹ گیا رنگِ آشنائی کیا
کمی ہے حُسن میں کوئی تو یہ کہ خالِ وفا
عجب نہیں جو فلک پر غزلِ حیا فطکی

کہ خوب ٹھو کریں کھلوائیں کوہ و صحرا سے
شکر فروشِ شکر طوطی شکر خا سے
کہ بات کرتا کوئی عن لیبِ شیدا سے
چھپاتے دام ہیں صیادِ مرغِ دانا سے
ہمیں بھی اپنے حریفانِ بادہ پیما سے
سہی قدانِ سیہ چشم ماہِ سیما سے
گر اہو چھٹ کے کیدیں اُس کے روتے زیبا سے
نمائے زہرہ بہارِ قص ہو میسا سے!

ساقیا بر خیز و در وہ جام را

ساقیا اٹھ بیٹھ بھر دے جام کو
ڈال چو لھے غیسیم ایام کو

بھر کے نئے ساغر کہ آخر کب تک
 ساغرے دے کہ میں پھینکوں آثار
 ہو جو بدنامی ہے نزدِ عاقلان
 دُورِ آہِ سینہ سوزاں مرے
 محرم رازِ دل شیدا نہیں
 لگ گیا دل ایک دل آرام سے
 سر پر ڈالیں چین میں کیا نظر
 بھر گیا دنیا سے دل کو صبر کر
 مشکلیں حافط جو ہوں داشت کر
 کبر و نخوتِ نفسِ نافر جام کو
 جمع سے اس دلق ازرقِ خام کو
 کیا کروں گاہے کے ننگِ نام کو
 پھونک دے اُن خستگانِ خام کو
 خوب دیکھا پھر کے خاصِ عام کو
 لے گیا ایک مشت جو آرام کو
 دیکھ کر اُس سرِ کوسیم اندام کو
 کھا خوشی سے غم ہی کاٹ ایام کو
 سہل ہوں گی مشکلیں انجام کو

ماہرِ ستیم و تودانی و دلِ غمخوار

میں چلا۔ جانے تو اب اور دلِ غمخوار مرا
 نامہ بر خطِ ترا لائے گا تو از بہرِ نثار
 لے دے گا لگے جاتا ہوں، اٹھا دستِ عا
 کہنے دے کہتی ہے کہ خلقِ خدا ہم تم کو
 تیرا سودا نہیں جائیگا ترے سر کی قسم
 چار سو رشکِ فلک نے مجھے آوارہ کیا
 صفتِ تیرے رُخِ زیبا کے مسلسل میں لکھے
 کاش جلدی سلامت ہو سفر سے پھرنا
 مجھ کو لے جائے کہاں نختِ نگونساں مرا
 دُور ہی برسائے گا ہر دیدہ گہرِ بارِ مرا
 تیری حامی ہو و فاعشق رہے یارِ مرا
 دے گا انصافِ ستم داوِردادِ مرا
 مدعی سارا جہاں بھی ہو اگر اک بارِ مرا
 جاں نوازی سے تیری ہو گیا خوشنواں مرا
 زیب ترہِ فترِ گل سے بھی ہے طومارِ مرا
 آئے وہ دن کہ ہو پہلو ہی میں دلدارِ مرا

کنا پر ویس گیا روتا ہوا زار و قطار
پوچھے حافظ مرے تیجے جو مجھے یار مرا

لطف بات نہ کر نہ پوشی از کد اہاروت را

لطف ہو ڈھانکنے نہ رویشوں گراش گل کو
دیکھ لیں اچھی طرح ہم آنکھ بھراش گل کو
ہیں گرفتار ہلا ماروت کی امن نہ ہم
دیکھتے کاہیکہ دگر ہوتی خبر اس گل کو
ہوتا کیوں ماروت بھی چاہہ نہ خدائیں اسیر
جا کے وہں روتا نہیں ماروت گراش گل کو
ہوئے گل آئے تین سے گرد ہاں ہو جلوہ گر
نبیلین بھی وجد میں ہوں دیکھ کر اس گل کو
سہہ چکا جو رو بخا الفت میں بس لائے غم
دیکھ لے حافظا دکھائے رحم کر اس گل کو

مہاجماعت عاشقانرا زو بوجہ صلح وصلہ

حسن نے دی عاشقوں کو وصل کی جبک صلا
جان و دل دونوں ہی زلف و خال کے ہیں متلا
بجر کے ہاتھوں کو رتی ہے جو ہم عشاق پر
کس پر گزری ہوگی وہ مجر کشگان کر ملا
ترک اپنا بیکش و سرکش ہو جس دم جان من
زہد و تقویٰ طاق پر پہلے ہی رکھ دینا بھلا
بزم عیش و موسم شادی و ہنگام طرب
چار دن عشرت کے یہ بھی بس عنیت ہیں ولا
خافطاً گراہتہ آئے پاسے بوس بادشاہ
دونوں عالم میں ہو وجہ زینت و عز و علا

میر و مدح و کلمہ مستہ سحاب

صبح بخئی گمشادی ڈالے نقاب
الصبح ! الصبح ! یا اصحاب
رخ لالہ پہ بہتا ہے شراب
المدام ! المدام ! یا احباب

ہے چمن میں چاں سیم بہشت
 کثرت گل سے تخت زر ہے چمن
 لب و دندان کے تیرے حق نمک
 در میخانہ پھر ہوا ہے بند
 ایسے موسم میں کیوں نہ ہو حیرت
 تو بھی زندوں میں مل کے پی زاہد
 آب حسیواں کا گربہ تہ چاہے
 ہو سکندر کی زندگی مطلوب
 غم سے حافظ نہ ہو ملول آنر
 موج سے نیچے سدا ہے ناب
 آتش لال رنگ کی ہو شراب
 رکھتے ہیں جان دینہ ہائے کباب
 انقح یا مفتح الالباب !
 در میخانہ بند ہو جو شتاب
 فائقو اللہ یا اولی الالباب
 بے نشیں سے پوچھ سُن کے رباب
 تو لب لعل یار ہیں نوشاب
 چہرہ بخت سے اُٹھے گی نقاب

گفتہ اے سلطان حجب باں رحم کن برائیں غریب

عرض کی: سلطان خوجاں رحم کن برائیں غریب
 عرض کی: کچھ ٹھہریے، بولا کر لیں رکھنے کے
 سوئیں جو سنجاب کی بجوں پہ اُن کو کیا خبر
 آشیاں صد آشنادل کا ہے گوزن خیر زلف
 ہے عجب ہو رخ کے گرد اگر نقش مور خط
 سُرخ می کی رخ ہوش پہ یوں نشان چلک
 طرہ شبنگ رشک شام غربت ہی سہی
 پھر کیا اسرار میں نے عارض گلگون نہ ڈھانک (ق)
 بولا دل کے تھپتھپ کیوں جاں کو تے ہیں مکیں غریب
 نازیروں کو کیا تاب غم چندیں غریب
 کرتے ہیں خار و خروٹ کو بستہ بالیں غریب
 خوش ہے تنہائی میں ہی خال رخ نگین غریب
 ہو نگارستاں میں جیسے جدولِ شکس غریب
 انخواں جیسے میانِ تھنہ نسیریں غریب
 پھر جی دُترارہ کرا ہے صبح جب بنگیں غریب
 دیکھ اُڑ ہی جائے گا در نہ دل مکیں غریب

لاحاظ پاس والے کتے ہیں میرے منہ دُور کیا ہے دُور والوں میں کوئی سکیں غریب

آفتاب از روئے اوشد در حجاب

سایہ چُھپ جاتا ہے پیش آفتاب	آفتاب اس رُخ سے کرتا ہے حجاب
وہ نہ بے لہر گر کھوئے نقاب	باندھ دے خُش اُس کا لہرواہ کو
یار در آغوش گر دیکھوں خواب	محو ہو کر جلوہ جاؤں خیال
خانقہ مہمور درویشاں خراب	شہادان ستورستان بے تکلیب
آبرو کھو دی پئے جام شراب	خونِ دل سے بھر دیئے رور و کسک جام
مختب پر اربے حد و حساب	منع مے پر چاہئے پڑنی ضرور
مے سے دوڑے ڈالے آتش پاک	سوئے مستال جان لے کر غلب
ترکِ مُشرکانِ خطا ہے ماصواب	ترکِ پند و منطقا ہو نہ ہو

تعالیٰ الشرحہ دولت دارم امشب!

کہ ناگاہ اُن کی تشریف آئی امشب	عجب اللہ دولت پائی امشب
یہ نیکی ایک ہی ہاتھ آئی امشب	کیا سجدہ وہیں پیش رُخ خوب
کہ شاخ آرزو پہل لائی امشب	ہوں برخوردارِ نخت کامراں سے
شہادت میں نے بھی گری بائی امشب	کہے قیصرِ خوں میرا ناحق
مُبَارک یلۃُ القدر آئی امشب	براتِ طالع بیدارے کر
کردں گھا پوری ہرن بجائی امشب	یہ ٹھانی ہے کہ سر جائے تو جائے

غنی حُسن تو، میں مستحق، دے
زکوٰۃ حُسن پائی پائی امشب
فنا حافظہ نہ ہو جاؤں یہ ڈر ہے
قیامت شورِ سر نے دھائی امشب

صبح دولت میدد کو جامِ ہمچوں آفتاب

صبح دولت چمکی، نکلے جامِ رشکِ آفتاب
خانہ بے تنویش، ساتی یار، مطربِ بندہ سنج
ساقی و شاہد ہیں ست افتانِ مطربِ تائے کوب
خلوتِ خاص، امن کی جا، بزمِ نگاہ و لفریب
لطفِ نئے کے ہی لئے مشاطہ خوش فکر نے
راحتِ دل کے لئے، جنِ مطرب کے زیب کو
جب سے وہ منہ مٹھری ڈرہائے حافظ کا ہوا
اس سے بہتر وقت کیا ہو گا چلے جامِ شراب
روزِ عیش و دورِ ساغر، فصلِ گلِ عمدِ شباب
چشمِ میکش سے اڑا یا غمزہ ساقی نے خواب
دیکھتا جو کچھ ہوں یارِ شب یہ بیداری کہ خواب !
بھر دیا رگ رگ میں برگِ گل کی دُرہرہ گلاب
خوشناترکیب جامِ زریں ہی لعلِ نداب
گوشِ زہرہ میں ہے ہر دم شورِ گلاباں گلاب

رباعِ وصل تو یا بدریاضِ رضواں آب

ریاضِ خلد ترے باغِ وصل ہے شاداب
بہار ہے تیری شمعِ جمال میں فہرِ فصل
بہشتِ طوبیٰ ترے حُسنِ عارضِ قدس
بہوں کو دیکھ کے ثابت ہوا کہ گوہرِ لعل
لبِ دہاں کے ہیں تیرے بہت متعجب نہ کہ
میری ہی آنکھ سے لکھا ہی جو بہارِ بہشت
تپِ فراق سے تیری شرارِ رونق تاب
کھلے ہیں خلد میں زکوٰۃ جہیل کے ابواب
پنہ گزین ہیں طوبیٰ اہم و حسن و آب
بنا ہے لعلِ تیرے آفتابِ عالم تاب
کہاں ہیں زخمِ جگر اور سینہ لئے کباب ؟
خیالِ نرگس مستِ صنم کے دیکھنے خواب

یہ جن نطن ہو کہ عاشق ہی مست ہی تھو پر
سنا نہیں ابھی احوال زہدان خراب
مٹی مراد نہ دل کو اگر چہ خاک ہوا
مرد دل کو پہونچ کر بہا تا کیون خراب
گوئیے وقت کو بیکار نہ دے حافظا
کہیں یہ فرصت عمر عزیز ہو نایاب

آں یہ چرہ کہ شیرینی عالم با دوست

خُن کان نہک و قندِ دو عالم اُس کا
بشتم میگوں، لبِ خنداں، دل خرم اُس کا
گو ہو شیریں دہنی و صفتِ سلاطینِ جہاں
وہ سیماں ہے دہنِ غیرتِ خاتم اُس کا
خوبر و کامل فن، پاک و منزہ دانن
دم بھری کیسے نہ پا کانِ دو عالم اُس کا
کون مانے گا کیا قتل اُسی ظالم نے
سانس ہو رشکِ دم عیسیٰ مریم اُس کا
گندمی رنگ پر اُس دانہ شکلیں کی صفت
دلبری کر کے سچا ہے وہ دل خستہ کی
مقتدر اک تر حافظ بھی ہے رکھ اُس کو عزیز
پاس کرتی ہیں بہت روحِ معظم اُس کا

آں شب سے کہ گویند اہل خلوتِ شبست

کہتے ہیں شب قدر جس کو کیا وہی شب آج ہو
کس ہندی پر ہے طالع کون کو کب آج ہے
لونی دست نامنرا اُس زلفت تک کیا ہو رسا
جس کے ہر حلقہ میں لہلہاں میں یارب آج ہے
فرق اُس چاہ زنجلاں میں ہوں جس کے ایک غضب
گوہر جاں کا بھی ہیکل زیرِ غلب آج ہے
ریکھنا قطرے عرق کے رُخ پہ تاباں، آفتاب
گرم آن کی تاب تب میں روزِ تاب آج ہے
مور پا ہوں ہم قدم کیوں کر سیلاں کے چلوں
برقی کے کاندھوں پہ جاتا اُس مرکب آج ہے

شہ دار اپنا کہ جس کے آئینہ دایروں میں بد
کیوں نہ منقارِ بلاغت سے بہے آبِ حیات
ترکِ محل یار و جامِ مے سے رکھنا ہمدان
مسکرایا تھا نگا کر نیچی نظروں سے جو سر

خود ہلالِ آسماں ایک نعلِ مرکب آج ہے
یہ قلمِ نامِ خدا وہ ارجِ مشرب آج ہے
نعلِ یار و جامِ مے ہی اپنا مذہب آج ہے
قوتِ جانِ روحِ حافظ اُس کا ہر لب آج ہے

آں پیکِ نامور کہ ربِ از دیارِ دوست

وہ پیکِ نامدار بریدِ دیارِ دوست
ہو گلشنِاں بیانِ جلال و جمال میں
جاں پیشِ نہ شرم و نجات سے ہو سکی
بے اختیارِ دورِ فکرِ گردشِ سپہر
تکبرِ خدا مددِ پہ ہو باختِ کارِ ساز
برہم ہوں بادِ فتنہ سے کون کون مکانِ ہوں
جم ہوں اور آستانہٴ عشق و سرِ نیاز
کلِ انجوا ہر آنکھ کو لا کر نسیم دے
دشمنِ بڑیاں مری حافظ کیا کرے

ایا ہے حُزبِ جانِ خطِ مشکبارِ دوست
اُس سے سُنو حکایتِ عجزِ وفارِ دوست
کچھ شے نہ تھی وہ لائقِ نذرِ شمارِ دوست
چکرار ہے ہیں بر حسبِ اختیارِ دوست
بے حسبِ نہ ما ہی ہر لکِ زبارِ دوست
ہم ہوں ہر رخِ چشمِ ہوا و ترِ نظارِ دوست
اس خواجہٴ ش سے آنکھ کھلے درکارِ دوست
یعنی وہ خاکِ پاکِ ہر ہزارِ دوست
احسانِ مہِ غدا کا نہیں شرمِ سارِ دوست

آں ترکِ پرچمِ کہ دوشِ از برِ مارت

وہ ترکِ پرچمِ دِ اس آغوشِ دفا سے
وہ چشمِ جہاں ہیں ہوئی آنکھوں سے چہل

کیا پاکِ خطراتِ گیارِ خطا سے
گوری ہی جو پوشیدہ ہو، خلیِ خدا سے

نکلے نہ تھے وہ شمع کے بھی شعلہ رول سے
 ہجر رخ محبوب میں ان آنکھوں کے ستے
 موت آئی تھی آئی نہ تھی لگو شب ہجران
 سن رکھا تھا بچھڑوں کو ملائی ہیں غائیں
 کیا باندھے احرام یہ عیب ہی نہیں وہ
 دیکھا جو طبیعوں نے بھی بولے بصد اندو
 حافظ کی عیادت دو قدم چل کے ادا کر
 اُٹھے جو دھوئیں سوزِ جگر کے سرد پاستے
 سیلاب سرشک اُٹے تھے طوفانِ بلا سے
 بیتاب تھا میں درد سے اور دُروا سے
 اُس دن سے نہ خالی رہے یہ یادِ دُعا سے
 ہے سچی بھی بے سود ہر ایک مُرہ صفا سے
 خارج ہے مرضِ حیف یہ قانونِ شفا سے
 قبل اس کے کہ نصرت ہو وہ اسلِ فدا سے

اے شاہِ قدسی کہ کشد بنِ رقابت!

کرن ہاتھوں کھلے شاہِ قدسی کی رقابت
 اس فکرِ جگر سوز میں آنکھوں کی اڑی میند
 درویش کا پرسان نہیں شاید نہیں تجھ کو
 عشاق کی رہزن ہوئیں وہ چشمِ خماری
 غمزدے کا خطا ہونا بھی دل پر ہی لگا تیر
 جو نالہ و فریاد کیا تجھ کو نہ پہونچا
 کیا قصور افزا ہے منزلِ گہ جاناں
 ہنسیا کہ اس دشت میں کوسوں نہیں پانی
 اب کچھ کیا طور ہوں پیری میں ترے دل
 حافظ نہیں ان بندوں میں قانعے ٹھوس
 دیں مرغِ ہستی وہ تجھے دانہ و آب آہ
 آغوش بنے کس کی تری منزلِ خواب آہ
 اندیشہ بخشائیش پروائے ثواب آہ
 ظاہر ہے کہ ہے تیز بہت تیری شراب آہ
 اندیشہ دیگر نہ کرے رائے صواب آہ
 کس درجہ ہوا اونچی تری دوستِ جناب آہ
 اس کو نہ کرے آفتِ ایامِ خراب آہ
 دکھلائے کوئی غولِ بیاباں نہ سرب آہ
 برباد و غلط صرف ہوا دورِ شباب آہ
 من جا، ہو بہت شاق ترا کو عتاب آہ

اے ہمدرد صبا بہ سبامی فرست

ہمدرد بن اے صبا کہ سبایجتا ہوں میں
 اس خاکداں میں تجھ سا پرندہ ہوا چل تجھے
 اے غائب از نظر لے مرے ہم قرین دل
 نزدیک و دُور عشق میں یکساں ہیں میں دُور
 روزانہ بھر کے نیک دعاؤں کا فاصلہ
 یہ ملکِ دل نہ شکرِ غم سے ہو پا کمال
 غم تازہ ہر گھڑی مجھے بھیج اور ناز سے
 صورت میں اپنی سیر کر اُس کے کمال کی
 مطرب کی ہی زبان سے سن لے سُرِ دہیں
 آسا قیاد کہ ہاتھ نیکی نے دی نوید
 ترے ہی ذکرِ خیر کا حافظ یہاں ہو راگ
 تو دیکھ تو کہاں سے کجا بھجتا ہوں میں
 براوجِ آشیان و فابجھا ہوں میں
 ہر دم تجھے دعاؤں میں بھجتا ہوں میں
 گھر بیٹھے دیکھتا ہوں دعا بھجتا ہوں میں
 ہمراہ بادِ صبح و مسابھجتا ہوں میں
 جانِ عزیزِ نعل بہا بھجتا ہوں میں
 نسر ما کہ نذر راہ خدا بھجتا ہوں میں
 آئینہ ایک دوست نما بھجتا ہوں میں
 یہ سہ شوقِ دل غزل میں بھرا بھجتا ہوں میں
 لاتابِ درد کی کہ دوایجتا ہوں میں
 آئیزِ گامِ اسپ و قبا بھجتا ہوں میں

اے غایب از نظر بخدا می سپار مت

اے غایب از نظر: ترا اللہ رسیق و یار
 دامنِ کپڑا کے کھینچ لے جب تک نہ پائے گور
 جانا ہو چاہے بابل و باروت کی طرف
 حجابِ ابرو اپنی دکھا دے دُعا میں ہوں
 جاں چھونک دینے پر بھی ہو دل تیرا و ستار
 تب تک یہ ہاتھ چھوڑے گا دامن نہ زینہار
 پہونچوں بہ صد فسون تجھے لیکر یوں فرار
 دستِ دعا اٹھا کے بنا دوں گلے کا ہار

دم نکلتے تیرے سامنے اے یوفا طیب
 صد جوئے آب آنکھوں میں پر ہیں کہ ہو سکے
 کر قتل مجھ کو آغم فرقت سے دے نجات
 ہے چشم انکسار کی زاری سے یہ مراد
 اس ویدہ اور دل سے غرض اور ہوا اگر
 دے بار اپنے پاس کرم سے کہ سوزِ دل
 حافظ کا شیدہ شاہدِ درندی دے نہیں

آدیکھ تو مریض کو دکھلا نہ انتظار
 سینے میں تیرے تخمِ محبت کی کشت کار
 ہو جاؤں تیرے خسر غمزہ کے میں شمار
 سر بنرِ تخمِ مہر کی ہو دل میں کشت زار
 دل کو تو جھونکوں آگ میں دیں میں جھونکوں
 زیرِ قدم گھر کارواں کر دے آبشار
 کچھ کر لیا کبھی تو وہ بے خارج از شمار

اگرچہ بادِ فرح بخش و بادِ گلگیر است

اگرچہ بادِ رواں بخش و بادِ ہو گلگیر
 صراحی اور کوئی محبوب ہاتھ آجائے
 چھپا نا جام کو بجے کی آستینوں میں
 چھٹا نا داغِ خرقوں کے انکسار سے
 نہ دے گا جامِ طرب دورِ داغِ گون سپر
 یہ آسمانِ معلق ہے غولِ شاں چلانی
 عراق و پارس کے فتح شعرِ حافظ نے

نہ راگ و رنگ سے پنا کہ نکتب ہے تیز
 تو عقل و ہوش سے رہنا ہو وقتِ شورِ گلگیر
 کہ نکل چشمِ صراحی زمانہ ہے خوریز
 کہ دن ہیں نہ ہد کے آیا ہے موسمِ بہر
 نظر ہی آتا ہے خم سارا صافِ درِ امیر
 کہ جس کے نظر ہیں تارِ کس و مہرِ پریر
 ہے وقتِ یورشیں بنیادِ حملہ تبریز

اگرچہ عرضِ ہنر پیشِ پارِ بے ادبی است

نہ ہوتی عرضِ ہنر کاش اُس سے بے ادبی
 ہوں پہ ٹھہرے دل میں بھری ہوئی عربی

نہ عقل دنگ ہو کیوں دیکھ کر یہ بوجھیں
نوازنے کو ہے کافی بہانہ بے بسی
چراغ مصطفوی سے شہرِ اربوبہ
زمین مکہ سے بوجھل دواہ بوجھیں
پس نقاب زجاجی و پردہ غیبی
ہیں جن کے چینی کے بویامِ فطیاء
دکان سے مراد الان پائے خمِ ظہبی
خراب و مست ہو باقی رہی ہے بے ادبی
مقام کر یہ بھی بعد از نمازِ نیم شبی

پچھی پچھی پھریں پریاں تو دیوانچے ہوں
سوال کیا ہے کہ کیوں چرخِ سفلہ پرور ہے
نہیں تھا یہاں گل بے خار کرتے تھے خشک
ہلالِ حبشی جن بصری، شام سے ہو سہیل
جہاں دخترِ زورین و چشمِ مگر
دوائے دردِ دل اب ان مفرحات میں ڈھونڈ
ہے مفت کو بھی گراں حجرہ خانقہ کا مجھے
ہزار عقل و ادب مجھ میں تھے جناب مگر
نگالے بادہ جو حافظ سی ٹوبہ تو بھی ہو

اے نیم سحر آرام کہ یار کجاست

رہتا ہے وہ بُت عاشق کش عیار کہاں
جلوہ طور کہاں طالبِ دیدار کہاں
پوچھتے کیا ہو خرابات میں ہشیار کہاں
سر ہزاروں ہیں مگر واقفِ اسرار کہاں
ہم کہاں اور نصیحت گر بے کار کہاں
عیش بے یار تھا نہیں ہے یار کہاں
یارِ ترسا پچھ اور خانہ خمت کہاں
دل چلا ہاتھ سے ہو ابروے خمدار کہاں

ہے نیم سحر آرام کہ یار کہاں
شبِ تاریک بھی ہے دادی این بھی مگر
کون ہے جس میں خرابی کے کچھ آثار نہیں
جو اشارت کو سمجھتے ہوں بشارت اُن کو
رُونگھے رُونگھے کو اپنے ہے سودا اُس کا
بادہ و مطربِ دگل کون سی شے ہو کہ نہیں
زاد و صومعہ چو لے میں یہ تہلاؤ کہ ہے
عقل دیوانی ہوئی زلفِ مسلسل ہو کہ ہر

عاشقِ خستہ جلا جبر میں کیا کیا اُس نے کبھی پوچھا بھی کہ مریا ہے وہ غمخوار کہاں
چمن و نہر میں حافظانہ خزاں ہو بلبل عقل سے کام لے ناقلِ گلِ بخار کہاں

امروز شاہِ انجمنِ دلبراں کلیت

عالم میں شاہِ انجمنِ دلبراں ہے ایک دلبر ہوں یوں ہزارِ فلجس پہ جاں ہو ایک
اُس ایک کے لئے ہی کئے دینِ دلِ خراب پروا نہیں کہ حاصلِ ہر دو جہاں ہو ایک
سودائیاں عالمِ پندار سے کو سرمایہ اپنا پھونک دیں سودو زیاں ہو ایک
خلقتِ ہزارِ دعویٰ الفتِ رکیا کرے قربان اُس کے جن کہ دل اور گڑباں ہو ایک
حافظ ہے آستانہِ عالی پہ سر رکھے کیا سر بلند ہے کہ سرو آستان ہو ایک

المنۃ بندہ درمیکہ باز است

المنۃ بندہ درمیکہ باز اب اُس سمت سے جس رخ ہو مرادے نیاز اب
خیمِ جوشنِ مستی سے ہیں جوشانِ و خروشان لبریزِ حقیقت سے ہے صبا بے نیاز اب
واں بڑھ گئی مستی و غرور اور تکبر یہاں رو گئی بیچارگی و عجز و نیاز اب
ہیں خیمِ خیم اُس زلف میں ہر خیمِ تین کن بھی کھلے جو کوئی اُن کو تو ہو قصہ دراز اب
وہ رازِ ہفتہ جو کسی سے نہ کہا تھا کہہ دیجئے کہ ہے دوستِ خودِ محرم راز اب
تھا بارِ دل قیس کبھی طرہِ لیلے رخسارِ محمود ہے اور پاسے نیاز اب
نیچے ہوئے تھا سب سے جوشہا زکی مانند تیرے رخِ زیبا پہ وہی دیدے ہیں نیاز اب
کعبہ سے ترے کہ چہ میں جا نکلا جو منکر محرابِ دوا برو میں ہے درینِ نماز اب

سے ہنسنو بزم میں سوزِ دلِ حافظؔ پوچھو تو کہے شمعِ بصد سوز و گدازِ اب

بیا کہ قصرِ ازلِ سختِ ستِ بنیادِ ست

اُٹھ آرزوؤں کے جلوں کی بودی ہو بنیادِ اُٹھالے بادہ ہے بنیادِ عمر بھی برباد
مرید ہوتا میں اُس کا اگر کوئی ملتا جہاں میں قیدِ علایق سے مطلقاً آزاد
عمل کرے، جو نہ بھولے، تو یہ نصیحت ایک رہی ہے پیرِ طہیث کی اپنے مجھ کو یاد
وفا کی رکھیو نہ امیدِ زلِ دنیا سے کہ اس عجزِ زلِ عالم سے ہیں سنگِ بیاؤں اُٹاؤ
سروشِ غیب نے خوشخبریاں سنائیں مجھے شبِ اپنے عالمِ مستی کی کیا کیوں رُداؤ
کہا۔ بلند نظر! شاہِ بازِ سدرہ نشیں! جگہ نہیں تیری راحت کی یہ محنِ آباد
ہے بامِ عرش سے بہیم تجھے صلائے صغیر پھنسا یہاں جو تو آکر تو کیا پڑی اُٹاؤ
نہ کھائی تو غمِ دنیا، نہ بھول جائے یہ پند جو رہ گئی ہے مجھے ایک ہمنفس سے یاد
جہاں میں بن کے تُو رہ خندہ، و رضا بقضا تیرے بس نہ مرے اختیارِ بست و کشاد
وفا سے خالی ہے مطلق ادا سے خندہ گل بجا ہے بیلِ مسکیں کا نالہ و فریاد
قبولِ عام، یہ لطفِ کلامِ حافظ کا خدا کی دین ہے اسے سُستِ نظم اور حُماؤ!

ہر و بکارِ خود اے واعظِ ایں چہ فرماید

لے اپنی راہ تو واعظِ یہاں نہ کر فرماید ہر تو دل ہو گیا تجھ پہ کیا پڑی اُٹاؤ
لبِ نگار کی جبت تک نہ بانسریِ نجاؤں جہاں بھر کی نصیحت ہے مجھ کو حرفِ باد
مکر کو نیت سے اُس کی خدانے بہت کیا یہ نکتہ وہ ہے کہ عاجز ہو یاں ہر کیا ستاؤ

گدائے کوچہ ہشت بہشت کہہ کٹے ٹھکرا دیں
 خراب عشق کی مستی نے کر دیا ایسا
 نہ کیجو نالہ کبھی جو ریا سے اسے دل
 بنانا باتیں بہت اپنی راہ لگ حافظ
 اسیر بند ترے دو جہان سے آزاد
 خرابیوں سے ہی معمور ہو گئی نہیاد
 یہ اُس کی دین کہ حصہ کیا تر ابداد
 ہمیں بھی ایسے ہیں قصے فسانے اکثر یاد

باغِ مرا چہ حاجت سرو و صنوبر است

بے کار میرے باغ میں سرو و صنوبری
 کس مت میں پڑ گیا تجھے اے طفلِ نازنین
 دھونے کو نقشِ غم دے تر پڑا شراب کا
 ہے ایک قصہ اسب کی مجدادِ آستانِ عشق
 کیوں آستانِ پیرِ مخاں سے اٹھاؤں سر
 کل وعدہ جب کیا تھا تو مستِ شراب تھا
 کھوئیں گے ہم نہ فقر و قناعت کی آبرو
 شیراز و زکنا باد کی آب و ہوائے خوش
 ظلمات میں ہے خضر تر اچشمہ حیات
 اپنے نگر میں خستہ دلی کی ہے قدر بس
 حافظِ قلم تری کوئی شاخِ نبات ہو؟
 ہر دولت مراد اسی در پہ ہو دھری
 کیا دیکھیں آج کتا ہو کس دھن میں پری
 سن رکھے بادشاہ ہے روزیِ تقدیری
 خالِ رُبخ زمانہ ہو ہر عیب سے بری
 ہے روشنی میں چشمہ اللہ اکبری
 بازارِ خود فروشی وہ بستی ہو دوسری
 مات اُس کی ہیں ٹھاس شہدِ شکر تری

بحانِ خواجہِ دحقِ قدیم و عہدِ درست

قسم ہے یاد ہے حقِ قدیم و عہدِ درست
 دعائے خیر کے جانے میں نہیں میں سست

نہ کر سکے گی ترے نقشِ بہر کو شوش
 کہ ٹوٹ کر بھی ہو قیمت ہمارے دست
 حوالہ کی تھی خرابات ہی تو روزِ نخت
 پہ شمرِ عشق ہے ہوسِ فروشِ چابکِ چست
 گما کے مہرِ سیلیاں رہا تلاش میں سُست
 تو میرے پاؤں کی رسی کو تَب چھوڑے سُست
 دروغ نے تو کیا رُوسیاہ روزِ نخت
 چمن میں ہو نہ جو اُسا تو ہی بجا و دست

بُھلائے نوح کا طوفاں کیسوں کی جھری
 دل شکستہ کی کر لیجے خسریا رمی
 خراب حال کا کیا طعنہ: پیرِ عشق نے خود
 نہ دل کو یاس ہو اُس لطفِ بے نہایت
 بجا تھی مور نے آصف سے کی جو نذرِ زور
 میں تیرے عشق میں شیدائے کوہِ دشت ہنا
 ہو صدقِ کوش کہ ہر سانسِ آفتاب بنے
 نہ کلر خوں میں وفا ڈھونڈ بھر کر حافظ

نہاں بلبل اگر بامنت سرِ یاریست

ہیں ہم دو عاشق زار، اپنا کام ہو زاری
 وہاں نہ ماریں گے دمِ نافہ ہائے تاتاری
 کہ مست بادِ غرور اور نامِ ہشیاری
 کہ فصلِ گل میں ہے تو بہ کا نام بے کاری
 پنچائیں کبک درمی کو نہ بیٹریاں بھاری
 ہے ایک بھرا ہوا بازارِ خوبی و لداری
 نہ نامِ لعل لب اُس کا نہ خطِ زنگاری
 لباسِ اطلسی مطلق کمال سے عاری
 پہونچ ہے تا فلکِ سرورِ بدستاری

رُکے نہ نالہ یہ بلبل جو مجھ سے ہے یاری
 نسیمِ طرہِ جاناں ہو جس چمن کی ہوا
 کہاں ہے بادہ، رنگیں لاؤ جائے صوفی
 کھلا ہوا ہے درِ توبہ اٹھ کے چل فی الحال
 پڑے نہ زلف کے سوئے میں خام طبع کوئی
 نہیں جال ہی زلفِ وحشِ معارضِ خال
 ہے ایک لطیفہ پوشیدہ عشق کا چشمہ
 ہے نیم جو کو بھی جنگا نگاہِ سینما میں
 رسانی کیوں نہ ہو شکلِ خوابِ دالائیک

نہ چھیڑے غصوں سے اُس کو معاف کھ حافظ
ہے سنگاری جاوید در کم آزادی

بلوئے میکدہ ہر سال کے کہ رہ دانت

جو سالکوں میں کوئی میکدے کی رہ جانے
وہ اور راہوں کو اندیشہ بہتہ جانے
اُسی پہ بستھا ہے یہاں تاج شاہی ندی
جو آستانہ میخانہ پر ہو سر پہ سجد
پڑے جو راز دو عالم کے خطِ ساغر میں
نہ زینہاراں چاہے چشمِ ساقی سے
ہو پاکلوں کی سی اٹھ بیٹھ اپنی کیا ہوا
سحر جو سختی طالع پُٹے پھوٹ کے آنکھ
خوشا نظر! جو لب جام وِردے ساقی کو
بلند رتبہ ہو وہ شہ جو نہ کرداقِ پسر
خبر یہ حافظ پنہاں شراب نوشی کی
وہ اور راہوں کو اندیشہ بہتہ جانے
جو دو وہاں میں اُسے فخر کی گلہ جانے
بہ فیض جامِ سب اسرارِ خالقہ جانے
رموزِ جامِ حم ایک نقشِ پاستہ کہ جانے
کہ نرم دل نہیں وہ ترکِ دل یہ جانے
ہمارا پسہ طریقِ حاکمی گنہ جانے
یہ انتہا ہو کہ ناہید دیکھے مہ جانے
ہلالِ یکشبہ دماہ چار وہ جانے
نمونہِ خیمِ محراب بارگہ جانے
نہ جانے مقلبِ دشمنہ پادشہ جانے

بلبلے برگِ گلِ خوش رنگِ منتظرِ اشت

ہو پنج میں بلبل لے برگِ گلِ گلزار تھی
عینِ وصل اور نالہِ احیرت ہو گئی آخر کھلا
پہنچ سب عجز و نیاز اپنا حضورِ حُسنِ دوست
ایک دم آکر نہ بیٹھا پاس، کیا شکوہ کریں
اس خوشی میں نعمتِ زن بانا لہائے زار تھی
حُسنِ جاناں کا تعاضا تھا وہ خود ناچا تھی
ہائے فہمتِ حسینوں سے جو ہر خورِ زار تھی
پادشاہِ کامراں کو گدڑیوں سے عار تھی

اُو اُس نقاش کے نوکِ قلم پر جان دیں یہ عجائب رکھتی جس کی گردش پر کا تھی
 ہے فریدِ راہِ عشق اور خوفِ بزمِ میہ کیا؟ بوجھِ صنعاں تو رہنِ خسانہِ خستار تھی
 ہائے وہ شیریں قلندر! اُس کے وہ لطواریرا دورِ تیج ملک ہر گردشِ زنا ر تھی
 اُس پر ہی کے زیرِ تصرع حافط کی ہر آنکھ آیتِ جناتِ شجرِی تھمتھا الاہنا ر تھی

براہمِ رلفِ تو دل مبتلائے خوشمتن است

ہے دامِ زلفِ میں دل تیرے - مبتلا اپنا اڑا دے غمزہ سے سر پائے تو کیا اپنا
 بر آتی ہو ترے ہاتھوں اگر کسی کی مُراد نکال جلدِ سمجھِ خیسر میں بھلا اپنا
 قسم ہو لے بتِ شیریں! یہاں بھی شمعِ شمال اندھیریوں میں ہو راتوں کی مُمِنا اپنا
 جو مجھ سے پوچھے تو ببل بھی نہ کیجو عشق ترا نہیں گلِ خودِ رو ہے آشنا اپنا
 جمالِ گل نہیں شکِ ختن کا حاجت مند اُسے ہے نافہ ہر ایک تکرہ قبا اپنا
 نہ جھانک غلوں پہ اربابِ بيمروت کے حصارِ امن ہے اسے دوست جھوٹا اپنا
 ہوا ہوں سوختہ حافط پہ عہدِ جانبازی دہی ہو دل میں، دہی دعویٰ وفا اپنا

بحریتِ بحرِ عشق کہ پیشِ کنارہ میت

کیا دارِ پارِ عشق کا صاحبِ کنارہ کیا! چڑھ جائیں بھینٹ اس کے سوا اور چارہ کیا
 جاں نذرِ عشق دینے کو سب اُمیتیں ہیں نیک درپیشِ کنارہ خیسر ہو تو استخارہ کیا
 کس کے نصیبِ شیوہِ زندگی! نشانِ گنج مکمل جائے بد نصیب پہ؟ ہو آسکارہ کیا؟
 دھکی میں عقل کی نہیں آئیں گے! بادِ وہ لاؤ اس عقل سے بھی بڑھ کے ہو کچھ بچکارہ کیا

پوچھ اپنی آنکھ سے مرے جلاؤ کا تو کام
دیکھیں اُسے بھی پونچھ کے آنکھیں ہلاں دار
تجھ میں دیکھنا نہ گریہ حافظ نے کچھ اثر
اے جاں تصورِ بخت و گناہ ستارہ کیا!
ہر آنکھ کو دکھائے گا وہ ماہ پارہ کیا
حیرت میں ہوں کہ دل ہو ترا نگارہ کیا

برو اے واعظ و دعوت نہ کم سو بہشت

واعظ جانہ دکھا ہم کو ہرے باغ و بہشت
منع مے سے نہ کر اے صوفی صافی کہ ہو می
تجھ کو تسبیح و مصلے و رہ زہد و صلاح
خرقہ یہاں چھوٹا نہ گریہ می طرح رہن شراب
نہ ملے حور بہشتی نہ ملے کوثر و جام
خرمن ہستی سے ایک جو نہ پڑا پائے اگر
حافظا لطف خدا شامل احوال ہو بس!
یاں ازل ہی سے نہیں خلد کی مٹی سے سرشت
اپنی طینت کی ازل میں سے خالص سے سرشت
مجھ کو میخانہ و ناقوس و رہ دیر و کشت!
صوفی صاف کی بخشش ہو نہ پائے وہ بہشت
چھوڑنا دامن محبوب کا اس درجہ ہے زشت
راہ مولیٰ و فانیں نہ کی ایک آنہ کی کشت
چھوڑوے سب یہ غم ووزخ و شادابی بہشت

بے ہر بخت روز مرا نور نامدست

بے ہر تقادین میں مرے نور نہیں ہے
کل وقت و دواع دل نے وہ کی گریہ و زاری
بعد اس کے قدم رنجہ کیا بھی تو عبث ہے
کتنا گیا دل سے یہ سراپا کا تصور
دیں گے کوئی دم میں یہ خبر آپ کے دریاں
یہ زندگی بیش از شب دیوچور نہیں ہے
جانانہ سے دور آنکھ میں اب نور نہیں ہے
اب سانس بھی بیمار میں بھر پور نہیں ہے
وا حسرت ما! اب خانہ یہ معمور نہیں ہے
اس در کی بلاؤ دور! وہ رنجور نہیں ہے

تھا قرب سے تیرے کہ اجل پاس نہ چٹکی
 زقت کی دوا صبر ہے پر کیونکہ ہو کہے
 گر یہ نے اگر خشک کیا آنکھ کا پانی
 تھی بات تو بھٹنے کی مگر رد یا حافظ
 جہاں کی بدولت گراب دور نہیں ہے
 یاں صبر کا بھی اپنے میں مقدر نہیں ہے
 خوں دل کا بہانے سے تو معذور نہیں ہے
 اب تو کسی عنوان بھی مسرور نہیں ہے

باد باد سحر نافہ تا مار و زیدہ است

ہم دوش صبا نافہ تا مار رسیدہ
 کھلی نہیں کرتا ہے اگر غنچہ لبوں سے
 منہ مار سبز زلف کا دل چوم کے بولا
 کچھ وصفِ رخ و زلف یہ سے نہیں واقف
 مت پوچھ شب زلف میں حال دل بدوز
 کر رحم میرے آنک پہ بھرت پتری دہ
 سینے میں دبائے رکھوں کت کت غم کو
 مت چھیڑ سبز زلف نہیں کرتے اشارہ
 مت دیدہ پر آب کی پھویر وہ گھرو
 کب تک یہ ترے غم سے کہ آتا ہوں اب آیا
 یا کہنے کہ خود اس کی گلی سے ہیں پریدہ
 منہ کس کا چڑتا ہوا ہو وہ لون مونس دیدہ؟
 دیوانہ ہے؟ اس زہر کا اس بھر ندیدہ؟
 جو مار سیہ کا نہیں گلشن میں گریدہ
 سوزاں تکخوں میں ہے ایکسٹ مار کشیدہ
 سرگشتہ پٹا پترا ہے ہر سمت دیدہ
 ہر آہ کو تو دیکھ ہے تاعرش رسیدہ
 مودی کو کہ تجھ پر نہ ٹپٹ آئے ہیدا
 بن برسے ہی رہتا ہو برس بھر چوکیدہ
 آجک کہ نہ پھر سیاہ پڑ پھر کے پسیدہ

کیا حافظ بدروز کی بھی رات کٹن ہو
 ایک عمر سے ہے صبح کی صورت کا ندیدہ!

پر پرے کے کہ رخسارِش چو ماہِست

ہر ایک رخسارِہ اُس یوسف کا ماہِست ہے
 زرخداں ایک کنواں ہو مرتضیٰ میں
 اگر تلوار مارے، مارنے دو
 شب قدر اس لئے محبوبِ ٹھیری
 فتح دے مجھ کو آنسو کی طرح وہ ؟
 گیا تھا کہ کے قتل آ کر کرد گاہ
 یہ خشکی لب کی حلقہ رخ کی زردی
 ہزاروں مجسمیت اُس پر تباہ ہے
 خدا شاہد وہی دل کا گواہ ہے
 لب دہجہ تو دیکھو : عذر خواہ ہے
 بزرگ زلف کالی بھٹ سیاہ ہے
 صنم جس کا لقب عالم پناہ ہے
 مری آنکھیں ہیں اب اُس کی راہ ہے
 دل و دیں ہار دینے کی گواہ ہے

تاسیر زلف تو در دستِ نسیمِ افتاد است

خیم گیسو میں ترے دستِ نسیم آن پڑا
 عین مسودہ جادو میں یہ چشمِ نر سحر
 اُس خیم زلف میں ہے خالِ سیرِ نقطہ
 کیا اڑاے گی صبا : خاکِ نہیں تن میرا
 سایہ سر و میحانِ نفس اس قالب پر
 زلفِ مسکین کی مثلِ گلشنِ رخ میں ست پوچھ
 شوقِ خوشبو میں تری لہرائے نرس جان
 ذوق لب میں ترے آوارہ تھا قلمِ کعبہ
 کٹ گیا دیکھ کے دل، ہو کے دو نیم آن پڑا
 ہے ذرا فرق صحیح اور سقیم آن پڑا
 ایک سیاہی کا ہے در حلقہ جیم آن پڑا
 تیرے کوچہ میں یہ اب بارِ عظیم آن پڑا
 پر تو روحِ ساہرِ عظیمِ نسیم آن پڑا
 اُس کے طاؤس ہے در باغِ نسیم آن پڑا
 خاکِ پاہو کے سیرِ راہِ نسیم آن پڑا
 در میخانہ پہ اب بن کے مقیم آن پڑا

حافظ نگم شدہ کو تیرے لبِ غائب سے
تھا جو ایک واسطے عہدِ قدیم آن پڑا

جزو آستان توام در جہاں پناہ نیست

سو ایساں کے جہاں میں مجھے پناہ نہیں
بنی ہے کیا جو خرابات کو میں ک کڑن
وہ دام گیت میں ہرست، سیکر واسطے تو
عدو اٹھائے اگر تیغ، ڈال دوں میں سپر
زمانہ چھوکننا چاہے جو میرے خرم کو
عقاب جو پر سارے ہے شہر پر بازو
غلام نرگس فتاں ہوں اُس سہی قد کا
غناں کشیدہ چل اے بادشاہ کشورِ حسن
نہ ہونا درپے آزار سب گنہ کرنا
خرید نہ دل حافظانہ زلفِ محال کو سو پ

یہ دہ نہیں تو کہیں سر کو تکیہ گاہ نہیں
یہاں زیادہ کہیں میری ریم راہ نہیں
تمہاری زلف سے محفوظ تر پناہ نہیں
کہ تیرا پناہ بخسنالہ اور آہ نہیں
تو کیا ہو، چھو نکلے، پاس اپنے پر کاہ نہیں
کمان گوشہ نشیناں میں تیرا آہ نہیں
کسی چہ عجبست جس کی ٹپے بگاہ نہیں
کوئی گز نہیں جس میں کہ داؤد آہ نہیں
ہمارے شمع میں اس کے سوا گناہ نہیں
اس اعتماد کے قابل یہ رو سیاہ نہیں

چو بشنوی سخن اہل دل کو کہ خطاست

نہ کہہ کبھی کسی ارشادِ اہل دل کو خطا
بچکے دُنیا و عقبی کے واسطے ہرگز
خبر نہیں دلِ خانہ خراب میں ہو کون
تلا ہو پر وہ سے کھل کھینچے دلِ مطرب
بٹھا یا تیرے ہی رخ نے سنوار کر کیا کیا
سخن شناس نہیں تو خطا تو یہ ہے دلا
پناہ خدا کی! ہو کن شور شوں سے سر پہ چرا
کہ ہم خموش ہیں وہ درفغان و داویلا
آپ جلد! ادھر بھی، دینا لب پہ دھرا
بٹھا یا تیرے ہی رخ نے سنوار کر کیا کیا

اٹھائی نیند شبوں کی خیال بندھی نے
 ہو فریش صومعہ آلودہ خون ل سے لے
 عزیز دیو مغاں میں ل اس لئے کہ دمام
 بلا کا ناگ الاپا تھا مطرب عشاق !
 شاعر عشق کسی کا ہوا رات سے دل میں
 صلائے عشق در دل پہ شب سنی حافظا
 خمار سی شبہ ہو سیکھے کا دو تو پتا
 مجھے شراب دین غل یہ ہے میری سزا
 اُس ناگ سے جو نہ گل ہو، کلیجہ ہے ٹھنڈا
 کہ عمر گزری نہ کلی داغ سے وہ صدا
 کہاں کا سجدہ کوع اور کیا وظیفہ دعا !
 نضائے سینہ میں اب تک وہ گوشتی ہو صدا

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحہ قلمت

یہ لطف کیا تھا کہ ناگاہ یار تیر قلم
 لکھا ہے اپنے قلم سے سلام تو نے مجھے
 کہوں یہ کیسے کہ سہو آریا ہے مجھ کو یاد
 ذلیل مجھ کو نہ کجویہ مان کر احساں
 ادھر تو آتھی زلفوں کے ہمدمیں بانہیوں
 خیر تجھے مری حالت سے ہوگی کیا اس دن
 مری بھی حق ہے پیاسی کر ایک گھونٹ عطا
 پڑا ہے در پہ ترس دل مرا اٹھالو
 صبا نے پتھر کی ہو ہر گوش گل میں یہاں کیا کیا
 ہمیشہ خوش رہے عیسیٰ نفس سیم سحر !
 کین گاہ میں حافظہ تیر و خوش زلفا
 برسے حقوق لگا کر نے عرض نہیں کر مہ
 ہمیشہ لوح جہاں پر رواں ہے یہ قلم !
 غافل قتل کہ آلودہ سہو ہو وہ قلم !
 اعز دولت سرمد سے ہے تو اور اکرم
 قلم ہو حریف بھی تو چھڑو نہ ہاتھ سے وہ قدم
 کہ لالہ زار بنے خاک کشت گان ستم ؟
 جب آب خضر سے بھر کر پئے تو ساغ و خم
 کیا ہے جس طرح تجھ پر خدا نے فضل و کرم
 دریش پائیں خیل خورہ درون حرم
 اُسی کے دم سے رہا زندہ عاشق بیدم
 غمخوش ایس کہ نہ بن جائے گرد و راہ عدم

حال دل با تو فتنم ہوس ست

دل کی اُس کونائیں ہے یہ ہوس
 طمع خام دیکھو! قصہ فاش
 رات کچھ اے صبا مدد کر دے
 بچنے اُس کو چہ کے شرف کے لئے
 یہ شب تار! وہ دُرِ نازک!
 اس شبِ قدرِ محترم سے مجھے
 ضدِ دشمن کی غزلیں زندانہ
 کچھ خبر دل کی پائیں ہے یہ ہوس
 غیسرِ سننے نہ پائیں ہے یہ ہوس
 صبح اٹھ اُٹھ کھلائیں ہے یہ ہوس
 چن کے پلکوں سے لائیں ہے یہ ہوس
 بندھنے اُس کو پائیں ہے یہ ہوس
 صبحِ حشر جگائیں ہے یہ ہوس
 مثلِ حافظانائیں ہے یہ ہوس

حُسنِ با اتفاقِ ملاحت جہاں گرفت

دلِ نرنگ سے حُسن نے اُس کے جہاں لیا
 انوارِ رازِ خُلیاں کر رہی تھی شمع،
 کچھ رنگِ بوسے اُس کی تھاد م مارنے لگی
 اللہ نے کج کلاہِ طرب کی تھی عجب سے
 جی میں لگا دی آگ مرے عشقِ جام کی
 نے جامِ جم میں دو کہ صبا صبحیاں
 یہ آتشِ ہفتہ جو سینے میں ہے مرے
 نے دو کہ جس نے حشرِ جہاں دیکھا ایکبار
 ہاں اتفاق ہو تو جہاں بیگماں لیا
 کچھ خیر تھی کہ روک ہو کہ زباں لیا
 غیرتِ ڈھانک دستِ صبا نے ہاں لیا
 داغوں نے گلیرِ سب چمنِ راغواں لیا
 ساقی کے عکسِ رخ نے جنم جپ ہاں لیا
 تشبیرِ زرفشاں ہو کہ جس نے جہاں لیا
 شلوں کے اس کے دامنِ ہفتِ سماں لیا
 غم سے نچنت ہونے کو رطلِ گراں لیا

اٹھی جو نابہ فتنہ، انحرط دیکھو شیخ کی
 پرکار و اور دور ہی کترائے جاتے تھے
 دیر مغان میں جاسیہ یہاں ہاتھ جھار کے
 ہر برگ گل پہ ہو یہ قیسم خونِ لالہ سے
 حافظ کی نظم سب کو پلاتی ہو آبِ بطن
 کو دا ہے حوضِ مے میں کناڑ کہاں لیا
 گردوں نے نقطہ وار ہی حردِ میاں لیا
 فتنوں نے گھیر دامنِ آخر زماں لیا
 دانا ہے جس نے جامِ مے ارغواں لیا
 دشمن کی نکتہ چینی نے دم کٹیاں لیا

حاصل کار گہ کوں مکانِ اس ہمنیت

حاصل کار گہ کوں مکانِ پتھ ہیں سب
 اس دل و جاں سے غرض ہر شرفِ صحبت یار
 پچھاؤں کے واسطے منت کش طوبیٰ کیوں میں
 مال وہ ہے کہ جو بے خون جگر ہاتھ لگے
 پنج روزہ یہ جو ہمت ہے غنیمت جانیں
 برب محرفا میں ترمی رہ میں ساتی
 غیرتِ حق کے نہ عشوے سے ہو غافل زاہد
 ناکہ کش اسوختہ دل، سوختہ جاں زار و نزار
 ڈرنہ رسوائی و نیا سے کھلا پھول سا رہ
 بادہ پلواؤ کہ اسباب جہاں پتھ ہیں سب
 ہے یہی ورنہ یہ کیا ہیں لُ جاں پتھ ہیں سب
 تو خزاں ہوتو اسے سر رواں پتھ ہیں سب
 گزنگ و دوسے طے حور و جہاں پتھ ہیں سب
 اینڈ لیں پھر تو زمین اور ماں پتھ ہیں سب
 دیر کیا ہے کہ زلب تاہ دباں پتھ ہیں سب
 فاصلے کعبہ سے تا دیر مغان پتھ ہیں سب
 دیکھ ٹوسکل سے الفاظ و بیاں پتھ ہیں سب
 عورت و تکین جہاں گزراں پتھ ہیں سب

نیک بندوں میں ہیں ایک حضرت حافظ بھی رقم
 رند و عاشق! انہیں کیا سودِ دریاں پتھ ہیں سب

خدا چو صورت ابروئے دلکشائے توبست

خدا نے کھینچ دی ابروئے دلکشائے تیری
 ہزار سر و چین دل پکڑ کے بیٹھ گئے
 نہ مجھ کو چین، نہ مرغ چین کو آخر شب
 بہت سی گرہ دل غنچہ راہوں میں جسکا
 غلام اپنا برا کر مجھے زمانے نے
 گرہ نہ لے دل سکیں کو نافہ وار کہ عہد
 حیات ثانی تھا تو بھی تو نے زانچال
 نیم سے تری ایک روز کل کھلائی سکی
 بتنگ ہو کے کما ترک شہر کو تو کہا

کشاہکار کو لکھ دی مرے ادائے تیری
 بنی زمانہ نے زر کا رجب تباہ تیری
 یہ حکم ہے کہ لگاتے ہیں صدائے تیری
 ہوئی جو صبح کی جاو بکاش ہوا تیری
 خلاص مرضی پر موقوف کھ دیا تیری
 وفا کا باندھ چکی زلف دلکشائے تیری
 غلط تھی باندھی جو امید ہے وفائے تیری
 کلی جو بند ہو دل میں بھرے ہوا تیری
 کسی ہیں کس نے یہاں شکلیں حافظائے تیری

خلوت گزیرے راہماشاہ چہ حاجت

خلوت پسند ہو کے تماشائے چاہیے
 جانا! تجھے بھی اپنے ہی ارمان کی قسم!
 اے بادشاہ حسن! خدا را جلادیا!
 سائل ہوں اور بند زبان سوال سے
 جام جہاں نہا ہے نصیرِ دوست
 ایک دقت تھا کہ منتِ تلاح کرتے تھے
 ہو قصد میرے خون تو بے اختیار جنگ

ہو پاس کوئے دوست تو صحرانے چاہیے
 آخر نمٹے بھی چاہئے کچھ یا نہ چاہیے
 کیا حال پوچھنا ہی گدا کا نہ چاہیے
 بابِ کرم پر کہتے ہیں غوغا نہ چاہیے
 کچھ حاجت سوال تو اصلاً نہ چاہیے
 دُر مل گیا تو اب قسم دریا نہ چاہیے
 جاں مال دوستوں کا ہے لیٹا نہ چاہیے

اسے برقی روانہ ہو کیا ہم کو تجھ سے کام
اسے عاشق گدا یہ لب روح بخش یار
یہاں دوستوں میں صورت اعزانہ پہنتے
دیتے تو ہیں وظیفہ تقاضا نہ چاہتے
دشمن سے کوئی جنگ و خابانہ چاہتے

خوشتر عیش و صحبت باغ و بہارِ حیات

خوشتر سیر و صحبت و باغ و بہار کیا
کوثر کے جام و باغ ارم سے بھی مدعا
ساقی کہاں ہے اور سبب انتظار کیا
جو جو بیار و باغ وے خوشگوار کیا
معلوم جب نہیں کہ ہے انجام کار کیا
غمخوار اپنا رہ غمِ روزگار کیا
تکرار پر وہ دار سے ہے بار بار کیا
مازہ دروں کو پوچھ کسی زبردست سے
مستور دست دونوں ہم ہم قبیلہ ہیں
کس کے فدائے عشوہ ہوں ہو اختیار کیا
معنیِ عضو و رحمت پر در و گار کیا
اب دیکھتے رہے خواستہ کر دگار کیا
سو و خطائے بندہ تو پوچھ گئے پر میں
کوثر میں جی ہوش کا حافظہ فدائے بہار کیا

خیالِ روئے تو در ہر طریق ہمرہِ ماست

خیالِ رخ مجھے ہر چار فاق ہمرہ ہے
نسو تو سیب زرخداں کی کیا ناستا ہے
نیم نور تری دماز جان آگہ ہے
یہ ناک نقشہ ترا حجت موجد ہے
قصورِ نخت پریشان دستِ کوتاہ ہے
وراز ہونہ سکیں زلف تک اگر یہ ہاتھ
برغم مدعیانِ عشق سے جو مانع ہیں

جہاد سے یہ درحالت کے پاسبانوں کو (ق) یہ بندہ اپنا ہی گونہ نشین دگر ہے
 نہ در پہ پائے کبھی گونہ نظر نہ آئے کبھی بغیر اس کے بھی اس پر ہمیں توجہ ہے
 صدا سے حافظ سائل تو کھول دیکھو کھار کہ سالہا سال سے مشتاقِ حریت نہ ہے!

خُم زلف تو دام کفر و دیں است

خُم کا کل میں دام کفر و دیں ہے یہ ایک لٹکا ترا ادنیٰ ترین ہے
 جمالِ اعجاز روشن حُسنِ کاب ہے نہ پوچھو غمرہ کی تہ نہیں ہے
 ہوئی بھر آفریں عاشقِ کشتی میں تجھے چشمِ یہ صد آفریں ہے
 عجائبِ راہ دیکھی راہِ اُفت ! کہ نیچے آساں او پر زمیں ہے
 یقین مت کر کہ بدگو مر کے چھوٹا وہ در قبض کرانا کا نہیں ہے
 وہ چشمِ شوخ کیا چھوڑے گی زندہ ہمیشہ با کہاں ہے در کمیں ہے
 بلوں کو اُس کے کہ دیں آبِ حیاں وہ ٹھیرا آبِ یہ مار میں ہے
 فریبِ زلف سے غافل نہ رہنا کہ دل بجا چکی اب فکر دیں ہے
 پیا حافظ نے جامِ بادِ عشق جھی تو ہوش میں اکیدم نہیں ہے

خوابِ آن ز گسِ قناں بے چیرے نیت

خواب میں ز گسِ قناں ہے توبے وجہ نہیں بل بھرے زلفِ پریشاں ہے تو بوجہ نہیں
 دودھ لب سے ترے بہتا تھا کہ جب میں نے کہا یہ شکر گردِ نمکِ داں ہے تو بوجہ نہیں
 چشمہ آبِ حیاۃ اُس کا دہن ہے یعنی زیر لب چاہے ز نخداں ہے تو بوجہ نہیں

ہو تیری عمر دراز! اس میں بھلا شک کیا ہو
 بتلائے غم و اندوہ کو یہ دردِ سراق!
 شبِ صبا کو چہ سے تیرے گئی گلشن کو ضرور
 دردِ دل جی میں چھپائے ہو کیا حافط!
 درکماں ناوکِ مژگاں ہے تو بیوجہ نہیں
 یعنی یہ نالہ و افحاس ہے تو بیوجہ نہیں
 گلِ جویوں چاکِ گریباں ہی تو بیوجہ نہیں
 ظاہرِ دیدہ جبرگیاں ہے تو بیوجہ نہیں!

نخے کہ ابروئے شوخ تو درکماں انداخت

نہیں مڑو وہ شوخ ابروئے کماں ڈالی
 گیا تھامت و عرق کیا کہ آؤں گے کل
 فریبِ چشم سے نرگس کی خود فروشی پر
 جو میرے رخ سے وہی نسبتِ سخن نے غیرت
 میں مٹو ہو گیا بزمِ چین میں بچپنوں نے
 بنوشتہ طرہ پر خرم نوار نے جو اٹھی
 دھلے نہ داغ بے لعل خرقوں سے اکس نے
 نہیں تھی طرح دو عالم پر رنگِ الفت تھا
 میں زہر سے مے و مطرب کو دیکھتا بھی نہ تھا
 مرادِ دل کے موافق چلے گا اب تو فلک!
 کس دہرِ دل زار و ناتواں ڈالی
 جہنم میں آگ جلانے کو افواں ڈالی
 جہاں میں تو نے قیامت جہاں تھاں ڈالی
 صبا سے خاک لے آپ اپنے ہی ہاں ڈالی
 ترے دہن کی جو صورت مڑو گیاں ڈالی
 صبا نے زلف کی لائحت درمیاں ڈالی
 نوشتِ لوحِ ازل سر سے دھویاں ڈالی
 نہ سمجھو طرحِ محبت کہ فی زراں ڈالی
 پہنچو نے ہر ایک توڑ میری آں ڈالی
 گلے میں بندگی خواجہ جہاں ڈالی

خواب کر کے بنانے تھے کامِ حافط کے

ازل سے گھٹی میں اُس کی سے منالِ الی

دل سراپردہ محبت اوست

دل سراپردہ محبت ہے دیدہ آئینہ داِ طلعت ہے
ملفت دو جہان پر جو نہ تھا اب وہی زیر بارِ منت ہے
تُو دُلوں بے ہوشم ہوں قاسمِ یار فکر ہر کس بقدرِ ہمت ہے
دورِ جنوں گیا ہے عہدِ مرا باری باری ہر ایک کی ربت ہے
میرا کیا ذکر یہ صبا بھی وہاں پردہ داِ حسیمِ حرمت ہے
دولتِ عشق اور گنجِ طرب سب اُسی کا کرمِ غایت ہے
جانِ دل دونوں میں فدا کیا غم جب ملکِ دوست تو سلامت ہے
منظرِ چشمِ تجھ سے ہے آباد دل کی رونق تری بڈلت ہے
میں فرشتہ نہیں پر اُس کا تو ہر دو عالم گواہ عصمت ہے
ہر گُلِ نوشگفتہ میں اُس کا اثرِ رنگِ دہوئے صحت ہے
فقیرِ ظاہر نہ دیکھ حافط کا سینہ گنجینہ محبت ہے

دارم اُمیدِ عاطفۃ از جناب دوست

اُمیدِ عفوِ دوست سے ہے دوستِ لار کو ہاں ہو گئی خطا و خیانت معاف ہو
کردے گا وہ معاف خطا جانتا ہویں صورتِ پری مثال ہے سیرتِ درشت ہو
زلفوں نے کچھ کہا نہ سنا دل کو لے آئیں دلکش ہے شکل بھی تو وہ بے بحث و گفتگو
سو نگھے ہوئے زمانہ ہو از لبتِ یار کو اب تک وہی شام میں ہلکی ہوئی ہے بو

ہے پنج ہی وہاں کہ نہیں اُس کا کچھ نشان
حیرت ہے اُس کا نقشِ تصور نہ کیوں مٹا
رویا ہوں اس قدر کہ ہوئی تھی ایک اُن
سر ٹھوکروں میں گیند کیا کسے پار کی
حافظ ہے تیرا حال پریشاں خراب کیا
مُوہی سہی میاں پہ وہ محسوس کچھ تو ہو
کی دیدہ رواں نے چراغوں ہی ٹسٹ ٹو
دیکھے جو پوچھے تھی کا حیرت سے نام وہ
اس سر کو کوئی جانے نہ واں آٹھائے کو
ہے یادِ زلف میں یہ پریشانی خوب تو

دیرِ مِٹاں آمدِ یارمِ قدحِ دروست

یوں دیرِ مِٹاں میں وہ آیا کہ قدحِ دروست
تھی نعل سے مرکب کے نکل مہِ نو پید ا
ہست اُن کو میں کیا کہتا خود ہی جو خود نیست
شیعِ دل و سازاں بیٹھی وہ جہاں اٹھا
تک جو اُٹھتا تو سمجھو کہ ملا اس سے
فانوسِ وجود اپنا پروانہ صفت شب بھر
پھرا کہ پھرا جائے حافظ کی جوانی بھی

مست ہے میخوڑاں اُن اُنکھڑیوں سے بدست
بالائے بلند اُس کا دیکھے سے صنوبر پت
اور نیست وہ کیوں ہوتا ہر آنکھ سے جو تھا ہست
غورنائے نظر باز اُن اٹھا جو ہوا وہ پست
کھینچے جو کہاں وسم ہوا بروں سے پیوست
ایک ٹانگ کھڑا جلتا ہے شمع کی ہی مانت
ہر چند نہیں پلٹا پھٹ کر کوئی تیرا زشت

دیں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است

رفیقِ آج زمانے میں جس سے کچھ نہ خلل
خلل پذیر ہی دیکھی جو یہاں بسا دیکھی
جو دیکھے دیدہ حیرت سے دہر پُر شر کو
شرابِ ناپ کی بوتل ہے اور بیاضِ غول
مگر بنائے محبت، اسے نہیں ہے زل
جہاں دکا جہاں پاسے بے ثبات و خل

گزر جریدہ کہ ہے کو چہ ملامت تنگ
نہیں ہوں شغل نہ ہونے سے ایک میں ہل
لگائے دل کسی ہوش کے طرہ سے بے بحث
امیدیں تھیں ترے دیدار سے مجھے کیا کیا
سپاہِ نجاتی نصیبوں کی رونے سے نہ مٹی
نہ پائے لگا کسی دور میں اسے ہشیار

پس یہ تمام کہ عمر عزیز جائے نہ اُصل
بٹھکتے ہیں علماء علم پر نہ کر کے عمل
کہ سعد و نحس کا باعث ہیں زہرہ اور حل
رہ اہل میں نہ ہوتی جو رہتی اہل
ہو نہ دھوئے سے جشی غیثِ ہوش
بلا کی پی گیا حافظ شراب روز ازل

دل دو نیم شد و دلبر ملامت برخاست

دل دو ٹکڑے ہوا کرنے وہ ملامت اٹھا
بیٹھا اُس بزم میں خوشدل کوئی دم بھر کہ بھر
شمع کی اس لب خنداں پہ بال گر اٹھی
سرو گھماے چمن میں سے ہوا در ہمار
ہو کے نام دم ترمی رفتار کے آگے ٹھسکا
مست گزرا بہ صفِ خلوتیان ملکوت
پھینک اس خرقہ کو حافظ کو بچے جان بچو

بولا اٹھ خیبر نہیں پھر تو سلامت اٹھا
ختمِ صحبت پہ نہ آخر یہ نہامت اٹھا
پاؤں شب بھر نہ تیرا یہ ملامت اٹھا
پنکھا جھلنے تھیں اے راضِ قامت اٹھا
سرو سرکش جو دکھانے قد قامت اٹھا
آنکھ پڑنی تھی کہ ایک سرِ قیامت اٹھا
جل وہ سپہِ خرمین سا دس کرامت اٹھا

دیش دوش کہ سرت و خراماں میرٹ

رات دیکھا اسے سرتِ خراماں جاتے
دوست دیرینہ جو کہہ کر اسے ٹوکا بگڑا

پھینک کر جامِ سحرِ لعل زنداں جاتے
پایا آزرہ دل شگفتہ پریشاں جاتے

قصہ خوارِ نرم و خیال لبِ چگون بندھے
جی بھرا ملکِ سیماں سے پُراں جاتے
بے ساجوہری جانِ سخن جساتا تھا
بکلی جاتی تھی اُسے دیکھ کے بس جاتے
گس کی باتوں میں مزا آئی گناہِ یہ سوال
دیکھ کر تجھ کو شکراہہ سُنھناں جاتے
بفتیس پیری تو بے کار گئیں ابستہ
لانے اس کو کرم و رفعتِ سلطان جاتے
درگزرِ جرم سے فرمایے اُس کے شاہا
نہ بنی اُس کو بجر ہو کے ہر ساں جاتے
وہ صنم دیدہ حافظ سے ہو جب اوجھل
اشک بہہ کر میں مسلسل سوائے داماں جاتے!

دیدنی کہ یارِ جزِ سمرِ جو رستمِ نداشت

دیکھا کچھ اُس کو یاد سوائے ستم نہیں
عہد وفا کو توڑ دیا چٹ سے غم نہیں
مست کی جھوٹ گرفتِ خدا صیدِ دل میں گر
کچھ اُس کو پاسِ حرمتِ صیدِ حرم نہیں!
اُس جہ اُس کے ہاتھوں اٹھائی ہیں فتیں
باقی کہیں بھی لوگوں میں اپنا بھم نہیں
شامتِ یہ نختِ بد سے ہے اپنے درگزرِ یار
بیچ پوچھے تو غوگرِ جو رستم نہیں
ساقی پلاٹے بادہ کہے مدعی سے صاف
انکار جس سے کیجے یہ وہ جامِ جم نہیں
اندِ حریمِ دوست کے پایا نہ جس نے بار
بھٹکا وہ وادیوں میں ہی پونچا حرم نہیں
کیا بات ایسے مست کی! دنیا و عاقبت
سب کچھ گنوا کے بیٹھا ہو خوش پہنچ غم نہیں
حافظ کا حق ہے دادِ نصاحتِ حریف
علم و تہتر سے مَس بھی خدائی قسم نہیں

روضہِ خلدِ بریں خلوتِ درویشان است

روضہِ خلدِ بریں خلوتِ درویشان ہے
ایہ مختلشی خدمتِ درویشان ہے

گنجِ عزت کے تلمات عجائب ہیں مگر
 قصرِ فروت کیے تخریب ہے دیانِ حسن کا
 جھک کے قدموں پر رکھے تاجِ کبیر خورشید
 ایسی دولت ہے ہرگز نہیں لایبِ وال
 بادشاہ قبلہ حاجات جہاں میں یہ بھی
 پہرہ شاہِ مقصود و مست اہل شہاں
 کیا جاتا ہے انھیں اپنی بزرگی منعم
 گنجِ قاروں کو دھما چلتا جواب تک نیچے
 آصفِ عہد کا بندہ ہوں کہ ظاہر باطن
 حافظ اس در کا ادب چاہئے سلطانِ ملک

اُس کی کتنی نظرِ محبت و دریاں ہے
 سیر کا وچمنِ نرہست و دریاں ہے
 واہ کیا شانِ اکیلا شوکتِ دریاں ہے
 بے تکلف یہ سمجھ خدِ مست و دریاں ہے
 باعثِ بندگی حضرت و دریاں ہے
 آمینہ اس کا مگر صورت و دریاں ہے
 زور و زریلہ پر نبالت و دریاں ہے
 جانِ اس کا سببِ غیرت و دریاں ہے
 صدرِ ثاجہ ہو در سیرت و دریاں ہے
 سب کا لازم ادب حضرت و دریاں ہے

روزہ کیوشد و عید آمد و دلہا پر خاست

روزے رخصت ہوئے، عید آئی ہو، پھل اٹھا
 نوبتِ زہر و دُشمنِ گراں جاں گزری
 عیب کیا اُس میں جو ہو مجھ سا بلا نوش کوئی
 کیا ہوا پانی کی جو دو چار قدحِ یاروں نے
 کچھ خلل اس میں نہیں اور نہ کچھ عیب کی بات
 بادہ نوش ایسا نہ کچھ جس میں ریا ہوا ہتھ
 حق پرستی کریں اور ہر نہ کسی کا چاہیں

خیم میں دم ہو چکی ہے، اُس کو بھی اب دیکھو ہوا
 شادیانوں کے سنے موسمِ زنداں پہونچا
 عاشق و مست تو کچھ عیب ہی تجھیں نہ خطا
 آبِ انگور پیا، خوں تو کسی کا نہ پیا؟
 عیب ہونے بھی تو جو بے عیب ہو دو اُس کا پتا
 سارے اُن زہر و دُشمنوں سے جو کرتے ہیں ریا
 ناروا بھی ہے مرے نزدیک بائیں خسرتِ روا

ہم نہیں اہل ریا اور نہ پرستارِ نفاق
ماہم عالم اسرار ہے ثنا بد اپنا
گو بہت عشق خط و خال میں بھٹکا حافظ
پائے پر کار بجا قسطِ دل پر ہی با

روزگاریت کہ سودائے تہاں میں منت

کون مدت سے ہو سودائے تہاں میں اپنا
یہ غم عشق نشا دل نگہیں اپنا
دیکھنے کو اُسے ایک دیدہ جاں لازم ہو
یہ نصیب آہ کہاں شہمِ جہان میں اپنا
عشق سے تیرے جو تعلیمِ سخن پائی ہے
ہو زبانوں پہ صلہ رحمت تجھیں اپنا
دولت فقر خدا یا بچھے از رانی ہو
فقر ہی ہو سببِ حشمت و تمکین اپنا
داغِ باد و دستی شمعہ پہ اس درجہ غور
دیکھتے منزلِ سلطانِ لبِ میکس اپنا
جلوہ گر کس کی ہے یہ منزلِ مقصد اپنی
جس کا ہزار میں ہو گل و نسیم اپنا
ساتھ کہ ہم کو پئے زیبِ فلکِ نیت ہو
سرخ تر اماں تو ہو اُسک بھی پس اپنا
ساقِ خطِ حشمت پر دیز کا کیا ہونہ کور
وہ جسے روزِ ایشِ خسرو شیریں اپنا

روئے تو کس ندید و نہارت قریب بہت

ہن دیکھے ہی یہ دیکھو کہ مصداقِ قریب ہو
نہجہ کھلا نہیں کہ ہزار عندلیب ہے
میں ہی تری گئی میں نظر آیا ایک غریب
اس شہر میں تو مجھ سے ہزاروں غریب ہے
گو تجھ سے دور ہوں کہ نہ ہو تجھ سے کوئی دُور
لیکن امید وصل کہ اب غمِ قریب ہے
کچھ قیدِ خانقاہ نہ خراباتِ عشق میں
ایک شہرِ جاسے پر تو روئے حبیب ہے
ہاں کیوں نہ ہو یہ رونقِ بازارِ صومہ
تاؤں دیر دراز ہوا بصلِ صلیب ہے

اسے دوست اور نہ ہی نہیں در نہ طیب ہے
ایک قصہ غریب و حکایت عجیب ہے

عاشق ہوا ہی کون کہ پوچھا نہ یار نے
فریادِ حاقظ ایسی تو کچھ بے مزہ نہیں

روشن از پر تور ویت نظر تہیت کہ میت

ناب در سے تر سے بے بہرہ بھر کوئی ہے
گم جو زلفوں میں رہتی ہو نظر کوئی ہے
شکل جس کو نہ ہو غیبت سے غم کوئی ہے
نہ کہے ہوں جو جنت پر کمر کوئی ہے
تر نہ اشکوں سے جو رکھا پہاڑ کوئی ہے
جب یہ قدغن نہ صبا پر دہم کوئی ہے
بہرہ در تجھ سے نہ جو جس بس کوئی ہے
گھل کے شربت نہ بنی ہو جو شکر کوئی ہے
ان کی منوں نہیں جو راہ گزر کوئی ہے
بے زلفی جو نہ رکھتی ہوا اثر کوئی ہے
منہ نہ پچائے ہو جو یہاں کل خطر کوئی ہے
پر نہیں خوں سے جو پہنائے جگر کوئی ہے
در نہ دل میں جو نہ ہو راہ سفر کوئی ہے
تجھ سے بھلتی نہ ہو جو جان بگر کوئی ہے
بزم رنداں میں نہیں ہو جو خبر کوئی ہے

پر تو رنج سے نہ روشن جو نظر کوئی ہے
محو نظارہ رخسار سی اہل نظر
اشک نماز کا کیا رنگ خجالت نے کیا
مجھ سے بے کس چم کر ظلم کی کسنا ہے
اُس کے دامن کو مکر نہ کرے تاکہ لیم
جاگے کہ وہ نہ کہیں شام نہ رنک کے رنگ
ایک مجھ کو ہی سکایت مری تقدیر سے ہے
کس کو تیرے لب زبانی سے نہیں خوش نصیب
خاکِ رو کے ترس منوں میں مرے پردہ تر
ہے فقط نام کو باقی مری ہستی کا نشان
شیر ڈر جائیں رہ عشق میں رد باہ ٹھہریں
مجھ ہی بیدل کا جگر خوں نہیں تیرے ہاتھوں
تیرے کو چہرے چلے پاؤں میں طاقت یہ کہاں
تو تو کہ شعلہ رشتہ کہ کس چرخ میں ہو
مصلحت ہی نہیں ہے راز کا افشا ہونا

یہ تو بے خال کہ حافض پہ نہیں مرتکبے پھر کمی تجھ میں سہرا ہے نہست کدلی ہے

رواقِ منظر چشمِ اشیاءِ نسبت

ہے طاقِ منظر چشمِ اپنا آشیاءِ ترا
وہ خط و خال کہ دل عاشقوں کا ہو لیا
وصالِ گل سے رہے شاؤ تو بھی لے بلبل
وہ اے ضعیف دل زار ہو بلوں سے عطا
بتن گو دولتِ خدمتِ تیری ہوں در
نہ ایک میں ہی کہ شہد ہو چرخِ شبِ بیدار
ہر لیسے پیسے کو لڑوں پہنچاں میں نہیں
مکو کون بت رہے خدا را سوار شیر نکلن
فلک کو رقص نہ ہو کیوں سرو و مجلس پر

بمراہِ لطیف و کرم آ رہے خانہ خانہ ترا
کشتِ شربِ عیسویہ ہنسی کا پیرام و دانہ ترا
چمن کی جان ہے ہر نذر عاشقانہ ترا
پُر از سفرِ جہاں یاقوت ہے خزانہ ترا
بزل یہ جان کہ ہوں خاکِ آستانہ ترا
نجیب جیلوں کا خرمن ہے ہر برمانہ ترا
لے سرو بھر رہے جانا یہ سنگی خزانہ ترا
سمندِ چرخ بھی کھاتا ہے تازیانہ ترا
ہے شعرِ حافضِ شیریں سخنِ ترانہ ترا

روز و شبِ دلِ نظرم زلفِ یارِ نسبت

راٹن فکر میں یاں زلفِ دینِ یار ہی جو
ڈرہ پروا نہیں اُس کو یہی ہے دشواری
سودا اُچھلا تھا کہ جھٹ لے ہی یا زلفِ دل
بہر کی بھی ہے نظرِ یار کو مجھِ نجستہ پر
لے لے دل لیتا ہے گزشتہ و غیاری سے

یار کو فکر نہ کچھ ہم سے سرو کار ہی ہے
عشق تو اُس کا نہ کچھ بار نہ دشواری ہے
تاکہ بچ شہرہ جانے مراد لدا رہی ہے
ڈر نگہاں سے نہیں ہو جو وغیار ہی ہے
دلبرِ شوخ جنا پیشہ و غیار ہی ہے

پیر بخانہ سے جہانگیر پریا قرض کی دیئے ستہ ائم آستہ انکا ہی ہوا

رسیدہ اہم ہفت میکرہ لامکاں گنجاست

کہاں میں پہونچا کہ جہمت لامکاں ہو جہاں
دو دو پیرے کھیلے کہ دولب ہلائے کیا کرے
گر وہاں ہو جہاں کچھ نہ ہائے چون چرا
مرے نہ مرغ چمن اس گل نگستاں پر
خطاب ہے کلمہ منصور ایسی وحدت میں
نہ کاوے خانہ محبوب کے نگہ حافوظا
پتہ زمیں کا نہ کچھ نام آساں ہے جہاں
نہ تاب پیرن نہ طاقت بیاں ہے جہاں
نہ کوئی شکل صورت جسم و جاں ہے جہاں
بہار آئے نہ ہرگز کبھی خزاں ہے جہاں
نہ جائے حرف و لب خبش زباں ہے جہاں
نہ جانہ حیرے میں بیلہ پاسبان ہے جہاں

زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیت

زاہد ظاہر پرست اس حال سے آگاہ نہیں
ہاں طریقت میں جو پیش آجائے لگے وہ خوب
کھیل کیا کھلتا ہے چل کر ایک پیادہ دیکھئے
ہو کیسی بے نیازی کیا ہی ناوداوری !
صاحب یواں نے چوڑا ہم کو خارج از شمار
کیا ہو یہ شیف بلند؟ اور کیا ہیں یہ نقش نگار؟
جہاں جی چاہئے آستہ جس کی جی چاہئے جائے
ہو تصور اس قیامت ناساز وہ ہنگام کا

جو کہے کہنے دو ہم کو اس کی کچھ پردہ نہیں
ہے صراطِ استقیم اس میں کوئی گمراہ نہیں
پہلے اس شطرنج زنداں میں بھی چلتے نہ نہیں
اس قدر تو زخم پنہاں اور مجال آہ نہیں
کیا حساب شہ میں نہ حسبِ تہ نہ نہیں؟
اس معنی کے کوئی دانا یہاں آگاہ نہیں
یہ جو وہ بکو حاجب و دربان کیا قصہ نہیں
اس کا خلعت تو کسی بھی جسم پر کونہ نہیں

باری نہ جانے کے اندر حق یہ جگر ٹکوں کا ہے
خود فرشتوں کے لئے تو اس دم میں رہ نہیں
بندہ پر و منہاں ہوں جس کے دلیم ہیں کرم
وزنہ مطلقہ شیخ و زاہد گاہ بیتہ اور گم نہیں
صدر بن جا کے کہیں جا قوا تو یہ اس کا کرم
عاشق و مستند اس کو اختیار ہوا ایک تہ نہیں

زلفت ہزارہ دل پہ کیجئے تار و پست:

بستہ ہزار دل ترے اک تار و پستہ ہیں
رستہ راہیوں کے گھر چار و پستہ ہیں
کیوں سر ٹپک ٹپک نہ لیں عاشق شیم پر
بلند فکھکے ہیں رخ سے مشکبوسے ہیں
دیوانہ یوں ہوا مجھ کو ایک انگار کے
اہر و دکھا کے جلوہ ہٹے ڈبروسے ہیں
ساقی نے رنگ رنگ کی بھڑی پیالے میں
کیا کیا نقش تازہ نہکتے جلوے ہیں
کیا جرم خون خم میں صراحی کو پیا لیاں
نرسے میں کیسے نغمہ تھکھک گلوے ہیں
ناخن شہر ارباب فلک حشم باز پر
کچھ شہر بڑے نہ اس لئے چپ کشا گلوے ہیں
کیا راگ تونے رنگ میں مطرب ملا دیا
ایک دم جو اہل حال رسکے باؤ پڑوسے ہیں
حافظ بغیر عشق ہیں جو خواستہ نگار و دل
احرام باندھے تو یہ ہیں کچھ بے وضوے ہیں

زلف آشفتمہ و خوسے کردہ خندان لب و دست

بال بکھرے، عرق آلودہ نہیں لب و دست
واہر ایک بن رقبہ انعمہ سرا جام بدست
نرلیں سحر بھری، لعل پُرافوں و دونوں
نیم شب آکے سر لے کر سوزنا فی نشست
جھٹک کے منہ لاکے مرے کان ہیں آہستہ کہا
خوب سونا ہے نہیں کچھ نہریت و دست
عشق میں جس کیلے بادہ شہگیر ایا
کافر عشق ہو وہ ہو نہ اگر بادہ پرست

زادہ ایک کچھ نہ ہم در دکٹوں کو بدنام
بھڑپا جس سے قدر ہم نے وہی نوش کیا
خندہ جام نے او زلف گر و گیر نکس
دروہی اپنی تو انفع تھی ہوئی رذالت
کیا خبر خمر نشستی تھا کہ وہ باوہ مست
بے بند تو بہ رزو اتو بہ حافظ کے شکست

زگر یہ مردم چشم نشسته در خون است

ہر ایک مروک چشم نشسته در خون ہے
بیاد و عمل لب یار و چشم میگوں یہ
طلوع مشرق کو چہرے سے ہر طاعت ہو
حکایت لب شیریں و طیفہ فسرہا
خبرے دل کی جو قدیں ہے سرود بونی
کیلجہ ٹھنڈا ہو ساقی چلائے دور نہ دور
عجب گھڑی مرے پہلو سے یار نکلتا تھا
نہ ہو گی شاو کسی طرح خاطر بخور
ہو اس کی آرزو حافظ یہ خود فراموشی؟
بہ حال مرواں تیرے لئے دگرگوں ہے
نہیں ہے جام سے نکل اجڑے خون ہے
تو ہم بھی جانیں کہ کچھ طالع بایوں ہے
ننگی طرہ نیلے۔ مقام بخنوں ہے
غن سہرا ہو جو طبع لطیف و موزوں ہے
ہمارا باعث گردش یہ دور گردوں ہے
کہ ہر سرشکبہ واں رشک و دیو جوں ہے
حد و طاقت و کوشش سے بات ہیڑن ہے
گدا کو دیکھو طلب گار گنج قاروں ہے

زراں یار و لنوازم شکریۃ با شکایت

اُس و لنوازم کا ہے ایک شکریۃ با شکایت
بے مزد اور منت کی میں نے کی جو خدمت
بے ابر و کرے وہ تب بھی نہ منحرف ہوں
آفت کے نکتہ دانہ دلچسپ ہو شکایت
یارب نہ ہو کسی کا خدوم بے رعایت!
جو حسیب بہتر دشمن کی کیا غایت

غم لگ گیا ہے کیا کیا تیرا وہ غمزدہ چشم
 گم ہے اندھیری شب میں اس لڑکی کا مقصد
 اے آفتابِ خواباں ایک سوزشِ درد
 جس سمت میں گیا میں وحشتِ زیادہ پائی
 اس راہ کی نہایت کا کیونکہ ہو تصور
 پانی بھی منع دینا زندانِ تشنہ لب کو؟
 ہو عشق تیرا ہی تو بھی مثالِ حافظ

سہارا دتِ ما و آستانِ حضرتِ مست

مری حسین ارادت ہو اُس کی چوٹ ہو
 نظیرِ دوست نہ دیکھی مقابلِ اُس رخ کے
 جمالِ پرتو ہر برگِ گلِ چین کا شمار
 منہ آج دیکھا ہے تیرا پرو پاؤں کا
 صبا سے ہو سکے کیا میری سرجِ دل تنگی
 سبکدوش اور بھی اس دیرِ زمرہ میں ہیں
 زبانِ ناطقہ و صفِ جمالِ یارِیں زالی
 ہوا ہے شانہ مگر زلفِ خبریں میں کہیں

ارادے سے ہے اُسی کے گور قی ہے جو جو
 بجائے آئینہ رکھ دیکھے ہر دمہ دونو
 خدا سے قدرِ ترا ہر سروِ آستانِ لب جو
 کہ پیشِ خیمہ ہے حالِ نحو کا فالِ نکو
 کلی میں تپتیاں لپٹی ہوئی ہیں تو بر تو
 ہے ایک رنگ اور اس پر ہزار سر ہیں ہو
 چہ جائے کلاکِ بریدہ زبانِ پییدہ گو
 کہ بادِ غالیہ سا ہے تو خاکِ غنبر

نہیں ہے آج سے سوزِ طلب یہ حافظ کو

ازل سے داغ ہے دلِ کلِ لالہ خود

سینہ ام زائش دل در غم جانانہ جلا

آتش دل سے یہ سینہ غم جانانہ جلا !
 تن بدن دوری و بے خبر سے سحر سحر جلا
 جس نے زنجیر سحر زلف پر پڑے دیکھی
 آتشیں شکر سے شب شکر تھی دل نور مری
 دل پیالے کی طرح ، تو بہ جڑ کی ٹوٹ گیا
 آتشاؤں سے عجب کیا جڑ ہوئی لہر لہر سے
 اب تو من جا کہ ان آنکھوں نے سہرا بچھو کو
 خرقہ زہر بہا آبِ خرابات میں حیف !
 پی کے مے ، سو بھی کہیں چھوڑیہ قصہ حافظ

ہائے کیا آگ تھی اس گھر میں کہ کاشانہ جلا !
 جان تو آتش جبر رنج جانانہ جلا
 وہ پریشان بہ حال دل دیوانہ جلا
 ایسی دل بوند بنی شکر سے پردانہ جلا
 لالہ ساں طرف جگر بے مے و پیمانہ جلا
 حالت غیر بہ میری دل بیگانہ جلا
 کر دیا منت ، دیا خرقہ بکسرانہ جلا
 غائے عقل گئی آتش خم خانہ جلا
 رات بھر شمع کا دل سنتے یہ افسانہ جلا

ساقیا آمدن عید مبارک باد !

ساقیا عید کا آنا ہو مبارک دل شاد !
 دم قدم سے ترے وابستہ جلیسوں کی شاد
 مسکراؤ کہ رہے دور خزاں میں بھی ہرے
 غائبانہ بھی تعجب ہے کہ اس مدت میں
 دخت زر کی بھی بر آداب قدوس ہو عرض
 چشم بد و دور ، پکا لائے غضب ملک سے

دعائے یاروں سے جو تھے وہ بھی کہیں شکے یاد !
 منزل غم ہو جو دل تجھ کو نہیں چاہے شاد
 بوستانِ سخن و سرو و گلاب و شمشاد
 تونے دل لینے کی نہی ، یاروں کے دل دینے کی داد
 ہم غریبوں کی دعاؤں سے ہوئے ہو آزاد
 طالع نامور و فخرت خوشی باور زاد

کشتی زح ہے حافظ نہ چٹھے یہ سنگت
ورنہ طوفانِ حوادث میں پہ گئی ہمسایہ

ساتھی پیار بادہ کہ ماہِ صیام رفت

ساتھی پلاوے بادہ جو ماہِ صیام جائے
وقتِ عزیز کی بھی قضا چاہیے ضرور
توبہ کے غم میں سوز یہ کب تک بساں عود
وہست کہ کہ ہوش ہی اس کے رہشیاں
زاہد کو تو غور چٹک دے عقدن سے دور
تو جانے زاہد اتیری چٹے کٹی نماز
تجما ایک نقد دل سو بہادر بہائے
حافظ کو سب فضول نصیحت رہ نہ پائے
مے ایک قدح کہ میہم نام میں نام جائے
جو وقت بے حضور صراحتی و جام جائے
مے دے کہ سرت اپنے یہ بولے خام جائے
کب کئے وقت صبح کہ عفتِ شام جائے
رند عاجزی کی راہ سے دارالسلام جائے
عشاق کی تو بن گئی عیشِ مدام جائے
قلب سیاہ کیوں نہ بجائے حرام جائے
صباے عشق جس کے اتر زیرِ کام جائے

ساقیم خضرست دے آبِ حیات

خضر ساتھی میرا مے آبِ حیات
عشق کے دفتر سے یہ روزِ می ملی
تجئے شیریں لبوں کے ہاتھ سے
ہے دم نیلے نسیمِ لطیفِ یار
غمسیر آبِ آتشیں یعنی شراب
شاوِ روحِ زندہ بر خود دار جو
کس کی توبہ لاؤ ساغر ہاتھوں بات
ٹٹنی جہراں ہے عاشق کی برات
قند و مسمری کی کرے پھیکلی نہ بات
مردہ صد سالہ کو بچنے حیات
حل نہیں ہوتی ہیں ہر گونہ مشکلات
بر سر کوئے مٹاں پائے وفات

مصل عمر اپنا حافظ دہریں بادہ صافی ہے باقی دہیات

ساتی بیا کہ یار زرخ پردہ برگرفت

آما قیام یار نے گھومٹ اٹھا دیا
اندھیر غلوں میں سراسر مجھ دیا
شیخ فسر وہ چہرہ برا فروختہ ہو چھ
پیر کین کو رشک جو ناں بنا دیا
جن خوش قدوں کو ناز تھا خوشیوں پر
تیرے حجام ناز نے چپا دکھا دیا
ہے ہے یہ گفتگو ب شیریں و لذیب
پتے پہ ایک غلاف بکری بھی چڑھا دیا
گمراہ مفتیوں کو کیا کیہ عشق نے
دشمن کو طعن دوست رک دی ہل دیا
جو قصہ بغت گنبدِ فلک میں آئے
کو تہ نظر نے کیا ہی ذرا سا بتا دیا
وہ بار غم کہ خاطر خستہ پہ تھا دباں
عیسیٰ نفس کو بھیج خدا نے اٹھا دیا
حافظ کہاں یہ کیا تھا جا دوئے اکلام
تو میر کر کے اُس نے غلافِ طلا دیا

تسکنت شد گل حرا و گشت بلبل مست

کھلا ہے لالہ حرا، ہوئی ہے بلبل مست
صلائے نام ہوئے عاشقانِ بادہ پرست
اباس تو بہ جو تھی علمی میں سنگ صفت
ہوئی ہے شیشہ و ساغر سے آہ کیسی تسکنت
پلاؤ بادہ کہ سرکار بے نیازی میں
ہیں ایک پیادہ و سلطان ہو تیار و مست
سفر سرائے دودرے ہے ناگزیر تو کیا
در دوکانِ معیشت بند و اوسط و پست
مقامِ عیش میسر نہیں بجز محنت
بلا کا بیج تھا قانوں ملی "میں روزِ است
زہمت و ذہنت کے غم سے لول ہو خوش ہ
کہ نیت ہر نہا ہے انجام ہر کمال کہ بہت!

شکوہ آصفی و تخت باو و منطبق طبر
 رہا نہ کچھ بھی کہے گو ہزار بندہ دست
 لگا کے بال و پڑ اڑت کہ تیسرے پر تابی
 از اہست چہ ہو خاک میں ہی پھر پوریت
 کہ شوکت میں جاسے ہمیں میرے رت بہرست

شربتِ ازلی بخش نہ چشمِ شیدہ

چل دیا! شربتِ لب غیرِ شیدہ ہی رہا
 کیا ہی بیزار تھا رکھ زین، ہوا ایسا ہوا
 نہ پھرا فاتحہ اور حسرتِ یمانی پڑھ کر
 خط فرماں سے نہ بڑھنے کی ادھر کیے قسم
 مجھ کو ٹھیکر کے رہنمائی میں کم ہے اب تک
 کر گیا وہ چمنِ حسن و لطافت میں خرام
 ترک خود کرنے کو کہہ کر تھا گیا طالب سے
 صورت اس کی تھی لطافت میں خدا کی صفت
 مالے حافظ کے سے ہیں ویسی ہی آہیں شاید
 دل یہ اس کے رُخِ مہوش کا ندیدہ ہی رہا
 دامن گرد و بچی نظروں سے رسیدہ ہی رہا
 پتھر لکھا بندہ بہ اخلاص و عقیدہ ہی رہا
 چل دیا خیمہ مرے آگے و کوشیدہ ہی رہا
 جان پھیل کے دم میں تھما میں سیدھا ہی رہا
 اور میں سیر و نچمن ماندہ زردیدہ ہی رہا
 وہ اس امید پر اپنے سے بریدہ ہی رہا
 دیکھ کر بھی اُسے دل سب کا ندیدہ ہی رہا
 دم رخصت بھی کہیں دُور زردیدہ ہی رہا

شیدہ ام سخنِ خوش کہ پیرِ کیناں گفت

بہت ہی راست یہ مروی ہو پیرِ کیناں سے
 حدیثِ بولِ قیامت کہ تھا و اعظا شہر
 نشانِ یارِ ساغر کا پوچھئے کس سے
 کہ دروہجہ کی ہو کیسے شرحِ انساں سے
 وہ ایک کنایہ تھا آفاتِ روزِ ہجرال سے
 تھما کے فقرے تو ہوتے ہیں کچھ پریشاں سے

توڑ اسکے چل دیوار در پہ نہ کیا ہی سماں سے
ایسا کہ کیا کر سچا تھا کہ ہر اک پہ ویاں سے
کس ہے پاؤں کی گویا یہ غرور سیلاب سے
رکھے سر انگنوں پہ نکلے جو حکم جاناں سے
نہ تیرا یہ بلکہ چٹا بھاسکے رال وناں سے
نوشی کی خبر ہو، پوچھا دل بیڑیاں سے؟
حدیثیں کہتا تھا لطیف رحیم ورحاں سے
مرا مقولہ نہیں۔ ہر کا قول شیطان سے

فناں کہ وہ نہ نہا مہربان، دشمن و دوست
ہم اور مقام رضا اور خدمت اہل خدا
گرہ لگانہ ہوا میں، چلے اگر حسبِ ارادہ
کے نہ چون و چرا کوئی بندہ مقبل
اداسے دہریہ ہو جائیو نہ لٹا یہ رال
پرانے غم کو پیرانی غم اس سے زب و دیا
چڑھالے باوہ کہ کل پیر سیکہ کیا کیا
کما یہ کس نے کہ حافظ نے چھوڑا میرا خیال

صحن بتاں ذوق بخش صحبت یاں خوش

سو ہم گل ہو مبارک نہکت میو اراں ہے خوش
کیوں ہو شیدا بنے افسان ہو اداں ہے خوش
نالہ کر مٹل کہ گلہ انگب دل انگاراں ہے خوش
ہو تو کچھ رند سی و خوش باشی تیاراں ہے خوش
مثل شعل نالہ شہا سے بیداراں ہے خوش
ہاں نہ سمجھے کوئی احوال جاناں ہے خوش

صحن بتاں ذوق بخش صحبت یاں خوش
بے صبا سے دم بدم تازہ شام جوان دل
گل نے بن کھوئے نقاب آہنگ بہ جلت کر لیا
خوش دلی بازار دنیا میں ملی بس نام کو
میرغ خوش اں کو شرات، بانگ اس کی خود دل
حافظا ترک جاں میں منحصر ہے خوش ملی

صبا اگر گرے اُفتد بہ کثرت دوست

برا کے لائیو ایک گیوئے منبر دوست

صبا جو راہ میں پھانے تجھے کہ کثرت دوست

کبھی رادو حکر کو تو بن کر تو آہمیر دوست
تو قدر سے خاک ہی نہ رہے کو لانا زور دوست
بہت ہی خوبیاں ہیں گردیکہ پائے نظر دوست
پڑھی ہے اس کو تپ حشرت منور دوست
نہ ہم دیں دولت دنیا کو شے از سر دوست
نہیں ہو حافظ مسکین غلام چاکر دوست

تم اسی کی کہ ہر جان دہریں گے انعام
اگر نہ ہو تجھے بار اس کی بارگاہ میں خاص
دیر بخ ایسے گدا کو ہوس وصال اس کا
دل صنوبری صورت ہے بیدوش لڑاں
وہ ہفت بھی نہ قبولے ہیں تو رنج نہیں
نہ قید غم سے ہو آزاد وہ بھی کیوں آخر

صمیم مرغِ چمن با گلِ نو خواستہ گفت

تجھ سے گلشن میں بہت چھوٹے ہیں اتر تو نہ گفت
کسی عاشق کی بھی عشوق سے یہ تلخ بھی گفت
چاہئے نوکِ شرہ سے دریا قوت ہوں گفت
رو بہ کی پتھرِ مرگاں سے نہ سخاں میں گفت
ساقیا جامِ دے رکھ طاق پر تپا کہ گفت
پاکی لہ نہ بسل سے نسیمِ سحری با ہم گفت
بولانا فوس کہ آں دولت بیدار گفت
کیکے اب سوزِ غم عشق چھپے یا ہو نہفت

نوکِ بلبل نے کی ایک دن جو گلِ تازہ گفت
گل نے ہنس کر کہا تیج بات کا کیا رنج وے
گر ہوس جامِ مرصع میں بے عمل کی ہو
تا ابد بوجہی جنت کی نہ سو گئی جس نے
رازِ آفت تو زباں پر ہی نہیں آسکتا
صمیم مرغ میں فردوس کے تجھے حجِ مرے
تختِ جم سے جو ریا جامِ جہاں میں کا پتہ
ہوشِ صبرِ مشکوں نے حافظ کے کیے رعبِ قاب

صوفی از پرتوئے رازِ نہانی دانست

صوفی دیکھے سے جھلک رازِ نہانی جانے
فطرتیں سب کی پیئے لال سا پانی جانے

شرحِ مجموعہ گلِ مرزا سحر ہی سمجھے
آیتِ عشق کو حکمت سے سمجھنے والے
پھولے ایک پھول پہ گر باغِ جہاں کوئی
دو جہاں اس لہ ناکارہ کو دکھلا کے ٹھکا
سنگریزوں کو کرسے دیکھتے ہی صل و گھر
پاسِ خاطر ہی میرا مصلحت و وقت نہیں
غیر ہی کرسے تو کرسے کوئی شب نہیں
یہ جو حافظ کی طبیعت نے پروئے ہوئی

نہ کہ ہر خواندہ جو الفاظ و معانی جانے
یہ بحثِ حقیقہ سمجھ میں نہیں آئی جانے
کاش غارِ مگرمتی باخسزانی جانے
پیرِ آفت کے سوا باقی کو فانی جانے
یہاں جو قدرِ نس باویمانی جانے
ورنہ وہ بھی تو یہ سب دلِ گروانی جانے
مقتب آپ یہ سب عیشِ نہانی جانے
اثرِ تربیتِ آصفِ ثانی جانے

عربِ مدانِ مکن لے راہِ پاکیزہ سرت

ہو زندوں کی نہ کر راہِ پاکیزہ سرت
نام اس کا ہے نہاد آہ تو کیا خوب نہاد
میں بُرا ہوں کہ پھلا تو ہی خبر سے اپنی
تیکہ اعمال پہ بھی خوب نہیں دوست یہاں
کر نہ یا یوس کرم، مطہ ازل کیا جانے
سرِ سلیم مرا اور در سے خانہ اگر
طالبِ یار میں سب کافرو دیندار کست
باغِ جنت کے منزلی آنکھوں پہ سر پہنیر
وقتِ موعود، دوسے حافظ وہ اگر ہاتھ چین

اُن کے اعمالوں سے آلودہ نہ ہو میری نشت
اس کو کہتے ہیں سرت؟ آہ تو کیا خوب سرت
حبِ اعمالِ ثمرائے گی اعمال کی کشت
کلکہ قدرت نے خبر کیا تری کیا لکھ دی نشت
خوب ٹھیرائے کسے اور کسے ناکارہ و زشت
کوئی نافرمان نہ سمجھے تو وہ سر اور کوئی نشت
خانہ عشقِ ہر ایک جا ہے نہ مسجد نہ کشت
میرزی جنت ہیں یہی سایہ بید و لب کشت
میں خرابات سے فی انور بیوتِ جاؤں نشت

شمس تہا دروہ ماوے گرفت

غمِ جاناں کا دل ماوے کو لجا
 دو آبِ چشم کیا سوئی ہمارے
 ہم آتش اور آبِ زندگی اب
 نیم اس طرح غمِ برونہ آتی
 ہمارے ہمت اپنا دتوں سے
 قدِ بالا کا عاشق یوں ہوا میں
 ہم اُس کے سایہ الطاف میں ہیں
 سخنِ حافظ کا وصفِ قد سے سیر
 سہاگہوں کا سر میں سودا
 سہاگر ہے جہاں تو نوؤں والا
 دلِ فروہ کو دے گرم آبِ گرا
 نہ کرتا صبح گروہِ سیر صحرا
 نظر میں ہے بے وہ قدرِ بالا
 ہے اُس سے عاشقوں کا بول بالا
 اُسے تحیف ہے سدہ کا سایا
 ہے سرو یا سمن بوسب سے بالا

کنوں کہ در کفِ گل جامِ بادہ صاف

لے ہیں ہاتھوں میں گل جامِ بادہ صاف
 اٹھا کے دفترِ اشعار تو بھی صحرا چل
 فقیہہ در سہ کل پی گیا تھا کر دی نہر
 شرابِ ناب کہ کچھٹ تھی چپ بن مت کھول
 جُدا ہو خلق سے اعتسافے سیکے یہ سبق
 نہ مان خلق کا کہنا، ہیں دونوں ہا فندہ
 نہ کھول حافظ اور ان پھر را صدوں کو
 زباں پہ بلبلیں کھولے ہیں صدرِ ارا و صاف
 بڑھادے در سہ طے کر کے کشف اور کشفان
 کہ سے حرام پہ ہتہ زرقمہ اوقاف
 ہمارے ساتی نے جیسی پلا دی عین الطاف
 ہے شہرہ گوشہ نشینوں کا قاف سے قافان
 کہا کریں اسے زباں اُس کو بوریہ بان
 چھاپے، قلب میں شہرہ ہے شہر کا مہران

کس بہشت کہ افتادہ آں لبت و نابت

کس راہ میں چھو وہیں اُس دام بلا کا
 پہنچ مان کہ عادی نہیں ہیں رُ و دُریا کا
 صورت سے تری شرم نہ چھوٹ خدا کا
 بے مغر کے دیروں میں گزر گیا ہوجیا کا
 یہاں ناک میں دم کر دیا لڑکا کے صبا کا
 اندھیر ہے مجلس میں سنیں نام ضیا کا
 بولا کہ غلط! غم نہیں ہے یہ وفا کا
 اس میں بھی اٹکھا ہے گرا اپنے پیا کا
 ایک سر نہیں اسرار نہ ہو جس میں خدا کا
 ہے کون دلاور جو سپر ہو نہ قضا کا
 بے شبہ بڑا دل ہے نہ چھوٹا سہا کا
 محراب دوا بروہی میں ہے لطف دعا کا
 ظالم تجھے پاس آیا نہ قرآن خدا کا

ہے کون جو بندہ نہیں اس زلیخ و فاکا
 ہے کل تری آئینہ سلطنت الہی
 دیکھوں نہ کچھ ہو کچھ تو اس رخ آفتاب کا
 تھلید ان آنکھوں کی آگے کیا ہو آگس
 شد مستوار آفتاب کہ وزان معتبر
 لے شبنم دل افروز یہاں تو جو نہیں ہو
 کل وقت و داع یاد آئے عہد دلایا
 تیار غریباں ہے ہر ایک شہر کا منہ
 کیا فرق ہے گریہ پشیمان شیخ ہے اپنا
 عاشق ہنسے تیرا مست نہ ہے کچھ کچھ
 خورشید سے عورت کے ہیں چوں نور کا پتہ
 تراہ ہو تیرا صومعہ یا خلوت صوفی
 خون دل حلقہ میں رنگا پنہ گروا کر

کنوں کہ میدراز بوستانِ نیم بہشت

الہی باد بھی جان بخش دیاور شرت!
 وہ بیوقوف جو چھوڑے یہ کل پہن بہشت

ملکتی آتی ہے گلشن سے کیا نیم بہشت
 چمن حکایت اردی بہشت کتا ہے

بنائے خانہ دل سے ہو، جان خراب
گما بھی آج کرے دعوے بادشاہی کا
نہ بادہ خوار می پہ کہہ دینا دوزخی فوراً
نہ کیجے ترک نماز جنازہ حاقط کی
لٹاش میں ہو بنائے ہماری خاکِ خشت
ہے ابر خیمہ دربار، بارگاہ لب کشت
خبر نہیں کہ وہاں کیا رکھی کسی کی نشت
ہزار غرق گنہ ہو پہ جارہا ہے بشت

گل در بروئے در کفِ معشوقہ بکام ست

دو ماہ بنا، دُہن سے ملا ہاتھ میں جامِ آج!
ہیں کان لگے قولِ نئے و چنگ پہ دونوں
اور عطر کوئی لاکے نہ محفل میں بساؤ
کہہ دو نہیں کچھ روشنی شمع کی حاجت
کچھ قند کا مصری کا بھی مذکور نہ کیجے
مت نام کی پوچھو کہ ہوا نام تو اب ننگ
یہ خوار ہوں سرگشتہ ہوں اور رہند و نظر باز
خبر نہیں کیا آرزوئے حلقب آخر؟
ہے بادہ زوار دوزہی نہ رہیں ہمارے
حافظ نہ کٹے بے د معشوقہ کوئی دم
گر ز دست زلفِ مسکینت خطائے وقت رفت

ہو شاہ جہاں بھی تو ہے بندے کا غلام آج!
ہر آنکھ سوئے لعل لب و گردن جامِ آج
اُن گیسوؤں سے خود ہی موطر ہے شام آج
مجلس میں رنج دوست ہی ہو ماہِ تمام آج
شیریں لب شیریں ہیں خود ہی لبِ کام آج
اور ننگ کی کیا بات کہ ہو ننگ ہی نام آج
بھٹ سا نہ کوئی شہر میں، و ایک تو نام آج
مجرم کے مقدر میں جو ہے عیشِ مدام آج؟
بن تیرے پر اے سر و گل اندامِ حرام آج
سہے عہدِ گل و یاسن و عیدِ صیام آج

گر ز دست زلفِ مسکینت خطائے وقت رفت

ہو گئی گرز زلفِ مشکیں سے خطا کچھ ہو گئی
خال کا فر سے بھی جانے دو جہا کچھ ہو گئی

ہینوا پر گرم چشم بادشاہ کچھ ہو گئی
جان جانے اور جاناں بات کیا کچھ ہو گئی؟
جی سے دھو ڈالی کہ درت جب پر کچھ ہو گئی
خیر گزری سی وہ بلا تھی یا دبا کچھ ہو گئی
گفتگو گر دوستوں میں بے مزاج کچھ ہو گئی
پائے آزاداں پہ بھی بندش بھلا کچھ ہو گئی؟

جل گیا تو جل گیا ایک خرمین پشمین پوش
لے گیا دل غمزدہ دلدار کو لے گیا
ساقیائے دے کہ رنجش اپنے ندب میں نہیں
عشق بازی میں تھل چاہیے دل صبر کر
طول دیتے ہیں سخن چیں نہ ہوزت گزشت
جائے گر جائے کہیں حیرت سے حافظ و اعطا

حل سیراب نگوں تشہ لب یارِ منت

اُس سے دوچار ہو جگر یہ دل زار کا ہے
دیکھ کر آنکھ سے پھر نہ مرے انکار کا ہے؟
شارع خاص یہ منزل کہہ دلدار کا ہے
قدر داں عشقِ بیت مست قدحِ خوار کا ہے
کیا ہی؟ ایک شمع خوشبو مرے عطار کا ہے
رنگ برگل میں مرے چشمہٴ خنبار کا ہے
ویدہ نرگس کا معالج دل بیمار کا ہے
یارِ شیریں سخنِ نادرہ گفتار کا ہے

حل سیراب تشہ نگوں یار کا ہے
کیونکہ دل لیتے ہیں چشمِ سیرگانِ راز؛
سارباں ٹھیر ہیں جانے دے پیدل سر کوہ
اے رہنے نخت؛ کہ اس قحطِ وفا میں اپنا
نیشہٴ عطر میں اور ظرفِ عمیرِ فناں میں
باغباں باغِ بدرِ مجھ کو نہ کر شبل نسیم
لکے دے گلِ قند لب یارِ مرے نسخے میں
حافظ ایک نکتے کا اس طرزِ غزل میں غزل

مطلب طاعت و پیمانِ رست از من است

جس سے منوب ہوئی بادکشی روزِ راست

کلہ روزہ نماز، ان کو میں کیا جانوں رست

چار گھیر گھیریں سے پہلے اٹھا کر وہ دست
کس کے دم کا ہول ہیں یوں تو کس نکل پرت
یعنی یادیں نہ جھٹکتے ہوئے باہر پرت
نہ رکھتا نکل پرت کی کوئی بندہ دہشت!
ختم اس گنبدِ نیریزہ میں جو کس کی نشت
یعنی کچھ عشق سے حاصل نہیں جو باد بدست

حوض پر عشق کے جس توت کیرا میں نے غصہ
سے پا کر مجھے سب پوچھے اسرار یہاں
مگر کوہِ یہاں بال سے باریک سمجھ
صدقے اس غمخو وہن کے کہ جہاں آئے
بجز اس نرگس ستارہ کے چشم بدوور
ہے ترے عشق کی دولت بیداں حافظ

مرحبا اے پیکِ شقائق ہر پیغامِ دوست

دل تو کیا ہم جان بھی دیدیں فکے نامِ دوست
طوٹتی طبع اپنا ہر شکر و بادامِ دوست
دور و سر سفر ہونے کو تیرا پیش آئیں ہر دم دوست
ایک دانے کی ہوس کے ادا کیا دامِ دوست
مجھ سپا یا ہمازل میں جس نے ہم جامِ دوست
ترک مقصد اپنا کر دیں ہم بنا دیں کامِ دوست
خاک رہ جس کو شربت کر گئے اقلامِ دوست
درو بجے دریاں سمجھا درو بجے آرامِ دوست

مرحبا اے پیکِ شقائق سنا پیغامِ دوست
والہ و شیدا ہے دایم نل بیل در نفس
خط میں لکھے شریحِ حال دل اُسے بس مختصر
زلفِ جاناں دامِ دانہ خال ہم طائرِ بدم
سرسزمی سے اٹھائے تاہر صبح روزِ حشر
قصد میں اپنے دھال اور دوست کے جی میں ات
ہاتھ آجائے تو سر نہ ہی بسائیں آنکھ کا
حافظ اُس کے سوز میں جلنا نہ ہونا چارہ جو

منم کہ گوشہ خنم خانہ خالقہ نشت

میں ہی ہوں گوشہ خنم خانہ خالقہ مرا
دعا کے پیرِ مغان در درجہ بھگتا مرا

تو کم ہے تیج کا نالہ یہ ہزار خواہ مرا
گدا کے لئے جنت ہے یا دشاہ مرا
غرض کچھ اور نہیں ہے نہ اگر او مرا
وگر نہ ہے ورنہ دل سے لب نہاہ مرا
فلک بے منہ و خورشید تکیہ گاہ مرا
دوبہ ہنہ شہر ہے یہی کہہ کر ہاں گناہ مرا

بے بے شراب و ترانہ اگر صبح بری
گداؤ شاہ سے آراہوں کھراشد
غرض ہے مسجد و تخانہ سے تلاش تری
طباب نیمہ تن کا ٹٹے اجل و ممان
سر آشاں پہ ترے رکھ کے پچھتایا ہوں
گناہ پر گو نہیں اختیار کچھ حافظ

ماہم ایں ہفتہ شد از شہر و چشم سالیبت

حال جہاں بھی عجب جانے مشکل حال ایک
عکس اپنا ہی تھا مجھے جسے ٹسکیں خال ایک
ہم غریبوں کے ہی حق میں ہو عجب ہال ایک
ہر قرۃ شہو گری میں صفت قبال ایک
خود ہاں اس کل ہو اس باب میں استدلال ایک
نیمہ سے بدلے نہ نیت ہو مبارک فال ایک
حافظ خستہ کاتن گھل کے رہا ہو بال ایک

ہفتہ اُس مہ کو گئے شہر سے گور سال ایک
مردم دیدہ کی تھی رُخ کی لطافت پہ نظر
انگلیاں شہر میں اٹھتی ہیں سخاوت پہ تری
لب شیریں سے ابھی دودھ کی پو آتی ہے
جو ہر فرد میں من بعد نہیں شہ پہ و شک
خوش خبر کے یہ افواہ کہ وہ آتے ہیں
کوہ اندوہ فراق آپ کا کیوں کر کھینچے

مار از خیال تو چہ پڑاے شراب

خُم سے کو سر پھوٹے ہے خنجانہ خراب آج
ہر شربت عذاب عین الم بلکہ عذاب آج

دُمن میں تری کب مجھ کو ہی پڑاے شراب آج
ہو خمر ہستی بھی تو پھینکو کہ بلا دوست

ہشیار ہوا وہ وہ دہائیوں چین سے بچھو
مغوثہ کھٹے بندوں پھرا کرتی تھی آگے
دلبر گیا صد حیف ہر ہادیج گر یاں
سوشع ترے حسن سے ہیں دل میں فروزاں
بے سوائے دل آراترے اسے شمع دل افروز
ہیں بندر و دوست سیراب رواں چل
بھونہ مرے سر میں کوئی جائے نصیحت
کیا شان تری شان کہ اُس شان کے آگے
حافظ بھی ہے گر زند و نظر باز تو کیا ہے

اس سیل وادوم سے یہ گھر ہوگا خراب آج
ناخروہوں کی وجہ سے ڈالے ہوں تاب آج
یاو اُس کے خط خوب کی ہو نقش بر آب آج
ہر جہ کہ اپنا بیچ میں صد باہی جاب آج
دل رقص میں ایک بر سر آتش ہو کباب آج
تا تجھ کو نظر آئے جہاں جملہ سراب آج
اس حجر وین ہے زمزمہ جنگ رباب آج
خورشید فلک لگتا ہے ایک ورق آب آج
ہوتے ہیں جوانی میں ہے اُس کا بھی شباب آج

ماراز آرزوئے تو پروا کے خواب نیست

حاشا جو تیری یاد میں پروا کے خواب ہو
پائے نہ ختم مت کے دوراں میں ہوشیار
دیکھو بجے اسی کے کسی غم میں مبتلا
در پر جو تیرے کشتہ ہوا تیرے ہاتھ سے
حافظ ہوا عشق میں تپ کر مثال زر
بے روئے دلفریب یہ جینا صواب ہو
ہر آنکہ دن کو دیکھتی اُس کے ہی خواب ہو
ایک دل نہ دیکھا جس کی نہ حالت خواب ہو
کچھ قبر میں نہ اُس سے سوال و جواب ہو
عاشق ہی کیا وہ جس کو نہ پسینہ لی تاب ہو

مدام مت میدار و نیم جہد کیسویت !

ہیشہ مت رہتا ہوں نیم جہد کیسویں سے
خراب خستہ ہوں دایم فریب چشم جادو سے

بہت کرٹی سیکھائی کسی دن تو الہی ہوا
جگہ نقش سویدا کو عطا کی دیدہ دل میں
اب تک ہو اگر تیر نظر زیبا بیش عالم
وگر رسم فنا چاہے کہ اٹھے ہی جاتے دنیا سے
صبا و بندہ مسکین میں سرگرواں عبتِ ذوں
عنایت صبا کی میں ترانہ نون نکھت ہوں
سو او دیدہ دایم خون دل میں کھیتے آخر
نہ دنیا اور نہ عقبیٰ، آفریں حافظ کی تہمت کو

کہ شمع دیدہ روشن باغِ محرابِ ابرو سے
کہ ہر دم نسیم ہم تو نیرِ عکسِ خالِ ہند سے
جہاں سے کہہ اٹھانے پر دیکھم دے نیکو سے
جھٹکنے لے لاکھوں چھٹ پڑیں لبِ خرم ہو
میں انہوں نگاہ مست سے دے دے کیوں سے
وگر نہ گئے تو بے اتنے سویرے، اس سرگ سے
عزیزا زجاں ہوا ہی دل کہ یادِ خالِ ہند سے
یہ کیا ہے، بہر سرِ خٹاکِ قدس، اس سرگ سے

مردم دیدہ ماجرہ برخت ناظرینست

دینے جب کھئے صورت کا تیری ناظر ہے
اشک احرام طوائفِ حرم یار میں ہے
مُرخ وحشی کی طرح بندِ قفس ہو یارِ ب
عاشقِ مفلس اگر قلبِ لاپائے شمار
آئے پر آئے، لگے سرو بلند ہاتھ لگے
اُن بھی منہ سے نہ تیر آتشِ سودا بھلی
روزِ اول ہی تیری زلف پہ دل بولا تھا
ذکرِ جان بخشی عیسیٰ ترے لب کے آگے؟
وصلِ جاناں نہیں حافظ کی تمنا تھا

دلِ سودا و زہ جب سینے ترا ڈاکر ہے
خونِ دل بہنے سے ایک دم بھی نہ گوطاہر ہے
طاہرِ سدرہ نہ گراں اس کے لئے سایہ ہے
زود نہ کہ نقدِ رواں پر وہ نہیں قادر ہے
طالبِ یارِ طلب میں جو نہیں قاصر ہے
اب بھی تنک ہو کہ تیر داغِ دلِ صابر ہے؟
کہ پریشانی کا یہ سلسلہ بے آخر ہے
اس طرح رُوحِ فرائی پر وہ کب قادر ہے
جو نہ اس فکر میں ہو کونسی وہ خاطر ہے؟

مذمتِ کائناتِ سولے اور چارچاند

سوزش سو اس کے جانوں دلوں سے جان بچتی
غریبوں کا ہنگامہ ہو، بدقسمتوں کا گھر ہو
آبِ حیات میں بنو نہ اس کی لعل کی شکر باری
لائے دل میں کر کشتِ فیروز، اروجی، کو کسم
غیب کے اسرار سے واقف نہیں ہر دل مگر
و اعطاکب تک بگھارے پچاسا لیلِ دین کے
حافظ اس احساں کا ہوں ممنون تار و زہرا

ایک تمنا ہے کہ بس دایم دلی ویراں میں ہے
چشمہ خورشید کو اس پہنچے چو شاں میں ہے
پر تو اس خورشید کا قوسِ مہتاباں میں ہے
ہم کسی کے جی میں ہیں کوئی ہماری جاں میں ہے
اس بلند احرار پرستی کا حرم جاں میں ہے
دین و دنیا سب ہمارا منہر جانوں میں ہے
درو داں کے وہ چشمِ آمل سے ہی رہاں میں ہے

میرزا بخش میری اندر سراپا میری

جان! جانا تیرا بھایا، آسیر پا جانِ دُوں
پھر تو کہہ دینے میں جاں اپنی مجھے جلدی ہو گیا
کیا کہا؟ دیں گے یہ نوش لبِ بہم و رو، دوا
عاشقِ مجبور ہوں! محوِ رسانی سے کیس
لگ نہ جائے خوش خدائی کو کہیں ل کی نذر
عمر گوری رنجِ مژگاں سے عیالیت کو ہری

تُرکِ ترکاں خوشخامی اپنی دکھا جانِ دُوں
رکھ بھی دانتِ لقا ضا، بے تقاضا جانِ دُوں
ورو کے قربان ہوں، ہر مدا جانِ دُوں
ہو خراماں تاکہ پیشِ قدرِ عزا جانِ دُوں
تلملاتا ہے کہ بس اس کے تیرا جانِ دُوں
ایک نظر دیکھتے تو زیرِ چشمِ شہلا جانِ دُوں

اُس کی خلوت میں گہرِ حافظ نہیں ہو نہ ہو
خوش گور ہیں اس کے سب دن جائے جس جانوں

ہر آنِ مخمّنہ نظر کے لئے سعادتِ رفت

برایک سعید جو یاں طالبِ سعادت ہو
بہرِ طبلِ درویشانِ ہی ہر صوفیوں پہ تمام
سنو مراغنِ معرفت کہ روحِ القدس
بہتجے ہی کچھ نہ مرے رانچے میں جو رندی
ہے صبح ہی سے ترا طرزِ کچھ نیا شاید
دکھائے مجھ کو بھی کچھ طبیبِ عیسے دم
براہِ مسکدہ جانکلا خانقہ حافط
ہیں اُس کا میکدہ ہی قبلاً ارادت ہو
وہ تیر عشقِ جو در عالمِ شہاوت ہو
مردِ چہ ہو تو نہ کیوں نہ در سعادت ہو
پڑا شراب میں ہی کوکبِ ولادت ہو
نہ شب کی پی گیا کچھ شیش تر سعادت ہو
نہ اس علیل کی خالی فقط عیادت ہو
الہی وہ ہوا ب اور گوشہ عبادت ہو

یارِ آں شمع شبِ افروز کا شانہ کیمیت

شمع روشن ہے خدا کس کے یہ کاشانے کی !
ماہِ رخِ شاہِ منشس، ہر ہر جنیں اکون ہوئے ؟
حاجت اس شمعِ سعادت کے تقرب کے لئے
یہ لبِ حل کہ بن چکھے میں ان کا ہوں خراب
کس کا ہوا خواب ہے یہ خانہ بر انداز مرا
سب کے افوں چلے اُس پر یہ نہ معلوم ہوا
جان کس کی ہو ؟ کوہِ دم پہ بنی جانے کی !
دُرج بھی ہو کوئی اس بے ہادو دلے کی ؟
پوچھ دو بہرِ خدا کس کے ہے پروانے کی ؟
مے کہاں پیتے ہیں کس کا سہہ پیانے کی ؟
ردنقِ افزائی پہ کرتا ہے کس خانے کی ؟
دلِ نازک پہ لگی چوٹ کس افسانے کی ؟

آہ دیوانہ ہے حافظِ تراشِ سن کر یہ ہنسا

کس کا دیوانہ ؟ لہو اچھی کہی دیوانے کی ؟

یارِ پیمبرؐ سارے کہ یارِ ہم بہ سلامت

کچھ ایسی ہو یارب کہ وہ باخیر و سلامت
اُس یارِ مسافر کی لگا پاؤں کی مٹی
فریاد کہ شربت سے کرتے ہیں نظر بند
نہ یہاں نہیں ہے یاد ترے جو رہ ہرگز
تقریرِ وہیاں میں جو کہ عشق کا مذکور
درویش ! نہ کر نازِ تیرے تیغِ اجسا
خزقہ کو لگا آگِ خیمِ ابروے ساتی
ہوں آج ترے بس میں تو کہ مجھ پہ تر خیم
سر نہ لگا کیا بحثِ سبزلت سے حافظ

آجائے اُسٹھے مجھ پہ سے یہ بارِ غرامت
اُنٹھوں کہ جہاں ہیں کروں بچائے آفاست
وہ خال و خطا و زلفِ نیک و عارضِ قنارت
بیدارِ لطیفوں کی ہے سب لطف و کرامت
بات اُس سے نہ کچھ چاہتے ہرگز، خیر سلامت
مروے پہ پس از مرگ بھی ہے آئینِ شامت
ڈھانے کو چلا گوشہِ محرابِ امانت
کچھ نفع نہیں دینے کے کل اشکِ ندامت
یہ سلسلہ سٹھے گا نہ تھما سچ قیامت !

دروماںِ نیت درماںِ النیاء

درو دل کا ہونہ درماںِ النیاء !
دینِ دل لے کر بڑھایا جاں پہ ہاتھ
ایک بوسے کے عوض یہ دستاں
خونِ دل کا فردوس نے پی لیا
رحمِ مسکینوں پہ کراے روزِ وصل
نت نے غم کا ہیں باعث یہ حرین

کچھ نہ ہو فرقت کا پایاںِ النیاء !
النیاء از جو رنوباںِ النیاء
کرتے ہیں یارِ مطلبِ جاںِ النیاء
مومنو ! کچھ اس کا درماںِ النیاء
اے شبِ تاریکِ ہجرِ انِ النیاء
تنگ ہیں ان دلِ جاںِ النیاء

یہ خود ایشل حائطہ و زوشب ہم سہی ہیں، اہل و گریاں الفیاض

مشرکہ ازہمہ دلبر الہامی بارج

رواہے مانگے اگر حبلہ دلبروں سے خراج
ان آنکھوں سے ہوں خطا و حق میں روشن
بیاض رخ ہے اگر آفتاب سے روشن
خضر ہیں لب تو دہن چشمہ آب حیا کا
وہاں تنگ پائے خضر کو آب بقا
رہے مریض ہی، اب ہو چکی شفا ہم کو
ارے یہ سنگدلی دل سے اجان کے دشمن!
ہوس میں بندگی نہ کی کہا ہے حافظ

جہاں میں آج حینوں کا تو ہی ہے ستر لاج
تو ہند و چین و ماچین تک مئے زلف کو لاج
جہاں زلف ایک اندھیر غری چوٹ لاج
جو سرو قد، تو کمر بال، سطح گردن علج
لبوں کے قد نے مصری کا کھو دیا ہو لاج
کہ درد دل کہا نہیں آپ کے بھی پاس علج
ہے دل تو شیشہ فقط ایک ٹھیس کا محتاج
کہ کاش میں بھی غلامان در میں ہوتا آج

اگر محمد حبیب تو خون عاشق ست مباح

اگر ہو خون ترے مذہب میں عاشقوں کا مباح
صلاح و تقویٰ و توبہ کا ذکر کیا ہم سے
کسی کی یادیں، ایک دو پیالے ہیں کیا چیز؟
ہوئے وہ مہربان آنکھوں سے بحر اور دریا
ہے قوت روح وہ آب حیا و لب جس سے
یا ہی زلف کی تفسیر یہ جاعل الظلمات

وہی صلاح ہو میری بھی ہو جو تیری صلاح
نہ زند و عاشق و جنوں کے کوئی چاہے صلاح
و نحن نَشْرِبُ شَرِبًا كَذَلِكَ الْاِقْداح
کہ ناخن ان میں ڈوبنے سے دلتے ہیں تاج
وجود خالی خاق میں ہے قوت و راج
بیاض رخ ہے اگر شرع ناقص الیہ صلاح

کنیزِ لعل کے پھندے سے غلصہ نہ رہی
بصدِ فریبِ بچی بوسہ نہ لعل لب نے دیا
نہ تیر عمر کا ابرو کہاں سے شکلِ نجار
نہ نکلی آرزوئے دل کے ہزارِ الحاح
دوامِ دور میں جب تک رہیں مسوا و صبح
وہاں خیر تری و روٹھیری حافط کا

بہیں ہلالِ محرم بخواہ ساغرا ح

وہ دیکھ! چاندِ محرم کا مانگ ساغرا ح
زمانِ مہلِ عنایت ہے قدرِ داں کے لئے
کہ ماہِ امن و اماں ہو تو سالِ صلح و صلح
نکالیں صلح کے رستے سے کوئی نکلِ فلاح
عمل کو دیکھ کے مفتوحِ جی لڑتا ہے :
میں مت اہل ہوں کس بندگی کا کیا جانوں
چراغِ جام سے روشن ہوئی ہو جن کی صبا
انند کے تازہ بچیں رات دن مسوا و صبح
ہے ہمد شاہِ شجاع اور دورِ حکمت و شمع
آسیدِ صبح میں جاگے جو تاحِ حافط کا

دل من در ہوائے روئے فرخ !

لگی دل کہ ہوائے روئے فرخ
نسیمِ مشک تا تارِ می خجل ہو
کہ ہے آشنہِ شلِ موئے فرخ
جو سو نگھٹے نئے عنبر بوسے فرخ
مثالِ بیدار نے سروِ بستان
اگر دیکھ قد و جوئے فرخ
پلا ساقی شرابِ ارغوانی
بیادِ زکس جادوئے فرخ

دو دما بجھ کر ہوا ہے قد پارا
 ہر ایک دل ہو ماہو ایک پنہ پائل
 وہی ایک رو سیہ ہے نیک طالع
 ہو بر خوردار اس صورت یاں کن
 کماں پیوستہ جوں ابروئے فرخ
 ہمارا دل ہے پائل سوئے فرخ
 جو ہے ہمارا وہم پہلوئے فرخ
 بجز ایک گیموئے ہندوئے فرخ
 جو ادلے چاکر ہندوئے فرخ
 ہوں تابع اُس کی مرضی چنی حفا

آنرا کہ جام بان صہاش میدہند

جس کو وہ جام بادہ صہاش عطا کریں
 صوفی نہ ہو تو منکر رنداں قضا و قدر
 خوش خوش رہو یہاں کہ حریفانِ خوش
 ساقی اٹھا لا بادہ شکر نگ مشکبو
 اُس کو ہی اندرونِ حرم جاعطا کریں
 تلاش ہی کو کسمندر و شہر عطا کریں
 نہیں کھلے کو ہی وہ جام طرب عطا کریں
 بھڑے پہ درہ عقل کے داما عطا کریں
 جو بینوا نہیں ہے اُسے کیا عطا کریں
 وعدہ ہی کر کے الیں کہ فردا عطا کریں
 تیرے چرم وصل میں گر جاعطا کریں
 حفاظ نہ کئے جنتِ فردوس سے کبھی

آنکس کہ بدست جام دارد

نت ہاتھ میں یاں جو جام رکھے
 جس گمونٹ سے نہ نہضتِ خضر
 سلطانِ جسمِ بدم رکھے
 تب ہی یہ خوش انتظام رکھے
 ہے جم کی زمام جام کے ہاتھ

توفیق نہی تجھے بھائے مجھے کوئی نہ
 یادِ رخ و زلف ایک کسک ہو
 ساقی تیرے لب کا منتظر ہے
 زخمِ دل درو مند میں اس
 نرگس نے بھی شیوہ ہائے مستی
 اُس چاہِ دُمن میں اپنا پس
 اب دیکھیں وہ کس سے کام رکھے
 بیچپن جو صبح و شام رکھے
 جو بزم میں سلق و کام رکھے
 ہمسہر کر تکاب طعام رکھے
 اُن آنکھوں سے رے کئے ام رکھے
 حافظ سے بہت غلام رکھے

آنکھ از سبیل او غالیہ تابے دارد

جس کے حُسن کی تک غالیہ کو آب رکھے
 قتل کرتے ہیں وہ آڑ جائے نہ کیوں شمل ہوا
 ماہِ خورشید تھا زلفوں سے یوں روشن تھا
 آبِ یوانِ جیسا لبِ یار تو روشن ہے سراب
 ہر طرف ہو مری آنکھوں کا روانِ مجھے سرِ شک
 قتل میں عینِ صواب اس کی خطا نامِ خدا
 چشمِ محمور کا دل رے کے کچھ پہ ہو دانت
 شعوت سے تم نہیں پیا میں پرش کا خود ہی
 اس کے تیرے کی کوئی دل نہ کیا تاب رکھے
 تیزی اس عمر کو بھیری ہی اکوں تاب رکھے
 اب جس طرح جھلکا رخِ مست اب رکھے
 خضر کو جھوٹی نائش سے بے سیراب رکھے
 آسمی سر و قد بار کو شاد اب رکھے
 غمزہ شوخی میں یہ ایکٹال ہی لایا اب رکھے
 ترکِ بخوار ہر ایک شوقِ شنِ چاب رکھے
 نوش لب دے کے جواب میں کوٹھیا اب رکھے

دیکھے خستہ دل حافظ کو نہ ان چشموں سے
 ورنہ عالم کو خراب اور تیرے آب رکھے

آنکھ زخاں ترا رنگ گل و نسیم و

رنگ کو تھے دید جو گل و نسیم کا
 صبر و آرام نہ بخٹھے گا دل مسکین کا
 لطف گیسو کو سکھاتا ہو تناول کرنے
 عدل بھی چاہے بدلانے لنگیں کا
 فاتحہ پڑھ لی تھی نرگس کی ہم نے تو جہی
 نام چیتے اُس سے جس روزِ شامِ شیریں کا
 گنج دولت نہ ہوا، ہر گنجِ فضاغت اپنا
 شاہ کو وہ دیا حصہ یہ کیا مسکین کا
 دیکھنے میں ہو بہت خوب عروسِ دنیا
 سرہی ہو تا ہو عوض اس کے کر کاہیں کا
 اب یہ ہاتھ وہ دامن ترالے شہر بند
 خاصہ ان روزوں کہ آنا نہ ہو فردین کا
 اڈالا غم دور اس نے نہ چھوڑا حلقہ
 دامنِ انجہ دور ان جلال الدین کا

آنکھ خاک را بنظر کیمیا کشم

وہ ایک نظر میں خاک کو جو کیمیا کریں
 میری طرف بھی کاش نہ ترہی نگاہ کریں
 پہونچے نہ میرے درد کو یہ نام کے طیب
 اب تو دستِ غیب سے میری دعا کریں
 چہرے سے اپنے وہ تو اٹھاتے نہیں نقاب
 صورت کا ہم بیان تصور سے کیا کریں
 پردے میں بیٹھے کہ تو بیاہیں یہ کچھ ستم
 پر وہ اٹھ کے کیوں تیامت بپا کریں
 بے معرفت نہ جائیو باز ار عشق میں
 ساکھ آدمی کو دیکھ کے پہچان کا کریں
 حاسد نہ دیکھ پائیں بلائے چہپا کے پاس
 چھپ کر سلوک جیسے محبِ خدا کریں
 آجائے خالقہ میں تو اہل حضور سب
 اوقاتِ حلقہ تجھ پہ ہی صرف دعا کریں
 چھپ کر ہی گئی نظرِ خلق سے نہاں
 بہتہ نماز سے جو دکھا کر ادا کریں

کچھ نیک و بد یہ جب نہیں موتِ مختفرت
پتھر کے دل سے جھنجھکھل جائے کیا عجب
یوسف کی بوسے ہائے جو ہو پیر بن بسا
حافظ کسی کو وصل میسر نہیں مدام
چھڑکیوں سے بیٹھے آس کے کرم پر رہا کریں
گر اہل درد و حرفتِ مجتہد ادا کریں
وہ پیر بن برادرِ یوسف قبا کریں؟
کم ہی نظر فقیر چہ سب بادشاہ کریں

آں یارِ کر و خانہ مارِ شکِ پری بود

وہ یارِ مکاں جس سے ہر مارِ شکِ پری تھا
اس شہر میں آس کی ہی خوشبو پہ بے تھے
تار اتھا وہ دمِ چشمِ خرد کا آسے حاصل
دیر یا و گُل و سبزہ تھے دُکھ پہ آسے
شمرندہ ہو اے دل کہ تُو درویش تھا اور وہ
ہاتھ آکے نکل جائے وہ لے اخترِ بدعہر
ایک میرے ہی یہاں از کا پڑہ نہ ہوا افاش
دن تھے وہی آس یار کی صحبت میں جو گزرے
ہر گنجِ سعادت جو بلا غیب سے حافظا
سرا بدم ایک پری عیبوں سے بری تھا
کیا جانتے تھے یارِ سافر سفری تھا
حُسن و ادب و دیدہ صاحبِ نظری تھا
افسوس کہ وہ گنج گھر گھڑی تھا
ایک حُسن کی پہننے کلمہ تا جو رمی تھا
آفت کا ترادور بھی دوسری تھا
جب سے ہو فلک کا رنفلک پڑہ درمی تھا
وقت اور تو بے حاصلی دے شری تھا
تا شیرِ ناز شب و درِ سحری تھا

آں کسیت کر و روے کرم با من و فاداری کُند

ہے کوئی از راہِ کرم بچے سے جو کچھ یاری کرے؟
گائے بجائے چنگ و نے پیغامِ جانانِ لکود
جھجھکے ایک بد کا سے قدرے نکو کاری کرے؟
پھر پے بہ پے پیانہ دے کہ ہوا داری کرے

اُمید پر موجود ہے دلہر ہے : دلاری کرے
 بولا ہمارا حکم ہے تجھ سے یہ طاری کرے
 کیا اٹھکوسی بیڑی کا غم جب پیشہ عیاری کرے
 سلطان سے کیونکر دوستی ایک ند بازاری کرے
 ایک رمز مستی کہہ دو تو تاثر ک ہشیاری کرے
 یا فخر دیں جلد تصد کچھ میری غمخواری کرے
 وہ طرہ بشیرنگ بھی ہر چند نکاری کرے

جانور ہے ابے سود ہے ، تندرہ مقصود ہے
 میں نے کہا اس طرہ نے کھولی نگہ ل کی گرہ؟
 وہ طرہ پر پیچ و خم کم ہے جو کچھ توڑے ستم
 مجھ سا گلے بے نشاں ہوا اس کلمہ عیش نہاں؟
 پشیمہ پوش ایک تند خو جانے لگایا و عشق کو؟
 ہے فکر غم بے حد داسے بخت طالع کچھ درد
 جب آنکھ پر نیزنگ ہو حافظہ دیکھ اور دنگ

ابر آزاری برآمد باد نوروزی وزید

باد وہ مطرب بھی آپہنچیں تو کج ہو جائے عید
 کب تک لے چرخ یہ شرمندگی : زرنہ پدید؟
 باد وہ دگل چاہیے تو رک کے خرقة لے خرید
 نیک نامی کے نہیں جائے کو کیسے قطع و برید؟
 گوشہ گیروں سے کہو ہوں عافیت سے ناامید
 زلف کے بھی یہ تطا دل کس سے تجھے دیشیند
 ہر عاکی میرے آئیں وار دیتے تجھے رسید

چھائی ساون کی گھٹا، ٹھنڈی ہوا دل کی کلید
 شاہدوں کی گرم بازاری یہ، اور خالی ہو جیب
 سخت یہاں قحط سخاوت ہے بچا لے ابرو
 عام بندی میں ہو وامن پٹھا تو عیب کیا
 عدل سلطان ہونہ گم پر سان مظلومان عشق
 طعنے لعل لب کہے میں نے جو وہ کس نے کہ؟
 کام بننے کو ہے شاید، صبح انفاس سیم

تیر عاشق کش دل حافظہ پہ بس کاجاگ
 شعر سے اس کے تراوش جو ہو کی چشم دید

اگر آں طایر قدسی ز دم باز آید

ابھی ایک دم پر پی پکروہ اگر آجائے
 اُسکباراں سے مجھے اپنے ایک تید سی ہے
 خاک پا جس کی بر تاج تہا خر ہے خدا
 دوستو اُس کے تاقب بن کل جاؤں گل
 غل غل چنگ و شکر خوب سحر ہیں حایل
 تازہ نواب بنوں، ورنہ کجاؤں نوبت
 ہونٹاں قدیم یار گرائی بہت
 مانہوش، رویت شکی ہونٹا حافظ

اُلٹے قدموں جو گئی عمر زور آجائے
 کر یکایک وہ کہیں برق نظر آجائے
 کاش واپس وہ مرامرہ سر آجائے
 اُس کو لے کر پھروں یا میری خبر آجائے
 ورنہ سنئے ہی مری آہ سحر آجائے
 ترک میل چو کرے ترک سفر آجائے
 خوب ہے گوہر جاں کام اگر آجائے
 کر کشش تاکہ مع الخیر وہ گھر آجائے

از دیدہ خون دل ہمہ بڑے مارود

آنکھوں سے خون دل کا بہا رخ تک آگیا
 پوشیدہ ہم جو رکھتے ہیں سینے میں ایک ٹوس
 پتھر سی دل اُس کا ٹھیل آبِ پیدہ بھی
 یہاں اشک سے بھی اپنے لڑائی جو راتوں
 ہر صبح جامہ چاک رہا ہر خسوری
 آنکھیں بچائے خود ہی تھے ہم خوب تو ہوا
 حافظ نے کیا رکھا در میخانہ پر قدم

اور آگے دیکھنا ہے ابھی تک تو کیا گیا
 برباد اس ہوا میں یہ دم دیکھنا گیا
 بہہ ہی گیا جو سامنے چہرہ بھی آگیا
 اس ترک سے کہ بہہ کے ہاں کون چلا گیا
 وہ ماہ نہ بان جو پہنے قبہ گیا
 آنکھوں میں کو نہ تا ہو برق آشنا گیا
 صُفے پہ گویا صوفی دار لصف گیا

از سر کوئے تو ہر کوہِ بکالت پرود

روٹھ کر جو ترس در سے بکالت جائے
راہِ پائے جو چلے روشنیِ شعل میں
رہنمائے دل گم گشتِ خدا را ادا
کارواںِ جن کا سپردار ہو خود طغیانِ خدا
فیصلہ ز اہم و میخوار کا اس پر ٹھیرا
آخر عمر تو واقف سے و مشتوق سے ہوا
حافظ ایک چشمہ حکمت ہی بھرے ساغر
ہو سکے ناکام جہاں سے بہ نجات جائے
وہ پڑا نکلے جواز را و ضلالت جائے
نچوئے نہ نکلے کو بھی کچھ کڑے لالت جائے
با بکالت تھمے۔ بارعب و بکالت جائے
کس طرح گزرتے یہ وہ کوئی حالت جائے
مرتے مرجائے نہ پرتیری بکالت جائے
شاید اس سے ہی برافقش جہالت جائے

اگر نہ باغِ غم دل ز یاد ماہِ ہجر

گٹھائیں غم کی نہ گزرتگے اڑائے جائے
نہ ہو جو عقل کی کشتی میں بنگرستی
طیبِ عشق بنوں بادِ بخوں میں لکھوں
بہت ہو راہِ دُھواں حار جائے لے خضر
شفا کا نسخہ ہے تازہ ہو اسریضوں کو
دغا ہی کی فلکِ کینہ باز نے سب سے
تو نسلِ حادثہ بنیاد تک بہائے جائے
تو کیسے موج سے بیڑے کا خدائے جائے
جو ہر مرض کو شفا دے جو ہر بلاے جائے
نہ آگ میں کہیں یہ شوق آبِ گالے جائے
نہ دل کو کچھ بچنے کے کیوں باغ کی ہوا جائے
ہر ایک کو دھوکے کے بخت و دغاے جائے

خبر نہ کی آستیاں تک کہ جل گیا حافظ

ثوابِ پائے جو داں یہ خبر صباے جائے

اگر روم بہ پیش قدمیا برا نگیزد

رہوں جو ساتھ تو فتنے اٹھائے جاتے ہیں
جو بن کے خاکِ قدم رگڑیں پڑتا ہوں
جو منع کرتا ہوں ہم رنگ غیب ہونے کو
ہے ایک نظر تری زنگس کو دیکھنے کا جنوں
بلا ہیں دشتِ نبوت کے غار اور کسار
جو زندگی ہے تو رکھ صبر کیا نہ دیکھیں گے
سراستانِ تسلیم پر جھکا حافط

نہ دوں جو ساتھ تو طعنوں سے کھائے جاتے ہیں
ہوا کی طرح وہ دامن پھائے جاتے ہیں
لا کے خون کے آنسو بتائے جاتے ہیں
کہ ہر گلی میں یہ دریا بہائے جاتے ہیں
یہاں سے شیر بھی کئی دبا ئے جاتے ہیں
فلک سے روزِ عجب دکھائے جاتے ہیں
اڑتے ہیں جو، زیادہ جھکائے جاتے ہیں

اگر روم کے پوئے من رساں باد

جو کوئے یار سے خوش بوئے زلف لائے باد
اگر چہ پس کے ہوا ہے غبارِ تن، لیکن -
ہوا ہے جب سے وہ دروازہ میرے واسطے بند
نظر نہ آئے وہ آنکھوں سے پر نہیں اچھل
خیالِ رخِ اوسر آنکھوں کو خوں آتا ہوا
بلا سے کلینچے ہے سر پہ مرے عدد و شیر

نثار جان و جاں کر کے دوں میں اس کی داو
پڑے یہ دامن جاناں یہ روحِ حیاتِ ابداد
کشاوہ ہی نہ ہوا پھر کبھی دلِ ناشاد
کرے نہ یاد، مگر دل کو اس کی ہر دم یاد
ہو اے زلفِ ادھر عمر کرتی ہے برباد
نہا تھ تھ سے اٹھاؤں گا ہر چہ بادِ اباد

چراغے جی غمِ الفت سے تیرے حافط بھی
عزیز تر رکھے شیریں سے جانِ گرفتار باد

اے پشتہ تو خندہ زودہ بردہاں قند

ہنستے ہیں تجھ پہ پشتہ لب اے وہاں قند
سرگرم خندتے ہوں لب ہانامہ جس گڑھی
چاہے جزوہ چشم چشمہ لہو کا ہو
آگاہ اپنے حال پریشاں سے کیا ہے
طوبے کی بات کیا ہے تیرے قد کے سامنے
خز و پختا ہے کبھی تانیں اڑاتا ہے
حافظ نہ ترک غمزہ خواں کیا تو بس
لہد ایک خندہ شیریں؛ کہ لب ہوں بند
تو پستہ کون؛ روئی نہی؛ ہونٹ دونوں بند
تو ز نظر سے خمیر کے رکھ اپنی آنکھ بند
پہندے میں اپنے چانس چکی ہو نہ وہ کند
اس بحث مختصر میں نہ آواز ہو بند
بھاتا نہیں ایک آنکھ میں ایسا خود بند
تو جان بھجا جائے گا خوارزم یا خندہ؛

اگر تر اگر رے بر مقام ما افتد؛

بکل ادھر جو کبھی تو خرام میں آئے
جواب کی طرح اچھلے کلاہ غیش و نشاط
طلوع ماہِ مراد ز ماہِ نہ ہو جس شب
گور حضور میں اس کی صبا تلک کو نہیں
جہاں محال جہیں سائی بادشاہوں کو
شہید لب ہوا آخر اسی تمنا میں
ہے زلف یار کو تکرار جان چیز ہے کیا
نہ بیچہ توڑ کے امیدائے کے فال ہی دیکھ
ہمکے ادب سادات ہی دام میں آئے
جھلک بھی تیری اگر میرے جام میں آئے
ضیا غریب کے بھی صحن دہام میں آئے
بجال بندہ کہ جائے سلام میں آئے
گدا امید جواب سلام میں آئے
ٹپک کے شہد لب حل کام میں آئے
یہ وہ شکار ہے اکثر خود دام میں آئے
بکل کہیں گڑھی دولت ہی نام میں آئے

صفاتِ خاک دریا ہوں یاں حافظؔ ہلکے پھر وہی خوشبوِ شام میں آئے!

اگر بادہٴ تمکیں دلم کشد شاید

نہ بوسے خیر چو نہ دریا میں کچھ پاسے
جہانِ منع کرے عشق سے مجھے کیا کام
امیدِ نفوذِ کم سے ہے بخش دے گا گنہ
مقیمِ حلقہٴ ذکر اس لئے سمجھ دل کو
چمن بہشت، ہوا دلکش اور مےِ بخشش
جمیلہ ہے یہ عروسِ جہاں مگر، بیکار
جہاں ہو حسنِ خدا داد اور حجلہٴ سخت
خوشامدیں کیں کہ اے ماہوشِ تیرا کیا ہرج
ہنساکہ واسطے اللہ کے یہ نہ چاہ حافظؔ

ضرور بادہٴ تمکیں سے دل کچا چاہے
کروں میں وہ وہی جو عشقِ میرا فرمائے
اور عاشقوں نے تو گویا گناہ بخشائے
کہ ایک حلقہٴ زلف اس کے ہاتھ بھی آئے
سوئے طبعِ خوش انسان اور کیا چاہے؟
بکاح میں ہی کسی شخص کے نہیں آئے
نہیں ہے حاجتِ مشاطہ بولد و جائے
جو ایک سے سے اس لکڑچین آجائے؟
کہ داغِ بوسے تیرے یہ چاند بھی پائے!

اے پسر دولتِ باقی بہ ادب یافتہ اند

اے پسر دولتِ باقی میں ادب سے پاتے
ابھر عشق کو پڑھ، چھوڑ دے عشقِ اب و جد
سے لکِ راہِ طلب ہو کے بٹا دے خود کو
مستِ غفلت نہ رہ لے دوست کہ اربابِ خیر
منزلت چاہے اگر اس راہ میں تو بھی حافظؔ

نہ طلب چھوڑے یہ نعمت ہیں طلب سے پاتے
مرتبے لوگ جہاں میں ہیں شب سے پاتے
یہ مدارج نہیں خوشی و لب سے پاتے
نورِ راتوں کو ہیں تاریکیِ شب سے پاتے
تو ادب سیکھ مدارج ہیں ادب سے پاتے

ہر آب روشن سے عارف طہارت کرد

جھکتے پانی سے عارف نے اٹھ طہارت کی
جو نہی کہ ساغرِ سیمین آفتاب چھپا
شرابِ خانے میں تم دیکھو مرتبہ میرا
خوشا نماز و نیاز اس کے جس نے سو کے ساتھ
شرابِ لعل کی قیمت ہے کیا کہ جو ہر قتل !
ٹھکانا مہر و محبت کا جان عاشق ہے
کریں امام جماعت جو لوگ حافظ کو
علی الصبح جو بیخانے کی زیارت کی
ہلال ابروئے ساقی نے جھٹ ثنات کی
نہ دیکھو شیخ کی مجھ پر نفسِ حقارت کی
جگر کے خوں سے وضو اتارک سے طہارت کی
بہت ہی نفع ہوا جس نے یہ تجارت کی
جگہ تھی قلب بھی پر تیرے غم نے غارت کی
خبر نہیں انھیں نے سے مری طہارت کی

بسترِ جامِ جم آنکہ نہ نظر توانی کرد

عظیم جام میں جسم کے نظر تو کر لیجے
گدائی درمیانہ طرفہ ہے اسیر
جام کے مرحلہ عشق میں قسم رکھنے
وصال یا رہی ہے فتح روزگار بھی ہو
گل مراد کے رخ سے کھیلے گی کیوں نہ نقاب
ہمیشہ کنجِ طبیعت میں رہ کے بندِ نفس
نقاب و پردہ نہیں کچھ نکالے میں حائل
دل اس کی کو سے ہو روشن تو شیخ سا نہ کر
پہ کھل بادہ سے روشن بصر تو کرتے لیجے
کہ خاک چاہے کہ ہو جائے زرد تو کرتے لیجے
نظر بھی آگے ہے پہلے سفر تو کرتے لیجے
فراسی خند بست اہل نظر تو کر لیجے
خوش اس کو شل سیم سحر تو کرتے لیجے
محال اتنا بہ حقیقت غرر تو کرتے لیجے
نہ ہو جو دل کی کد نظر تو کر لیجے
کہے "ضرور ہو گر قطع سر تو کر لیجے"

مگر تجھے تو لب پار چاہیے اور سہ !
 یہ شغل ہوں تو شغل دگر تو کر لیجے
 کئے نہ پئے و مطرب جہاں میں اس کس ہوا
 کسی طرح سے غم سے دل بد تو کر لیجے
 ہوشا ہر اہ حقیت بھی سرِ عمل حافظا
 ہر می نصیحت شاہانہ پر تو کر لیجے

بیا کہ شرکِ فلکِ نوانِ وزرہ عارت کرد

فلک نے کشتیِ افطارِ وزرہ عارت کی
 ہلالِ عید نے سوئے قدحِ اشارت کی
 نازِ وزرہ و جِ اس کا جانے جس نے
 حرمِ میسکے عشق کی زیارت کی
 مقامِ اصلِ خرابات ہی ہے فی الواقع
 جو اسے خیرا بننا جس نے یہ عارت کی
 کمانِ ابرہ کی مخاب میں ناز پڑھیں
 جلور کے خون سے حاصل اگر طہارت کی
 امامِ شہرِ مصلے بدوش نے رنگ کر
 لو میں دخترِ زر کے عبا، عارت کی
 یہ شیخ شہر کی دیکھو تو طوطا پشی آج
 نظر کی دُر و کثوں پتاکس حقارت کی
 بکاۃ عشق کو حافظا کہے گا دُعا کیا
 قسم اسی کی تصنع بھری عبارت کی

بخت از دہان یارِ شامِ نمی دہ

کھونجِ اس دہن کا دلو ہی قسمت نہ پائیں ہم
 پایا لب کا بوسہ بہت جانِ پیش کی
 پاؤں نشانِ گنج تو دولت نہ پائیں ہم
 مارا اس انتظار نے کیا پردہ میں نہیں؟
 وہ لے نہ نخس یہ، اور نہ نعمت نہ پائیں ہم
 انا کہ صبر سے لے آخرِ شکرِ دے
 یا ہی؟ یہ پردہ دار سے نعمت نہ پائیں ہم؟
 بد عہدی زمانہ سے مہلت نہ پائیں ہم
 اندر قدم نہ پائیں، یہ اجازت نہ پائیں ہم
 پر کاہ و ار پھرتے رہیں گردِ دایرہ

ٹوخی صبا کی رشتے چرخِ سفر دیکھ !
چاہیں جو سو کے خواب ہیں ہی اسکو دیکھ لیں
پنکھا بھی دانیہ جھٹکے کی طرح نہ ہو انیس سو ؟
حافظ کے آہ و ناله سے احسن پانہ نہ ہم

ہو دیا کہ درمیکدہ ہا کشتا پیر !

فصل میخانوں کے مانگو یہ دعا کھل جائیں
بند گر بہر دل ز اہد خود بین ہوئے
بند ہو جائیں درمیکدہ یارب یہ نہ ہو
مرثیہ نظم کریں و نثر رز کا احباب
گیسے چنگ بھی اس سوگ میں متقاض کریں
صدق زندان صبحی لش صادق کی قسم
حافظ اس خرتہ پشیمہ کو کل دیکھے لگا
ہوں یہ سب متاعِ دل اپنے بھی رکھ لیں
تب تو اُمید ہے از بہر خبر کھل جائیں
کہ درختانہ ترویر و ریاحل چائیں
خن دل روئیں کہ دیدہ بچنی را کھل جائیں
منجھوں کے بھی ہوئے زلف و قہقہل چائیں
سینکڑوں نقدوں کی گنجی ہو کھل جائیں
کتے زنا جو شاہوں سے کھینچا کھل جائیں

بعد ازیں دست من دامنِ کس شربند

اب یہ باتم اور وہ دامنِ ترا سے سرو بند
پردہ رخ سے جو اٹھے چو تار کے سب طربند
کس کا منہ ہے جو بنے آئینہ چہرہ بخت
غم چھپانے کی ترے کچھ ہی ہو اب تابند
اتن قدر زور سے مت آہوئے تمکیں کو جگر
ذرہ خاک نہیں دے تو اٹھ سکتا نہیں
کھینچ لے جائے گو جڑ پیر سے تو شل کند
آتشِ جن پہ میستاب کروں قصہ پسند
تا نہ پیشانی سے تل جائے ترا ستم مند
کیا کروں؟ صبر کہاں تک کروں؟ تاکے تا چند
دیکھ چشمِ سپید یا نہ کس اتنی کند
کس طرح چو سکے ہیات ترا قصر بلند

دل دارفتہ ہے اہل وہی زلفوں پہنوز
 رات دن عاشق بیدل کی دعا ہے یارب
 دل نہ اُن کیسے ٹسکیں چھٹا انا فقط
 سیکڑوں پھنہ دل میں بخش کر بھی نئی اس کو پند
 اُس ہی قدر کہ کچھ اس باغ میں پہنچے نہ گزند
 پاسے دیوانہ رہے حلقہ زنجیر میں بند

بے دارم کہ گر گل بنبل سا باں رو

مرے بُت کے تو گر گل ہے بنبل سا باں کھے
 غبارِ خط نہ دیکھے مہ رخ اُس کا بھی یارب
 نگہ سے اُس کی جاں بچنی ہو صد گل جد ہر کچھ
 خدا را داد کچھ میری بھی نے اسے سنجہ بخش
 نہ رکھ یوں دور چشم زار سے اس قدر جو کو
 غبارِ خاطر حقائق کیا ادا من جھک دیجے
 مجھے بھی رو بہ چراں سے اماں نے تو بھی کر پنا
 اگر فتر اک سے باندھے تو پہلے بچ کر لیجو
 دیا تھا دل تو سمجھا تھا کہ پایا گو ہر مقصد
 ہنسے گرتیرے منہ پر گل تو پھول اس پر لے بلبل
 الٰہی کیا بنی آکر کہ جس سلطانِ مہسنی پر

ہمارا تازہ رخساروں پر نگار خواں کھے
 ہمارا جادواں دکھلائے حسن جادواں کھے
 اوہری گھات میں بھیجی ہر تیرا ندرکماں کھے
 پئے تے ساتھ اوروں کے وہ مجھ سے سرگراں کھے
 کہ نزدیک اپنے تازہ سر کو آب رواں کھے
 صبا غماز سے کہہ کر کہ بند اپنی زباں کھے
 کہ خالق تجھ کو روزِ رب سے ایم درماں کھے
 فراموشی میں اندیشے میں غفلت صدیاں کھے
 خبر کیا تھی کہ کیا طوفاں یہ سحر بیکراں کھے
 کہ گل کا کیا بھروسہ لاکھ حینِ نوجواں کھے
 نظر کیجے وہ اُس چو کھٹ پہ سرِ آستان کھے

تسکایت کیا، یوسنی لکھی تھی حافظ کی بصدِ تخی
 اور اُس تیار کے ہاتھوں جو دھیر نی ہاں کھے!

بہسن و خلق و وفا کس بہ پار مانرسد

نہ کوئی صورت و سیرت میں یار کو پہنچا
 نہ کوئی حسن و فرشتوں نے بھی بجا میں تھیں
 کسی کے نقد کا بازارِ کائنات میں مول
 قسم ہے مدتِ صحبت میں ایک بھی ہدم
 بنائے نقش تو کیا کیا قلم نے صالح کے
 درینِ قافلہ عمر بالا بالا گیا
 خیالِ دل میں نہ لاجسٹل کے طعنہ کا
 غبارِ راہ گر رہن، مگر نہ اڑ کے طال
 ہوا ہے سوختہ حافظ مگر نہ حال اُس کا
 نہ حق تمھیں مرے انکار کیا رکھو پہنچا
 پہ کوئی حسن و صفت میں نہ یار کو پہنچا
 نہ اپنے سکھ صاحبِ عیار کو پہنچا
 نہ یارِ یک جہت حق شہار کو پہنچا
 مگر نہ نقش کوئی اُس بنگار کو پہنچا
 غبار بھی نہ ہمارے دیار کو پہنچا
 نہ رنجِ خاطرِ امیتِ دوار کو پہنچا
 کسی پیادہ و اسپ سوار کو پہنچا
 کسی طرح سے شہ کا مگنار کو پہنچا

بیا کہ رایتِ منصور پادشاہ رسید

وہ آن لشکرِ منصور پادشاہ پہنچا
 نقابِ روئے ظفر سے اٹھا دی طالع نے
 طرب میں نہ طبقِ آسمان کہ پایا چاند
 روانِ توں قافلےِ خوفِ دینِ دانش کے
 عزیزِ مصر کے بھائیِ حد سے سوختے ہوں
 صبا سے پوچھ غمِ عشق میں عروجِ دلال
 وہ شورِ فتح و ظفر تا بہ ہر وہ پہنچا
 کمالِ عدل کو ہر ایک داد خواہ پہنچا
 زمیں بھی تبھیں میں شاداں کہ باؤں پہنچا
 کہ خوفِ راہ گیا اور خضر راہ پہنچا
 کہ قہرِ چاہ سے نکلا بادِ چ ماہ پہنچا
 طفیلِ آتشِ جہراں و برقِ آہ پہنچا

اسیر و جرنے پایا جو تیرے شوق میں سوز
کماں بے صفائی و خیال کسا ناظم درد
بٹڑکتے شعلوں میں اُس کو تیرا گاہ پہنچا
جسے یہ دیکھ کے غمزدی دین پناہ پہنچا
کماں یہ حافظِ مقبول بارگاہ پہنچا

نوشہ و دوش بہ گل گفت خوش نشانے داد

و یا نقش نے گل کو یہ نشان اچھا
دلِ خزینہ اسرار کی کلیدِ غیب !
مردِ مڑھڑے کی دیتا ہے ایک جواں اچھا
خدا بھی سوئے اسی کو جوتاں اچھا
طیب سب میں بتانا جو تیرے اچھا
شرابِ شاہد و ساقی سے کیا زیاں اچھا
و دم ہی دیتا ہے طاقت جو یہ جواں اچھا
و داد و دوش سے کوئی زار و ناتواں اچھا
دکائے اس سے کوئی نقدِ بزدل اچھا

برید باد صبا و شمع آگہی آورد

برید باد صبا و شمع آگہی لایا
آئینہ صحت و یا سلبِ صحت کو
کہ زورِ سخت و غمِ رُوبہ کو تھی لایا
کہ خوشِ خبر دم بادِ محمد گئی لایا
رفیقِ سخت بھی کیا سہرا تھی لایا
ترمی تسلی کو جو حور تھی لایا
شکست اس سے ہمیشہ افسر تھی لایا
سیریم نہ نہ تھی خضر اے غمتی رہی
دل آری بہشتِ رب جانیں خواہ
و عاتقِ دل کی ٹوٹا جب کبھی سروش

گر این بچیاں ناگاہ و خراگہ نہ پر
فلک پہ گار نہ یا جھنڈا رخ کا حافض
میں دل میں جب وہ رخ ماؤز گئی لایا
جب التجا بہ جناب شہب نشی لایا

بہ کوئے میکہ یارب سحر چہ منسلک بود

الہی میکہ سے میں رات کو منسلک تھا
زبانِ عشق میں بہ لفظِ شرف بھی فرماؤ
کیونکہ شاہد و ساقی و شمع و مشعل تھا
فغانِ چنگ و فٹ سے ایک غنمل تھا
نہ مدرسہ میں بھی و قیل و قال مسلک تھا
کہ اس کے ماہِ رخ و مہ میں شبِ بلک تھا
گلک تھا بخت کوئی تو بس یہ ایک گلک تھا
ہمارے آپ کے باہم یہ کب معاملہ تھا
ہزار سامری فنِ ساحروں کا قافلہ تھا
غضب کا وقتِ مروت پہ گنگ حوصلہ تھا
کہ بوسہ مانگنا لبِ یار کا تو نہیں کے کہا
دیئے ہوئے نہ تھی و نہالہ چشمِ جادو مست
وہاں یار کہ دربانِ دردِ حافض تھا

بوئے خوش تو ہر کہ ز باد صبا شنید

پیکِ مہابت جب کوئی خوش کُن ہو اُسی
اے شاہِ حُسن آنکھ سے دیکھنا فقیر کو
بوئے ریا و دوسو گھٹی تھی کب بختِ ناسنی
حیرت ہے میں فروش کہاں لٹے جاؤسی
کھل کر بیان کر کے کیا دیکھی کیا اُسی
جو بات حبی میں عارفِ کامل چھپائے تھا
یارِ عطا ہو محرم راز ایک جس کے دل

ہرگز نہ تھی سزاوہ دل حق گزار کے
اسا قیما کر گنبد گردوں میں گونجے ہے
پتیا نہیں ہوں آج سے خرقہ کی لڑیں
کچھ آج سے نہیں ہوں میں شان باگ جنگ
دانا کی بات میں صواب اور محض خیر
حافظ دُعا ہے کام ترا اور کچھ نہیں
اپنے ہی نگار سے جو نام نہا سنی
جس نے یہاں سنانی وہی بر ملا سنی
پیر مغاں نے تو یہ بہت بار ہا سنی
کب و در چرخ میں نہ یہ شو و صدا سنی
وہ خوش نصیب جس نے بسع رضا سنی
اس سے عرض نہیں سنی اُس نے یا سنی

بوسے شک ختن از باد صبا می آید

بانہی شک ختن سے جو صبا آتی ہے
نہیں خوشبوئیں، بھرے قافلہ شک ختن
کچھ پھر سینہ پیرا پہلے الٹ آنکھ تو دیکھو
سم ابرو سے بھی پیوستہ مرا جاتا ہوں
کیونکہ یہ اشک کی دلدل میں پھلنا میرا
تھے بے پر ہیر کی اب تھیرے نہ حافظ کہ بہار
بوتری اُس میں الگ سب جدا آتی ہے
خود سیم حرار ملک خطا آتی ہے
تیرے ہوئے سرور سے قضا آتی ہے
شاو بانو ہے کہ بر تخت سب آتی ہے
مردم چشم نہ دیکھیں کہ یہاں آتی ہے
پھر وہی عیش کے سامان بجا آتی ہے

بر سر بازار جاں بازاں منادی شنوید

یہ سر بازار جاں بازاں منادی تو سنو
چند دن سے ہو گئی ہے دخت ز یادوں گم
لال چوڑا بریں، سر پر پٹیلوں کا نیم تاج
اسنو اسے ساکنان کوئی شادی تو سنو
بہر گئی رستے سے ملے کہ جلد حاضر ہو سنو
عقل و دانش کی ہر چہ راہیں اس کو سنو

کھائے حلو اوہ جسے پائے وہ کرومی ایلوا
منہ نگایا جس نے وہ جائے جہنم کو منو
دختر شب گرد ویز ترغ انگارہ سی ہے
باتھ آجائے لوحا قوطا کے حواسے دوسو

بازم مہ رخسار کے در نظر آمد

پھر آج وہی چاند سا کھڑا نظر آیا
پھر شہرہ ہر اپنا وہی جوش کر آیا
ہر کار سے ہر بار سے پر جھاڑ کر آیا
ہر کار سے بھی نگاہوں میں باختر آیا
یہ طرفہ کہ آج اُس کل جو دیکھا یہ رخسار
صد تیر ہلا کرتے ہی بس ایک نظر آیا
ایک بار ہی دیکھا تھا خم ابرو دکش
بیچارہ غم بھر سے آخر نہ سر آیا
حافظ طلب وصل میں جتیا رہا نہ

بلبلے خون جگر گرد و گلے حاصل کرد

خون دل کر کے جو بلبل کو گل ایک صل تھا
کبا ہی آلام کی یورش سے پریشاں دل تھا
چھپا کرتا تھا کیا ذوق شکر میں طوطی
لطیف ایک آکے لگا۔ چھپا سب باطل تھا
قرۃ العین مرے میوہ دل، یاد رہے
تم چٹھے مجھ پہ پڑا بار جو صد مشکل تھا
سارباں دُورن گراں گر بڑا ناقص کو تنہا
تیری خوش خوئی پہ ہم نے یہ کیا محمل تھا
حیف اس مہر و تمہ دونوں کی بچک سبب
منہ پہ خاک اور مژدہ پر غم نہ ہوں کیوں نہیت
چاند کی آج برس گنج لحد نزل تھا
تصغیر روزہ افلاک بلا گیل تھا

شاہ رخ چل کے نہ وہی مات کیا حافط؟

کس قدر بازی آیام سے تو غافل تھا:

پیرانہ سرم عشق جوانے ہمارا فدا

پیری میں دل ایک مازہ جاں یار پر کیا
دل دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں کے ہوا تھا
اُس آبوئے مشکین سے چشم کے ہاتھوں
بار اُس کے غم عشق کا جس دل پر کیا پیش
ایک مشتِ خبار کو کے جاناں سے کہتے
کس گھر تھی پٹی و خمر زر بہ پیرنواں خود
ثرگاں نے جہاں تیغ بہا گھر جھنپا
خوں اپنا کرے سب یہ بعل نہ ہو گا
اس دارمکافات میں اکثر یہی دیکھا
ڈنڑ پر رہے حافظ کے پرزاد ہی لیکن
پھر دل کا دُہی داغ پرنا آ بھر آیا
بتلاؤں وہ کس دام میں کہیں پر آیا؟
بہرہ بہرہ کے بہت دل کا ہوتا جلا آیا
کاناں پر رکے ہاتھ وہ بوجھ اپنے سر آیا
جو نافہ ترے ہاتھ نسیم سحر آیا
بُپا کے ہستی جو نر صاغش ہی کر آیا
پشتے ہی لگے کشتوں کے ایک ایک پر آیا
بدلانہ کبھی اصل سے جو بد گھر آیا
اُبھجا جو بلا نوش سے مانگوں میں سر آیا
ہاتھ اب کے جو آیا جو غضبِ ظرف تر آیا

پیش ازینت پیش ازین غمخوار عشاق بود

پیش ازین کچھ پیش ازین غمخوار عشاق تھی
یاد ہیں وہ جتیں راتوں کی اُن نفوس سے جب
حُسنِ نردیمانِ مجلسِ تہجد کے دینِ دل
از دم صبح ازل تا آخرِ شام ابد
تعبِ نبردِ طاقِ مینا تھے کہاں جب آنکھ یہ
دوستی ہم سے تمہاری شہرہ آفاق تھی
چھتر چھتر اُزانت کی شعلِ حلقہٴ عشاق تھی؟
وہر اُلفتِ طبع و خوبیِ اخلاق تھی
ہم میں تم میں دوستی کا عہد اور میناق تھی
غرفہٴ روشن تھی اور ابرو کے جانا طاق تھی

ہم نہ دیدے تھے تو اس کی بھی نظر ساق تھی
 ہونے لگی سبج ٹھنڈی مجھے زاہد کرمات
 دعوتِ شہ میں مزے کی کہہ گیا کل بے نوا
 بیتِ حافظِ عہدِ آدم میں بھی اندر غلہ کے
 ہر ایک پر کر تھی خس و خوارق تھی
 رونقِ لکھنؤ و گل تھی زینتِ اوراق تھی

”نازِ میخانہ و سے نام و نشانِ اہل بود“

سے و میخانہ کا جب تک کہ نشانِ باقی ہے
 حلقہ پیرِ میخانہ کان میں ڈالے زائل
 سر بہ بالینِ لکھنؤ رکھے چشمِ پر شوق
 میری تربت پر کبھی آن کے منت مانو
 بدنہ کہہ زندوں کو لے دستِ ہمایوں جتک
 جا بھی اے زاہدِ خود ہیں کہ ان انگلیوں ہنوز
 بن گئی سجدہ کہہ اہلِ نظرِ سرخسوں کو
 پھر مرا شرکِ جنابِ پیشہ چلا باہر مست
 محنتِ حافظ کی ہو کوتاہی میں کچھ طول نہ پڑے
 سر میں سوداے در پیرِ میخانہ باقی ہے
 تا ابد اپنی یہی صورتِ نشانِ باقی ہے
 تا دمِ سج قیامت نگراں باقی ہے
 ایک زیارت گزہ دان جہاں باقی ہے
 شاید انجام ہوا چھالہ گماں باقی ہے
 رازِ جیسا تھا بدستور نہاں باقی ہے
 جس زمیں پر ترستے لوگے نشانِ باقی ہے
 خونِ دل اور کوئی ہونا رواں باقی ہے
 زلفِ مشوق بدستِ دیگران باقی ہے

ترسم کہ اشکِ در غمِ پا پر دہ در شود

ڈرتا ہوں اشکِ غم کا کیسے پڑے در نہ
 پتھر بھی حل ہوتا ہے کہتے ہیں مہرے
 اس رازِ سحرِ مہر کی گھر گھر خبر نہ ہو
 ہوتا ہی پر ٹونہ ہو جب تک جگر نہ ہو

غم سے فراغ دل کو کسی اور گھر نہ ہو
 یہ شام کیا نہ صبح ہو، یہ شب سحر نہ ہو
 جانتا کہ کدو سے مہار ہو، پتر نہ ہو
 پاسے خیال یا رسا کا کہ سندہ تو نہ ہو
 پریوں کہ کانوں کان کی کوشمیر نہ ہو
 یونہی تو دست کو تہ رسا تا کمر نہ ہو
 گھٹتی میں ہو جو تادیم آخسر بدر نہ ہو
 یارب کوئی کمی سنہ گدا معتبر نہ ہو
 مقبول طبع مردم صاحب نظر نہ ہو
 ہے کس کا سرواں جو کھانکات نہ ہو
 حیرت گرا یک بھی نہ لگے، کارگر نہ ہو
 وہ مہر کی نظر ہو تو کیوں خاک ز نہ ہو
 پر کیا کرے جو قبر پر تیسرا گد نہ ہو

چٹے یہاں سے یکدم گریاں! از خواہ
 دل صبر کر سکتا نہ ہو۔ آخر تھی کبھی
 غم، تجھ کو ہو کسی دلی اگر اتفاق سے
 اسے مردان دیدہ نہ روزنام آج سے
 دل عرض دعا دے اگر دیکھو یار سے
 یہ سرکشی بھلا ترے سرو بلند میں!
 عشق اس کا دل میں مٹیا ہو، داغ میں
 حیرت زدہ ہوں، یکے کے نخوت قریب کی
 جزو جن اور وصف نہیں کچھ۔ تو آدمی
 جس قصبر مطننت کے تڑا تھے کا چاند ہو
 ہمت میں نے چھوڑے ہیں تیرے دل
 دل کیا ہے عشق نے کندہ نہادیا
 حافظ تو سنہ کالے گاپاؤں کے لئے

ترک من چوں جھٹکیں گرد کا کل شکند

لالہ کا دل خوں کرس بازار شہل توڑے
 سر کو نیچا دکھا دے خاطر گل توڑے
 رات دن برسا کرے رنے ہی کا پل توڑے
 غار حیرت درو دل مجروح لبیل توڑے

ترک ہوش جھٹکیں گرد کا کل توڑے
 سرو گھٹنا ران نکھے گر خراماں باغ میں
 ابرو سے جاناں ہو گر اچھل تو دیدہ بار بار
 چاک ہونا پروہ گل کا نسیم صبح سے

بہرِ وحدت اتنے سے جانے نہ پائے حافظاً زعمِ تلوٹ کے کوڑا اُس پہ تو کل توڑ دے

ترکِ مہرِ پیکرِ من ہیں کہ چسپاں می آردو

ترکِ مہرِ مہرِ چسپ کے کہاں جاتا
وہ تو غرضیہ پس ابرِ نہاں جاتا ہے
یار جاتا ہو بنا ترک و گمان ترکِ رقیب
نام لینے نہیں دیتا کہ فلاں جاتا ہے
اس کہاں خانہ ابر سے جو و کترش چشم
نہ کر کے تیر تو چمن جو شین جاں جاتا ہے
جو بھی آتا ہو مریے پاس مجھے دیکھا ہے
پاس سے اٹھ کے مریے اشکِ شاں جاتا ہے
قبرِ حافظ پہ کبھی گور سے جو وہ بارِ قدیم
حججِ نکلتے کہ ٹھہر یا کہ ساں جاتا ہے؟

جاں بے جمالِ جاناں میلِ جہاں آرد

جاں کو بغیرِ جاناں میلِ جہاں نہیں ہے
جاں نہیں ہے جس کا جاؤ کہ جاں نہیں ہے۔
اُس دلتاں کو جتنا ڈھونڈ حاشاں نہ پایا
ہم بے خبر ہیں یا کچھ اُس کا نشان نہیں ہے
جس رہیں ہم میں شبنمِ صمد و آتشیں ہے
ہے یہ بھی ایک سما جس کا بیاں نہیں ہے
منزل ہے بس قناعت ہو جاہیں فروکش
اِس رہ کا خدو پایاں آساں نہیں ہے
چنگِ خمیدہ قناعت کی پندِ عیش و عشرت
سُن رجو قولِ پیراں چنداں زیاں نہیں ہے
ہو شمعِ الجھن بھی دشمن تو راز نہ کھنسا
شوخیِ بزمِ سر کے بند زباں نہیں ہے
کچھ لطفِ ہاں نہیں ہے بے دوستِ زندگی میں
کچھ لطفِ ہاں نہیں ہے بے دوستِ زندگی میں
استاد جس کو مانا دیکھا تو فی الحقیقت
صنعتِ گری ہے لیکن ملیعِ رواں نہیں ہے
اے دلِ طریقِ زندگی تو یکے غلب سے
پتیا ہے وہ بھی لیکن اُس پرگاہاں نہیں ہے

حافظ سا کوئی بندہ ہو گا نہ اس جہاں میں آقا بگی کوئی تجھ سا شاہیاں نہیں ہے

جہاں برابرے عید از ہلال و سہمہ کشید

ہے سہمہ ابروئے عالم پہ ایک ہلال عید
ہلال و از خمیرہ ہوا میں دیکھتے ہی
ادھر تو آئیں کہوں تجھ سے اپنا قصہ غم
کہاں ہیں خٹک رباب و بنید گل، ناهق
گزر ہو اتری نگہت کا کیا چمن میں جو کی
وہ چہرہ چاند ساز لہلوں میں جب نظر آیا
بھرا جو آیا تھا ز لہلوں پہ ابر۔ اب دیکھو
بہائے وصل ہو جاں بھی تو گر کے لے لیجے
رکھ اُس کی آبرو! یہ شک تجھ سے دور بہت
لبوں پہ آیا ہے دم، کام پر نہیں نہستا
اسی اداسے ہنساکے زمین پہ صبح۔ تو چرخ
نظر سے بچ کے نہ خط آرسی کے لے نہ کھول
کلے میں شہرہ حافظا نے محل لب کے لے

میں اُس سے بڑے کے دو ابروئے یار قابل وید
کہاں ابروئے جاناں کی زیر و سہمہ کشید
ترسے علاوہ نہیں ہے کسی سے گفت شنید
نبید و گل میں بٹھ کر ہے مفت مٹی پلید
گلوں نے چاک گریبان صبح کی تعلید
اندھیری رات بنی میری رشک صبح پیید
ہے صرف مقمہ کیا کیا کہ برق رخ ہو پید
پسند آتے ہی یتا ہے قدر دان خرید
پھر ہے ٹوٹا گلوں میں زیر کرب شدید
طلب وہی ہے اگرچہ رہی صفر امید
ہے انقلاب جہاں کی فضول سعی مزید
قرآن شکار کی آیت ہے رخ پہ خط کی رسید
یہ اور ڈال لے کانوں میں چند مر و ارید

جہالت آفتاب ہر نظر باد!

یہ چہرہ سب کا غور کشید نظر ہو! تو ہر چہنی میں سب سے خوب تر ہو!

ہمارے شہسپر شاہیں کے دایم
ہو تیرا انداز جب وہ گوشہ چشم
جو دل بستہ نہ ہوں گیہوں سے
مے وہ بوسہ محل شکر میں کا
بچھے ہر دم نئی تجھ سے لگن ہے
بجائے شوق ہے یہ تیرا حافظ
سرسا بان عالم زیر پر ہو
دل مجروح ہی بڑھ کر سپر ہو
جسکے خوں میں یارب تر بتر ہو
کہ جس سے کام جاں تک پر شکر ہو
یہ ام ایک تجھ میں بھی خن و گر ہو
تجھے بھی اپنے شایق پر نظر ہو

چور ویت ہر دم تباہاں نہ باشد

جہیں سے ہر دم تباہاں نہ نکلیں
لب محل اور در و دلاں سے روشن
میان خطا سبب و محل نوشیں
وہ کافر زلف و دور مصحف رخ
کسی تن کو نہیں اس تن سے نسبت
تجھے شیریں شعر حافظ پھر بھی شیریں
تو قد سے سرور و بہتاں نہ نکلیں
دور و ریاد و میل کاں نہ نکلیں
عجب گر چشمہ حواں نہ نکلیں
کہ گردل چیرے ایماں نہ نکلیں
کجا تن بلکہ اس ہی جاں نہ نکلیں
ز محل خسرو و خواہاں نہ نکلیں

چو بادِ عزم سر کو کے یار خواہم کرو

ہو اہی بن کے گورتا بہ یار کر لیں گے
جو علم و دین کے اعزاز و تنے چل ہیں
صبا کہاں ہو کہ ہم خوں گرفتہ گل کی طرح
شیم دوست سے دم خشکار کر لیں گے
نثارِ نقش قدم نگار کر لیں گے
یہ جاں فدا سے بولے زلف یار کر لیں گے

نراپ ہوں گے کسی یاد چشم میں پھر کے
نصرت بے دشتوق عمر جاتی ہے
چہ مہر پار ہو اصبح شمع سے روشن
نفاق و مکر سے حافظ صفا دل معلوم
بنائے عمر قدیم استوار کر لیں گے
نکٹے رہ چکے اب کوئی کار کر لیں گے
کہ عمر طے تو یہی کار و بار کر لیں گے
طریق زمزمی و عشق اختیار کر لیں گے

چہستی ست نہ انم کہ رو بجا آورد

عجب نشہ ہے یارب کہ ایک بلا لایا
نظار جھٹ تھا تیرا کرشمہ ساقی
نریہ پر مٹاں ہوں۔ برائہ مینوشیخ
بغل میں تو کبھی صراحی دیا کے صحرا جل
جہاں کو آئیں سرین دگل مبارک ہو
صبا نہیں ہے یہ ایک ہر ہر لیلیاں ہے
یہ کیا الپ دیا مہرب تمام شناس
عجب ہے ترک پندار تیرے جو صلے پر
فلک کرے گانہ امی تری بدل حافظ
یہ ساقی کون تھا ہے کہ کیا اٹھا لایا
دل آکھ کھول! طلبیہ آیا اور دوا لایا
کہ تونے وعدہ کیا اور وہ بجا لایا
تراہ خوب ہے مرغ غول سلا لایا
بنفشہ مژدہ، شکوں نیک موتیا لایا
پیام شوق ہے من جانب سب لایا
غزل کے پنج میں کیا قول آشنا لایا
یہ فوج مجھ سے پٹے حال پر چڑھا لایا
اگر تو اس در دولت پہ التجا لایا

چو دست بر سر زلفش زخم تہاب رود

بڑھاؤں زات پہ گرا تھ پہنچ داب کرے
ہلال نوک پہنچ خیرہ کر دے نظروں کو
منانا چاہوں تو برہم ہو اور غتاب کرے
جھلک دکھائے کبھی رخسار تہاب کرے

نہ سوئے رات کو پی کر نہ سوئے نئے دن کو
 پکارا "عہد شکن" کہہ کے مجھ کو ڈراؤں سے
 یہ راہ عشق پر آشوب فتنہ ہو اسے دل
 سہر جہاں میں باد غور و بھرتے ہی
 گداہی دی جاں نہ تخت تاج کو دے
 ہو اضعیف تو دے مار و ناز کی کو جواب
 سفید پر کے سیاہ بال پھر نہیں ہوں گے
 تو آپ پر وہ ہو خود چہ میں سے اٹھ حافظ

نادوں اپنی کہانی تو قصہ خود اس کا ہے
 خند آنہ خشریں تجھ سے یہی خطاب کرے
 فسر در لطف نئی کہاں ہے جو کچھ شباب کرے
 کلاہ سر پہ چٹھ لقمہ مونج آب کرے
 نہ چھاؤں چھوڑ کے سزیر آفتاب کرے
 بجابے گر کوئی خربے یہ تابش آب کرے
 ہزار موچے سے نہ پتے یا خضاب کرے
 خوشا نصیب ہستوں جو بے جاب کرے

حسبِ حالے نوشیم و شد آیامے چند

خط بھی ہم نے نہ لکھا اُس کو ان آیام کوئی
 مجھ کو تا مقصد عالی ہے پہنچا دشوار
 گئی غم سے ہو چوں میں کھلی گل کی تاب
 اس گدا یا بن خرابات اخلاص ہم سے
 زہرا کو چہ رنداں سے گزیر کے ساتھ
 پیرِ مغان کی تلقین ہے بلا نوشوں کو
 اپنے دل کا نہیں تجوین گل و قند علاج
 ہوں ہنر بھی تو بیاں عیشے سب کر کے جیا
 چونک حافظ کو گئی تاب رخ مہر فرد

نامہ بر بھی نہ جڑا بھیجے پیغام کوئی
 لطف عام آپ کا ہی بڑے رکھے کام کوئی
 ہے یہی قمت چڑھالے جو دو ایک جام کوئی
 وہی دیگا، یہ نہیں دینے کے انعام کوئی
 دے ضرورت کونہ یہ عجبست بدنام کوئی
 نہ سنے درِ دولِ خواستہ کو خام کوئی
 یاں تو حل بوسوں میں ہو کر طے دشام کوئی
 مانے گرج سے برا مانے دل عام کوئی
 کا مکارا نظر ایک، قریبا ہی کام کوئی

حسن تو ہمیشہ در فزوں باد!

حُسن اور بڑھے سدا فزوں ہوا رُخ بارہ بیٹھے لالہ گوں ہوا
 یارب یہ ہو اے عشقِ سحر میں ہر روز زیادہ ہو فزوں ہو
 قد سے قد و لبسِ درانِ عالم دایم ترے آگے سسر گوں ہو
 جو سحرِ حین میں سسر اٹھائے قد تیرا انت وہ سکلِ نوں ہو
 جو آنکھ نہ ہو خراب تیری ہر قطرہ آنکھ اس کا غوں ہو
 جس دل میں نہیں ہو تیرا سودا بے صبر و قرار لبے سکوں ہو
 جو تیرے فراق میں نہ بیتاب عشاق کے زہرے سے بروں ہو
 وہ نل لب آہ جانِ حافظ دورِ اُن ہر ایک سیسوں دُون ہو!

خسرواگو کے فلکِ رخم چو گانِ تو باد

خسرواگو کے فلک کی ترے چو گان میں رہے وسعتِ کون و مکان عرصہ میدان میں رہے
 فتحِ اطراف کیا، تبضے میں آفاق کیسا شہرہ اوصاف کا ناصرِ مژدراں میں رہے
 زلفِ خاتونِ ظفرِ شیفہ پرپسم کی دمام چشمِ فتحِ ابد عاشق ہو کہ جولاں میں رہے
 دایم انساے عطار و ترمی توصیف میں صرف عقلِ کل لکھنے پر دفترِ ترے دیواں میں رہے
 ہو مجھ جلوہ طوبے ترے قد کے آگے غلہ رشک و حمد زینتِ ایواں میں رہے

حافظِ خستہ ثنا خواں ہے خلوصِ دل سے

لطفِ نام اپنے ثنا خوں کے بھی رماں میں ہے

خوش است خلوت اگر یار من باشد

مرا ہے بٹنے کا دوست جانِ تن بن جائے
 ہما کو کیسے ہے لائق کہ سایہ افکن ہو
 ہم اُس نگینِ سیلاں کو مفت بھی تو نہ لیں
 حریمِ عشق میں گر دیکھ پاؤں میں کہ حر لیں
 ہے یاد کو صیہ جاناں کی دل کو جیسے غریب
 بیانِ شوق کی حاجت نہیں کہ آتشِ دل
 جو ذہنِ باں بھی ہو حافظِ باطن بن باغ
 نہ یہ کہ ہم جلیں وہ شمعِ انجمن بن جائے
 جہاں کہ طوطی پہ غایتِ ہر اکِ نغمہ بن جائے
 گئے جو حلقہٴ انگشتِ اہرن بن جائے
 ہو محرموں میں میں محرمِ مجھ پہ بن جائے
 وطن میں دل ہو گو آوارہٴ دُمن بن جائے
 الگ شناخت ہو پُر سوزِ حبِ سخن بن جائے
 کھلے نہ آگے ترے، نہرِ روہن بن جائے

خوش آمد گل! وراں خوشتر نہ باشد

خوشا گل! اس سے کچھ خوشتر نہیں ہے
 زمانہٴ عیشِ کامت چھوڑ! مت چھوڑ!
 نینمتِ جان! بے پی گستاں میں
 جو آئے شیخِ خرم خانے ہمارے
 کتابیں پھونک! ہو ہمدردِ میرا
 مرے ہمراہ پی! مرا اُسیں پر
 شرابِ پُر خمار ایک پاؤں یارب
 عجب دستِ تورِ ملکِ عشق دیکھا
 کہ ہاتھوں میں بجزِ ساغر نہیں ہے
 کہ دایم درِ صدفِ گوہر نہیں ہے
 کہ گلِ تافہستہٴ دیگر نہیں ہے
 پئے وہئے کہ در کوثر نہیں ہے
 کہ علمِ عشق درِ دفتر نہیں ہے
 جسے کچھ حاجتِ زیور نہیں ہے
 وہ جس میں کوئی دردِ سر نہیں ہے
 وہ ہر افسر ہے جس کے سر نہیں ہے

کھاد عالم آرائے شہی بھی
وہ سیمیں تن میرا نام خدا بت
بدل چوں بندے سلطان اولیں او
خطا و نظم ہم حافظ میں تہائے
کچھ اس افسر سے زیبا تر نہیں ہے
کہ دربت خانہ آذر نہیں ہے
اُسے یہ یاد بھی چاکر نہیں ہے
لطافت جس میں ذرہ بھر نہیں ہے

خسکاں را چو طلب باشد وقت بود

آہ ناداروں کی چاہت جھینٹ ہی نہیں
ہم نے جانا انہی تجھ کو ہوا جو پسند
جادو کے چشم نہ پلٹتے رہیں جب تک ہیم
پھوٹے وہ آنکھ نہ چو عشق میں درد کے سپید
آئینہ دل نہیں تازہ نگ ہوس نے فعل کر
گر نہیں عمل و وضو کہ نہ بت خانہ ہیں ایک
المدد پیر مٹاں! شیخ غلیسہ الرحمہ
سایہ بال ہمارے طلب عیش بسجا
بے خبر ہونے کو ہوں اب تو خبر ہے میری
یکھ حافظ ادب و علم بڑے لوگوں میں
ان غریبوں پہ جفا شریعہ موت ہی نہیں
جو ر تو ملک ارباب فوت ہی نہیں
نور دے سکتی کوئی شمع موت ہی نہیں
بھٹ پڑے دل بھی جس میں محبت ہی نہیں
آنکھ سے رونق رخسار و حکمت ہی نہیں
خیر کیا پائیگی جس گھر میں کہ نصبت ہی نہیں
کہ گئے خالقہ والوں میں تو نہت ہی نہیں
شہر چراغ و زغن میں یہ سعادت ہی نہیں
تا کجا غدر خبر گیری کی فرصت ہی نہیں
مرد بے علم و ادب قابل صحبت ہی نہیں

خوشا کے کہ مدام از پے نظر نرود

وہ خوش رہے کہ جدھر ٹٹ گئی نظر ٹٹ گئی
کیس گئے بھی تو بے علم و بے خبر ٹٹ گئے

کنار ہی ب شیریں سیار واولیٰ ہو
 سیاہی آنکھ کی دھواں گریہ شب و
 یہ تھرکی نظر ایک بچے سے مست پروا عطا
 نہیں ہو بچہ ساقی قلب، اس ٹال میں کب
 ہنوز دل ہے وہی ہرزہ گو و ہر جانی
 گدا کو دیکھو! اور اس شہر ناز کو جس کی
 ہزار طفت و کرم کار ہا ہو کچھ عالم
 پلاوے پہلے تحفظ کو ہی اگر جائے

گس کی طرح جہاں دیکھ لی شکر نہ گئے
 وہ نقش خیال کبھی چھوڑ کر نظر نہ گئے
 دو ایک بوند میں بھر شمع کے ہنر نہ گئے
 بسان شمع دھوئیں ل کے تابہر نہ گئے
 یہ دن تو دیکھ لیا کر کے سب ہنر نہ گئے
 کمر کو ہاتھ بجز ایک کنبہ زرنہ گئے
 دفائے عہد کے تجھ سے خیال پر نہ گئے
 کھلی جو زم میں بچکے اور ہوا دھونہ گئے

دلبر رفت و دشت گاہ را خبر نہ کر د

دل سے چلا تو دشت گاہ کو خبر نہ کی
 طالع نے مجھ کو راہ محبت بھلائی یا
 ایک شمع منظر تھا میں جاں تجھ پہ ائے
 نرم اور کیسے کیجئے؟ باران گریہ نے
 جس نے وہ گل دیگی مری آنکھ چوم لی
 کس نے رقیب کو تو راہم بنایا

یاد حرین شہر و رفیق سفر نہ کی
 اُس نے شاہراہ حقیقت گزرنہ کی
 تو نے ہی یہاں خرام انہم سحر نہ کی
 تاثیر نگل میں تر ہے بوند بھر نہ کی
 میں نے جو انتخاب کی کچھ بے نظر نہ کی
 کوڑی کبھی کسی نے قرین گزرنہ کی

کلک زباں بریدہ حافظ نے بزم میں
 افشائے راز و دست تو قاطع سرنکی!

دل ازمن پر دور و ازمن نہاں کرد

مراد دل سے بھی سے رُخ نہاں کر! نہ نقد یہ ستم تو میری جاں کر!
 ہوا دل خوں ہرنگ لالہ ترس نہ آنکھیں پھیر کر یں سرگراں کر
 چلی جاں ہجر میں وقت مدد ہے سب باکچہ چارہ رکھتی ہو تو ہاں کر
 یہ دل بریاں ہے شمع بزم سوزاں صراحی تو بھی رو۔ بر ربط فغاں کر
 ہیں اُس کے خیال کے بھی لطف سجد شب تنہائی کر تو قصد جاں کر
 بھلا کس منہ سے کہتے دوستوں سے کہا کیا اور کیا کیا جان جاں کر
 نہ کی ہوگی وہ حافظ سے عدو نے گیا جو چال یار ابرو کہاں کر!

دلا بسوز کہ سوز تو کار ہا بکنہ

رہے جو سوز میں دل! سوز دل نہ کیا کرے دعاے صبح بھی ایک، دفع صد بلا کرے
 نقاب یار کسوٹے جو دالسا نہ تو وہ بہ یک کر شہ تلافی صد جفا کرے
 فلک سے تابہ ملک بے حجاب سیر کرے جو دل سے خدمت جام ہماں نما کرے
 جلیب گر پہ ہو عینے نفس شینق دے نہ دیکھے دروہی تجھ میں تو کیا دوا کرے
 خدایہ چھوڑ کے کاموں کو شاد رہ بندے نہ مہربان ہو دشمن۔ کرم خد کرے
 علیل خستہ نصیبی سے ہوں کوئی بیدار اٹھا کے ہاتھ پیر پچھلے۔ کچھ دعا کرے

ہو ابوں ختم حافظ کہاں ہے نکمت یار
 ذرا ادھر کو بھی رُخ اُس کا اس صبا کرے!

دست در حلقہ آں زلف و دوتا نہواں کرد

چھو سکے ہاتھ خم زلف دوتا کیونکر ہو؟
 حق کوشش کو بجائے طلب میں تیری
 دامن دوست نگاہ تھو بھٹن جگر
 ماہ تاں رخ جاناں سا شام الہ بھی نہیں
 عقل و حکمت کے نہیں وصل کی مثل عشق
 رُخ جاناں نظر پاک سے ہی دیکھ سکیں
 سرو بالا لے بلند اپنا ہو جب گرم سماع
 تو ہو محبوب جہاں گر گئے غیرت ہیں
 چپ ہوں مطلب تیری طبع لطیف ناب
 بحر ابرو نہیں محرابِ ناز لے حافظ

تیری قسموں پہ یقیں باد صبا کیونکر ہو؟
 یہ مگر کہتے کہ تفسیرِ قصا کیونکر ہو
 غیر کی چرب زبانی سے رہا کیونکر ہو
 دوست کی مثل ہر ایک بے سربا کیونکر ہو
 تجھ سے حلِ کلمۂ یہ لے فکر خطا کیونکر ہو
 سیر آئینہ نہ جب تک ہو صفا کیونکر ہو
 رہ سکے جائزہ تن جاں پہ قبا کیونکر ہو
 جھگڑا دن رات کا با خلق خدا کیونکر ہو
 ہو جو اس درجہ تو چپ بھی ادا کیونکر ہو
 طاعتِ غیر مرے دیں میں روا کیونکر ہو؟

دیدمی اے دل کہ غم یار دگر بارہ چہ کرد

دیکھا اے دل کہ غم یار نے پھر وار کیا؟
 پائے اُس گرگس جاؤ نے بھی کیا چال چلی؟
 شفقتِ زنگ ہیں آنسو تری بے مہر سے
 صبح ایک محلِ لیے اے گرمی کو ندی کے برق
 سا قیاسا غرتے دے نہیں معلوم رسم

دل بڑی کر کے یہ کیا حال وفا دار کیا؟
 دے کیا مست نے با مردم ہشیار کیا؟
 طالع بے شفقت نے بھی عجب کار کیا
 سوختہ خرمنِ مجنون دل اٹکار کیا
 قلمِ غیب نے کیا کیا پس دیوار کیا

جس کی تحریر ہے یہ دائرہ میسنائی
کیا ظلم اس نے دم گردش پر کیا کیا!
برق غم آتش دل پھونک گئے حافظ کو
یار ویرینہ نے کیا یار سے اسے یار کیا!

دانی کہ عود و چنگ چہ تقریر می کنند

سمجھے بھی عود و چنگ چہ تقریر کرتے ہیں
بدنام عشق کرتے ہیں عشاق کو ذلیل
جو قلب تیرہ کچھ نہیں حال مگر یہ زعم
سننے نہ مر عشق نہ منہ سے نکالے
بڑھے ضعیف پر مغال کو ستاتے ہیں
بیرون درتغیاں کرتے ہیں سیکڑوں
صد ملک دل کا مول ہوا جی نگاہ ایک
کوشش پھینکتے ہیں ٹوٹ و دل دوست
فی الجملہ اعتبار ثبات جہاں نہیں
بے پنی کہ شیخ و حافظ و مثنوی و محتسب
بارہ پیمپا کے بیجے تکفیر کرتے ہیں
بدگوئی جواں تہک پر کرتے ہیں
تیار کوئی دم میں بس اکیر کرتے ہیں
آنے نہ جو سمجھ میں وہ تقریر کرتے ہیں
مرو خدا تو سپیر کی توقیر کرتے ہیں
کیا ہوگی وہ جو پڑے میں تقریر کرتے ہیں
مستحق اس میں آپ ہی تقصیر کرتے ہیں
کچھ ہیں کہ وہ حوالہ تقدیر کرتے ہیں
دن رات کارخانے میں تعمیر کرتے ہیں
سب غور کر کے دیکھ لے تیرہ کرتے ہیں

در نظر بازی ما دیدہ و راں حیرانند

دیدہ بازی پر مری مورکو کیا حیرانی؟
عقل من عقل سے ہوں نقطہ پر کار وجود
چن رخسارہ خورشید کہے کیا خاش
میں ہوں جھنک مری، اور جو تم نے جانی
عشق کی آنکھ سے تو ہے انہیں سرگردانی
پائیں آئینہ میں جب اہل نظر حیرانی

جلوے کی نظر آنکھیں ہی نہیں ہیں تنہا
چاہتے یکے لیں اُس چشم یہ سے اُس کی
گو ہر رستی نے نزہت گہرا رخ میں یار
دوبے عشق و گلہ یار کا، یہ بھی کیا خوب !
منفسی یہ، مے و مطرب کی تمنا یہ کچھ
میرے اندیشوں سے واقف ہو نہیں سکتے اب
رندی حافظ کی عجب کیا ہے نہ سمجھے زاہد
مہر و مہ بھی ہیں کے آرسیاں رنخانی
کس نے ہشیاری دستی یہ ہم کر جانی
عقل و جاں کی تری نکہت پہ پنجاورمانی !
عشق باز ایسے خدا ہجر کے ہوں زندانی
دے کوئی خرقة پوششیں کو نہ کوڑمی کاہی !
منجھے خرقة صوفی کو بہ اس آسانی
پاس شیطان کو پھٹکنے دے قرآن غانی

دوش وقت سحر از غصہ خاتم داؤد

مل گئی غم سے سحر دل کو نجات آخر کار
خوش ہوا ذات کے پر تو کی چکا چونکہ دل
کیا مبارک تھی سحر کیا ہی بجاؤں شب قدر
کامیابی و خوشی ہر مری حیرت کیا ہے
آج سے دل ہے یہ اور آئینہ حسن نگار
دل کو ہفت نے اسی روز یہ دیدی تھی نڈ
ریزش قدر و فکر سب سخن میں ہو صلہ
کیا ہی اکیر ہوئی بندگی پر مغناں
میں نے جس روز یہ حال کی تجا ابدی
پھنس کے زلفوں میں سیوتا کیا ہو نڈل
ظلمت شب میں ملا اکیمات آخر کار
بھگے جام تجلی سے صفات آخر کار
دی گئی مجھ کو یہ بیت تازہ برات آخر کار
سحق تھا یہ ملی مجھ کو زکوۃ آخر کار
منکشف جس میں ہوا جلوہ ذات آخر کار
غم میں دکھایا دیا جب میں نے ثبات آخر کار
صبر کرنے کا سمجھے شاخ نبات آخر کار
اس کے قدموں سے یہ درجات آخر کار
حزن فانی کے بھی کی غم نے فات آخر کار
پائی قید غم بھراں سے نجات آخر کار

شکرِ فکر بہ شکرانہ کتابِ حافظ
مل گیا وہ بہت شیریں حرکاتِ آخر کار

دوشِ دیم کہ ملا یک در میخانہ زوند

دشکینِ شب کو ملک دیں در میخانہ ہونہند
ساکنانِ حرم پر وہ سرائے ملکوت
آسمان سے نہ چلا بارِ امانت تو بڑی
ہم بصدِ خرمین پندار نہ ہوں کیوں گمراہ
کیوں نہ آپس میں لاپس بن کے بہتر فرتے
شکرِ صد شکر مرے اُس کے ہمسایہ ہوئی
مکملہ عشقِ دل گوشہ نشیناں کے لئے
شع شعلوں میں نہتے جس کے وہ کچھ آگ نہیں
کس نے یوں لھولی سی حافظِ نغمہ کی نقا

سان میں طینتِ آدم ڈھلیں پیمانہ چند
مجھ سے خاکی کار میں ساغرِ زندانہ پسند
بھی دیوانہ پہ آئی قری فرما نہ کند
اس قدر حضرتِ آدم کوئے ایک نہ گزید
کیونش دیکھیں جو حقیقت تو ہوں افسانہ پسند
رقصِ حوروں نے کئے عیش میں تسانہ اند
تل ہے بر آتشِ رخسارہ جانہ سپند
آگ وہ ہے جو ہوا ز خرمین پر دانہ بلند
جب سے ہے زلفِ عروسانِ سخنِ ثنائہ پند

دوشِ آگہی ز یار سفر کردہ دادا داد

دے کر چلی جو یارِ مسافر کی رات یاد
ہاتھوں ہی سے چلاتھا جو دُخیف یہ
جی باغِ باغ ہوتا تھا یاد آ کے وہ دہن
نرگس کے سر پہ تاج رکھا جاتا اگر کہیں
نایابِ عیشِ دوست کے دیدار کی تھی شب

دل کو ہوا میں چھوڑ دیا ہر چہ با داد
لے آئی بوسے دلِ نسیمِ سحر کو داد
گلشن میں کوئی غنچہ اگر کھولتی تھی با داد
آجاتی تھی کسی کی کلاہِ شانہ یاد
عبدِ شباب و صحبتِ احباب پر بھی صا داد

بے دید دل وہ جب سے گیا چٹن لٹ میں
قد راج میں نے جانی بزرگوں کی پند کی
اب متفقہ وقت یہ ہو میرے ساتھ ہو
حافظ نادر نیک نے تیرے بنائے کام

بھولی وطن کی یاد ہی ایسی ملی مراد؟
یار بدمام روح مرے ناصحوں کی شاد
ہر شام برق لاسع و ہر باد ادا
قربان اس کے نیک یہاں جس کی ہوناد

در آں ہوا کہ جز برق اندر طلب باشد

بجلی ہے جستجو میں کچھ اور جب نہیں ہے
جس نرم میں کہ خورشید ایک ذرہ سے بھی کمتر
سویا کرے جو طائر گردن دے پروں میں
یہاں کفر بھی لازم دوزخ کے حال ہے
سیکھو جو جان فروشی علم و ہنر کو رکھو
پی۔ مے۔ بے ہستی عمر آبد و لائے
حافظ وصال جاناں تجھ بیدرم کو ہوگا

جل جائے کوئی خرم تو کچھ غیب نہیں ہے
خود کو بڑا سمجھنا شب و ادب نہیں ہے
ٹہنی میں اس کی جان بگڑاں نہیں ہے
روز اس کو گرمیٹر ایک بولسب نہیں ہے
یاں سیج ہوں سب بھی کچھ شب نہیں ہے
بے موت زندگی کا کچھ اور دھب نہیں ہے
اس دن کہ جس کے آگے پھرئی شب نہیں ہے

دل جز مہر ویاں طریقے برنی گیرد

جز عشق مہر ویاں لکھی ہے پر نہیں لگتا
خدا راے نصیحت گو بیان مطرب دے ہو
نصیحت چھوڑا زباد و دے سن مہر میں
وہ پھر اور ہم آنکھیں کیوں کیوں تہمے کہنے سے

نصیحت تیر کیا ارے یہ ہے پھر نہیں لگتا
کوئی مذکور اس مذکور سے بہتر نہیں لگتا
کہ ہر گوشت برعکس اس جواہر پر نہیں لگتا
یہ دل کو وہ عذاب منی نصیحت گر نہیں لگتا

اے حکم خدا سے جنگ تجھ کو ناصح ناداں؟
 صراحی بے نعل میں دگ جانیں علم کا دفتر
 کرامت بائے مردانہ کرے یوں پیرِ مہمان
 ہنسی مجھ کو بھی آجاتی جو رتے رتے محفل میں
 خذرا رحم کر نعم ترے در کا بھکاری ہے
 کیا کیا جلد صید دل اے شباشت مست اٹھو!
 جب ہے دس نہ زبان تو دل میں جان فضا کو
 بہت ہی نگدل ہو! کس لئے ہے نہیں لگتا؟
 گرمی بجلی تو یہ بچست ہوا و فتر نہیں لگتا
 گمزدن ریا پر دے کوئی ساغر نہیں لگتا
 زباں بھی شعلہ ہے تاہم سر راز کر نہیں لگتا
 کسی گھر سے نہیں واقف کسی کے سر نہیں لگتا
 ہزن یہ کشتوں سے بھی تو باتہ اکثر نہیں لگتا
 تجھے شیریں شہا کیا اس کا شعر نہیں لگتا؟

دیدم بخواب خوش کہ بدتم پیالہ بود

اک خواب خوش میں ہاتھ میں دیکھا پیالہ ہے
 چالیس سال رنج میں کھو کر کھلا یہ حال
 وہ ٹھہرہ مراد! ہرے من کی آرزو
 لے ہی اڑا تھا مجھ کو جہاں سے خارِ عشق
 پی لیں انوکے گھونٹ گلہ شکوہ کیا کریں
 گلشن میں بھی گرجو کبھی صبح دم ہوا
 بویا نہ جس نے تخمِ حُجّت چنانہ پھول
 مرغِ چمن کے دل میں نیم آگ چو نکدی
 وہ شاد تند حملہ کہ خور سید شیر گیر
 دیکھا کہ اس کی طرح میں جان فضا کا ایک شعر
 تعمیر لی کہ ہونے کو دولت حوالہ ہے
 حل اپنے مدعا کا شراب دو سالہ ہے
 زلفوں میں لائے بٹھ کر یہ طرے لالہ ہے
 بیدار تھے بخت خالی نہ آوند پیالہ ہے
 خوانِ کرم سے یہ ہی مقرر نوالہ ہے
 دیکھا کہ شغلِ مرغِ چمن آہ و مالہ ہے
 ایک راہِ باد میں وہ نگہبانِ لالہ ہے
 آتش ہے سر بہر کہ یہ داغِ لالہ ہے؟
 اس کے مقابلہ میں نہ بیش ازغوالہ ہے
 بلکہ ہر ایک مصرعہ ہر اصد سالہ ہے!

دے باغم بسرہ رون جہاں کیسری اڑو

اگر غم سے ہو جی بوجھل جہاں کیسرییت ہے
خریدیں مے فروش اس کو نہ پھوٹے جام کے پہلے
مٹائے نقشِ دل تنگی چل آ بازار یک رنگی
مرصع تاجِ سلطانی میں ہیں صدیم جہاں مضمر
کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھتا توں سرِ پروں میں
رقیبوں کی ہیں پیہم گھر کیاں اٹھ سہڑٹھا یاں
دیوارِ دیارِ انساں کو مقید کر کے رکھتے ہیں
امید نفع پر آساں سفرِ دریا کا سمجھا تھا
کیوں کینچ فغاوت ڈھونڈ کر آرام سے بیٹھیں
فغاوت چاہیے حافظِ سلام اس حرصِ دنیا کو

ہو خرقة نذرِ دے بک کر باہتر مصیبت ہے
رہی سجادہ و تقویٰ کی اب یہ مصیبت ہے
کہ ہر رنگ جہاں جو بادہِ احمہ مصیبت ہے
کلمہ دلکش ہے لیکن نیم ترکِ سرِ مصیبت ہے
جو باوصف جہاں : ارمی غم شکر مصیبت ہے
میں سرالایق در بھی پڑیں تھر مصیبت ہے
مگر بے فائز سستہ اوطن جو کر مصیبت ہے
نہ توں اچھے جو ایک ایک جگہ مصیبت ہے
کہ ایک تم تنگ دل ہنا بہ بحرِ مصیبت ہے
ہو جو بھرت دوناں تو سون زر مصیبت ہے

دست از طلبِ دام تا کام من بر آید

چھوڑوں نہ ہاتھ جب تک سن کی نہ من نکلی
کھولیں لحد کو میری بعد از وفات دیکھیں
دکھلائے رخ کہ خلقت والہ ہو اور شیدا
ہو نہ توں پہ جان، دل میں حسرت ترے ہو کہ
تنگی سے اُس دہن کی جاں سے تنگ آیا
یا جان پائے جاناں یا جان تن سے نکلی
ایک آتشِ دروں کے بچکے کفن سے نکلی
ہل جائیں لب کہ فریاد ایک مردوزن سے نکلی
نکلی نہ کام کوئی اور جان تن سے نکلی
کیا کام تنگ دوتاں ایسے دہن سے نکلی

دل کو جو کی نصیحت ”پھوڑا اُس صدم کو“ بولا
 زلفوں کے ہرکن میں سو سوناں ہیں پھنرے
 کیا بواہوس کی مانند روز ایک یار چاہیں
 اٹھ کر دکھا دے تو بھی مجھے میانِ قامت
 اس جستجو میں شاید ایک پھول تجھ سا پائے
 زمرے میں عاشقوں کے یادش بخیر رکھیں

یہ وہ کہے جو خود سے اور خوشی سے نکلے
 بچ کر دل شکستہ کس کس شکن سے نکلے
 ہم اور وہ آستانہ ما جان تن سے نکلے
 سرور اور نارون تو بن کر چین سے نکلے
 جب جب نیم آئے دھول ایک چین سے نکلے
 نکلے تو نام حافظ اُس انجن سے نکلے

دوستاں دختر زر تو بہرستوری کرد

بنت انگور نے پھر پر وہ رخ دُور کیا
 نکلی شرمائی ہوئی پونچھیں عرق پاک کریں
 عقد کی ٹھیرے بہت بیٹھ چکی پرے میں
 مطرب عشق کو بھی چاہیے ملنا انام
 غنچہ عیش بکھلا اپنا تری نکبت سے
 سات پانی سے دھو لے کیا کہ سو آنچ سے جا
 تجھ سے اُفتادگی حافظ نہ چھٹا دشمن کو

معتب پاس گئی کام بدستور کیا
 کچھ نہ پوچھیں کہ بتا کس لئے مجھ کو کیا
 تاکجا ختم نے بھی ایک عمر تو مستور کیا
 راگِ ستانہ سے پھر چارہ مخمور کیا
 مرغ گلشن گوگل سور نے مسرور کیا
 خرقہ زہد پہ کیا رنگ بے انگور کیا
 اُس کے مال اور دل میں نے ہی بخور کیا

دخت دوستی نہاں کہ کام دل ببارد

دخت دوستی بوزا کہ کام دل میں بارے
 نہ بیخ دشمنی رکھنا کہ آفت بیمارے
 دگر نہ سہری پھوڑے گا اظالم خارے
 ہے عمارتِ خواب آباد تو نردوں میں چل کرے

یہ گردوں ہو یہ ہنی گرداں یہ ہی لیل و نہار آئے
 بکھلے گل سے اگر صد ہاتھ بل سے ہزار آئے
 کچھ ایسی کر کہ مجنوں تک بھی وہ قہر آئے
 ہائے لعل و شبنم کو کہ جاں کو بھی قرار آئے
 چلے ایک جزیرہ سے پی کر سستی سہارا آئے
 لبِ جو ایک چین میں سرسویں بر کنارا آئے

قیمت ہو یہ شب یازں وہ ہو گئے ہمتوں کی تکان
 بہار زندگی کیا چاہیں اس گلشن میں ہر موسم
 عمارسی دارِ لیلیٰ حکمران ہر زمانہ یارب
 دلِ وحشی کی تو زلفوں سے دلتگی پوری
 پڑے کیوں ست دل یہ نیکڑوں میں باغِ غم ہو
 وصالِ فط کی پری میں بھی ہو یارب کٹیٹھا

دوش از جناب صفت پیکِ بشارت آیا

خسرت کی ہزم شہ سے لے کر بشارت آیا
 وہ ماہِ مجلس آرا بہرِ صدارت آیا
 ویراں سرے دل کا وقتِ عمارت آیا
 اُس جیسا پاک دامن بہرِ زیارت آیا
 جادو گر کہاں کش کرنے کو نارت آیا
 ایک حرفِ لاکھ میں سے ہو در عبارت آیا
 چڑھ اُس پہ چو تپتا بھی بائیں خمارت آیا
 دُور اے زیاں رسیدہ وقتِ تجارت آیا

دربارِ آصفی سے پیکِ بشارت آیا
 خوابِ تمام اپنی اپنی جگہ پہ ہوں گے
 خاکِ وجودِ یاراں گل ہو گی آبِ مے سے
 کر عیب پوشی شد اے خرقہ مے آلود
 اُس شوخ چشم سے دلِ ایمان کو بچانا
 یہ شرحِ بے نہایت جو حُسنِ یار کی ہے
 تاجِ فلک ہے تختِ جمشید و کیو ہمت
 دربارِ بادشاہ کا ایک بحرِ منفعت ہے

آلودہ ہے وصالِ فط کر کسبِ فیض شہ سے
 گنگا نہالے بحرِ ذخارت آیا

در نمازم خم ابروئے تو گریا د آء

خیم ابرو تو بر مسجد میں اگر یاو آئے
ہم سے اب صبر و دل و ہوش کی آئینہ ہو
نہ ستم تو زینیا پہ بس اے یوسف مصر
بار بردار تجھ سے بارِ تعلق سے بنے
نئے بھی سب چھن چکی، مرغانِ جنِ مست ہوئے
بُوئے بہو د زمانے کی ہوا میں ہے بھری
دل فریبانِ نباتات لدے زیور میں
اے عروسِ ہنر اب شکوہ زمانہ کا نہ کر
مطرب ایک زور غزلِ لطف کا حافظ کی

ایسی رقت ہو کہ محراب سے فریاد آئے
صبرِ جناتِ تھوڑے سب سے کہ ہیں برباد آئے
کیوں تر عشق ہو کیوں اُس پہ یہ فتاد آئے
سروا چھ ہے ان جھگڑوں سے آزاد آئے
فصلِ گل رکھنے کو پھر عشق کی بنیاد آئے
پھول پھولے نہ سائیں تو صبا بٹا د آئے
دلبر اپنا بھی معِ حُسن خدا داد آئے
جس کے حسنِ سجا جسد کہ دانا داد آئے
پھر دہی عہدِ طرب اپنا مجھے یاد آئے

دے کہ غیبِ نالیت جامِ جم دارد

رکھے جو غیبِ نمدل وہ جامِ جم رکھے
نہ بخش دولتِ دل ہر فقیرِ صورت کو
نہ لائے تابِ جہانے خزاں ہر ایک شجر
نہیں کسی کو خبرِ تیر غیب کی خاموشی
گئے وہ لافِ تجرّد کے، اتبوسینِ کرا وں شغل
پھر آئی فصل وہ جس میں سالِ گریست

گئے جو مُہرِ یلماں بھی کچھ نہ غم رکھے
دے ایسے شاہِ نش کو جو مُہرِ جم رکھے
سراہیں سر و کو وہ ٹھونک کر قدم رکھے
کہاں وہ محرمِ دل رہ جو درِ جم رکھے
شیمِ رنٹ سے دل روزِ صبحِ جم رکھے
نثارِ جام کرے دُوبھی جو درِ جم رکھے

جو گنج کی طرح رکھے زرع و نر ساغوسے
تو عقل کل بھی بعد عیب متہم رکھے
ایہ زرقہ حافطے منقطع تہکھے
صبر کو جیب میں ڈھونڈیں تو وہ منہم رکھے

درازل ہر کہ فیض دولت ارزانی رہا

حسنِ طالع یہاں ازل میں جب کو ارزانی رہا
قصہ تو بہ جسب کیا تھا تب ہی گوارا تھا خیال
گوارا سو سن صفت کا ندھے پہ ڈالے جانے
کنجِ خلوت بھی فروزاں رنگ مے سے چائے
لطف کیا پائینگے صوفی اُن کی خلوت میں اگر
بے فروغ جام کیا خلوت نشینوں کی بہار
بزمِ عیش و نو بہار اور زو جام از دست یاز
طبع عالی ہو نہ ہو جام مرصع رنگ مے
بے سرو ساماں اگر چہ کچھ نہ چٹھا ہو مگر
شہرت اچھی چاہئے تو صحبت بہ چھوڑے
بولے ایک صفا کہ حافط پتیا ہو نہاں شراب
میش و عشرت سے آج تک ہم دم جانی رہا
تو بہ کا انجام دیکھو گے پشیمانی رہا
رنگ مے خر قہ یہ رنگ صد مسلمان رہا
اندرونِ اہل دل جس طرح نورانی رہا
باو و ریحانی نہ ساتھی مست روحانی رہا
وقت گل یاروں کا جبہ مجلِ نادانی رہا
عمر بھر سے دوست و جہ گراں جانی رہا
پشمِ میکش میں بہ ازیا قوتِ رمانی رہا
ہر گدائے شمیراں محسوسِ سخطانی رہا
خود پسند ہی میں بھی ایک اظہارِ نادانی رہا
ہے بہت بہتر گنہ صاحب جو پنہانی رہا

دل بے جمالت عفاے مدارو

وہ بے رخ تو دل میں صفا ہی نہیں ہے
یہ بیگانہ دل آشنا ہی نہیں ہے
دل پاک عشاق میکش کی در کیا
حسینوں میں اس کی بہا ہی نہیں ہے

چلے جاہم ساقی گلِ مُرد، جہاں کو
 گیا دل تو اندیشہ کیا ہو کہ اُس کی
 ڈریں سینہ تنگ سے تیرا س کا
 دلا رام کے پاس ہے اور سب کچھ
 دلِ پاک حافظِ مین کا ابروِ روشن
 گلوں کی طرح سے بقا ہی نہیں ہے
 خمِ زلف ہے اور جہاں ہی نہیں ہے
 اگر جاگے تو دوا ہی نہیں ہے
 نہیں ہے تو مجھ سے وفا ہی نہیں ہے
 بلا ہر جاناں غصہ یا ہی نہیں ہے

دل شوقِ لبِ مدام دارد

دلِ حشر لبِ مدام رکھے
 جاں شربتِ مہر و بادۂ عشق
 آشفستہ زلفِ یارِ دایم
 ہو یار کا ہم نشین کیسے
 کیا پوچھ یہ سکتے ہیں کہ دلبر
 خوش تو ہے وہی کمر کے ساتھ
 دل تیرا بھی پھانس لے بنفشہ
 ایک پل کا تو نعلِ بزمِ حافظ
 کیا جانے وہ لب سے کام رکھے
 سینے میں بھرے مدام رکھے
 خطروں سے گھرا مقام رکھے
 جو خطرۂ خاص و عام رکھے
 اپنا جو ہے کیا وہ نام رکھے
 صحبت جو علی الدوام رکھے
 جو گل کو ہو زیرِ دام رکھے
 کلِ جشن کے اہتمام رکھے

دوش در حلقہ ماقصہ گیسوے تو بود

چہر گیارہاں قصہ گیسو تیرا
 دل سے ناکِ مرگاں نہایا تو میں
 پہنچا تا آخر شب سلسلہ موتیرا
 نہ چٹھا پھر بھی کہاں خانہ ابرو تیرا

آفس اس کو جیسا ہی کچھ اڑلاتی ہو
 شور و شمر غشت کے کچھ دھریچ خوش تھے
 کھول دے بند قبا دل بھی ہوا کھائے
 شامل اہل سلامت یہ پریشان بھی تھا
 قبر حافط پہ گذر تاج محمد کو دفا کی ہی تھی
 کون ہے ورنہ شمار کے میر کو تیرا
 فتنہ انگیز ہو اغمرہ جسا دو تیرا
 دلکش اپنا ہے ہر گوشہ پہلو تیرا
 رہن جب وہ ہوا طرہ ہندو تیرا
 مرتے مرتے تھا اسے شوق بخ و موتیرا

دوش می آمد و رخسار برافروختہ بود

رات آیا جو وہ رخسار برافروختہ تھا
 رہن بن تھی وہ زلف اور وہ نگین باطن
 رسم عاشق کشی اور شیوہ شہر شونی
 ٹکڑے ہی کرنے کو کہا تھا بظاہر لیکن
 یار دنیا کو نہ دے کوئی کہ کے روز چلا
 خون دل جمع کرے دیدہ بہائے ہیماں
 دیکھتے ہی یہ کہا، خرقہ جلا، جا۔ حافط!
 تاکجا جل کے دل غمزہ پھر سوختہ تھا
 رہنا شعل رخسار برافروختہ تھا
 تھا وہ تن زیب کہ تن پر ہی تھے دختہ تھا
 باطن ایک لطف نہاں بھی ہوئے دل ختمہ تھا
 وہ جو یوسف کے فرزند دل اندوختہ تھا
 یوں لٹکے آہ جو ایک عمر کا اندوختہ تھا
 بائے یہ آنکھ پر کھلے کس کا وہ آموختہ تھا

دل من بدور رویت ز چمن فراغ دارو

ترے رو برو چمن سے یونہی دل فراغ دیکھا
 نہ ہوں تاکو کیوں نہفتہ پہ جو زلف سے ہوسر
 نہ کیوں مرغ صبح او میں کریں اپنا خون دیدہ
 کہ مثال سرو پابند و بچوں لالہ داغ دیکھا
 کسی گھانٹ بچوں کا بھی کیوں یہ داغ دیکھا
 طرب آفتاب بلبل میں بہا ہے زاغ دیکھا

کہ اُسے تو مر گئے ہم پہ وہی فراغ دیکھا
 بنا ایک مصاحب نہ لے ایک ایام دیکھا
 جو نہ شمع رخ کاروشن سبرہ چراغ دیکھا
 یہی چوہا ایک دلاور کہ لے چراغ دیکھا
 کہ جہاں گوشہ گیر می میں عجب فراغ دیکھا
 کبھی مایل تماشا ہے نہ ذوق باغ دیکھا

نہ زبان ابرہمن نہ ہیں زار اس چین میں
 تو خرام کہ چین میں، اگاتخت گل میں لالہ
 نہیں ہوگی زلف کی سرشت پہ توجہ ورتج
 نہ ہی روشنی رخ میں بھی تو زلف نہ رہن دیں
 نہ جھکا سیکلی گردن یہ کوئی کسان ابرو
 سرور مند حافظ ابے صرن درس آفت

داوگر افلک تراجرعہ کش پیالہ باد

دشمن دل یہ رنگا فوں میں بزرگ لالہ ہو
 وہم کی بھی ہو تیج کو ایک راہ ہزار سالہ ہو
 جھوٹے نیم سخت سے لہریں جلیے کالا ہو
 نال پہ ان کی مدعی ہمد آہ و نالہ ہو
 بادۂ ناب سے سدا تیرا بھرا پیالہ ہو
 خوانِ تعمیر شاہ سے بدل کو ایک نالہ ہو
 مہر بھی اس عروس کے باپ کے اب حالہ ہو
 نگر کر م کرے۔ گواہ لطف حضور والا ہو!

داوگر افلک تراجرعہ کش پیالہ ہو
 تیرے محل کا یکس اس قدر ادنچا ہو کہ بس
 دو چراغ و ہر ہی زلف یہ پھر برس کی
 قمری ذہرہ ثانیں لیں قد بلند پر ترے
 عدل کے آساں کا چاند آویوں میں گل ہے تو
 نہ طبق فلک بے پھرتے ہیں دو جو قوس ناں
 دخیتر فکیر بکریہ ہو چکی شہ سے ہم کنار
 حافظ شہ نے لکھ غزل دی بیہوت بندگی

ویریت کہ دلدار پیامے نرفتاد

سزا ہوئی خط بھی مرے نام آیت بھیجا
 خط کا تو ہے کیا ذکر۔ سلام ایک نہ بھیجا

تیرے تو زبانی بھی پیام ایک نہ بھیجا
 صدہ دامِ خمِ طرہ سے دام ایک نہ بھیجا
 آہو صفت و کبک خرام ایک نہ بھیجا
 معلوم تھا مخمور ہوں جام ایک نہ بھیجا
 صدہا ہی کئے کوچ و مقام ایک نہ بھیجا
 آقائے جو خط بندے کے نام ایک نہ بھیجا

صدہا ہی خطائے شاہسواراں تجھے کئے
 معلوم تھا اڑنے کو ہیں طوطے دلِ بجاں کے
 مجھ وحشی کی جانب کہ ہوں ایک عقلِ میڈ
 افسوس کہ اسے ساتی شکر لب و سرست
 دل بیچ ترے لافِ مقاماتِ باخط اس نے
 حافظ نہ گزر صد ادب سے کہ بھوکیا

دی پیر می فروش کہ یادش بخیر باد

فرمایا پی شرب بھلا دل سے غم کی یاد
 بولا کہ چل تو کھٹے پہ توبرہ باد باد
 پس غم کئے سے فائدہ رکھ اپنے دل کو شاو
 کیا کیجئے جہاں کی بنا ہی میں ہے فساد
 سن بچہ کر حکایتِ حبشہ و کیفِ باد
 لیجائے یاں تو تختِ سلیمان اڑا کے باد
 رکھ دمی ہو دل کی شہ میں غمِ عشق کی نہا
 چھوڑی یہ گفتگو ہی بس عمرتِ دراز باد

کل پیرے فروش نے یادش بخیر باد
 برباد دیدوں؟ میں نے کہا ننگِ نام کو
 سو دوزیاں ربیکا نہ سرمایہ آفرش
 بے خار گل نہیں ہونے بیٹش نوش ہے
 بادہ سے بھر کے جامِ لبالبِ گوشِ ہوش
 چن ست محلِ امیدوں کے جانیگا ہاتھ جھاڑ
 چاہے اگر کہ جان کو راحت نصیب ہو
 حافظ اگر ہو پندِ حکیمانہ سے ملو

روبر رہش نہاد و بر من گزیر نکر د

ہر آنکھ سو امید ہے وہ ایک نظر نہ کر

سرن میں رکھ دیا ہے تو جا ہے سپر نہ کر

بہم تک گز رہی رشکِ سیم سحر نہ کر
تو شوخ دیدہ ہاتھیکے سے اونچا بھی سر نہ کر
خارا پہ صرف قطرہ باراں اثر نہ کر
سودائے غام عاشقی سر سے بدر نہ کر
رُخ تیرا رہ گزشتہ نشیناں ادھر نہ کر
جاں اُس کے زخمِ تیغ کے آگے سپر نہ کر
وہ بھولتے انہیں تو اُسے یاد کرنے نہ کر

مزا مثالِ شمع ہے قدموں میں آرزو
ماہی و مرغِ میری نواں سے نہ سو سکے
بیلِ سرشک کینہ نہ اُس دل سے دھو بیٹو
ہاں اور شوخ مرغِ دلِ بال و پر کباب
اللہ اُس جوانِ دلاور کا ہوشیہ
تو ہو جو کوئی سنگِ دل بے ملاحظہ
دلکش ہے قصہ عشق کا حافظے کے کس قدر

راہے بزن کہ آہے برسا ز آں تو انکر

وہ شے ہو جس کو سن کر پی ساغرِ گراں لیں
گلابِ گبرِ بلندی اٹھ اٹھ کے آسماں لیں
دیرِ نواں میں ہوں تو پی بھی نئے نواں لیں
ستے میں ٹوٹ برومی نئے کے کارول لیں
تیرا آنکھ میں عدد کی ماریں تو یہ کہاں لیں
چھر کا کو کو دیں پانی میرے نئے ڈال لیں
ہو عشق اس میں رکھو اول ہی تیرے جا لیں
ہو جائے نیم اشارہ ایک بوسہ ہاں لیں
اُم اور ہمارا چھتر دیں آگ یا دھواں لیں
لاسا قیام ہے حملت ایک جامِ رنجاں لیں

وہ لے ہو جس کی دھن پر آپس بھی ناتواں لیں
گو آستانِ جاناں پہ سر ٹپکا سکیں سیم
کیا ذوقِ عشق و متی حاصل ہو خانقہ میں
بائیں رہزنِ سلامتِ رفیق تو کیا غصہ بیست
قد خمیدہ اپنا بیسکا رہی سہی پر
نہرواں بیاں نکھیں ہنکے جلوں جاناں
اہلِ نظر دو عالم دیں ہار ایک نظر پر
ہم شرم سے کہیں کیا ساقی تو خود کرم کر
لایت نہیں گدا کے تھرو سرے سلطان
عشق و شبابِ زندگی سب جمع آرزو ہیں

دولت وصال کی گم ہوئی نصیب دکھیں
مارے زبانی کے دھن کے سر پھوٹاں میں
میں عقل و فہم و دانش و ادب کو لازم
یکجا ہوں یہ معافی تب اذیتیں بیان میں
حافظ قلم قرآن کی چھڑے جو مار و من کو
کیا کیا نہ میش بچے کو میرا کے درمیاں میں

روزِ وصل دوستداراں یاد باد

عہدِ صحت ہائے یاراں یاد رکھ
وہ شب و روز بہاراں یاد رکھ
ایک کسی میں بھی وفاداری نہیں
وہ وفادار تھی یاراں یاد رکھ
طغی غم سے ہو جب متعلق زہر
بانگِ نوشِ بادہ خواراں یاد رکھ
کیا میں بیچارہ علاجِ غم کروں
تو ہی رنجِ نعم گساراں یاد رکھ
ایک بھی تیری نہ ہو یاروں کو یاد
دلِ گویا روں کی ہزاراں یاد رکھ
پھنس گئے دامِ بلا میں دیکھ لے
حق سہی حق گزاراں یاد رکھ
رازِ حافظِ آج سے ناگفتہ بہ
وہ دغاے رازداراں یاد رکھ

رسیدِ مُردہ کہ ایامِ غم نخواہد ماند

سنا ہے مُردہ کہ ایامِ غم ہیں کم باقی
رہا وہ عیش نہ رہ جائیں گاہِ غم باقی
مرقع طاقِ فلک پر ہو آبِ زر سے رقم
یہاں رہے گی فقط شہرتِ کرم باقی
نگاہِ یار میں ہم گرچہ خاکسار ہوئے
نہیں رہے گا عدد کا بھی یہ بحرِ م باقی
کسی بھی حال میں ہو شکر کر نہ نکایت کیا
ہمیشہ کون ہا ہے بقیدِ غم باقی
سمجھ یہ شمعِ غنیمت وصالِ پردان
نہ ہوگی دیکھ یہ صحت بھی صدم باقی

نہیں رہیں گے یہ گنج زر و درم باقی
تھے دھام چلے عمرِ جم ہے کم باقی
رہے گا کوئی نہ محروم از کرم باقی
اثرِ جفا کا رہے گا نہ نقشِ غم باقی

ویا ہے تجھ کو خدا نے کم تو فقیر کو دے
ترا نہ ٹہلن حشرِ کا تھا سنتے ہیں
نکٹے تو ہالٹ نہیں نے یہ بشارت دی
وہ مہربان ہے حافظ تو بد گمان نہ کر

رسیدِ مرقوہ کہ آمد بہار و سبزو دید

و طیفہ ہو چنے تو مصرف ہیں تو وہی گئی بنید
نقاب گل میں پڑے شورِ عنایت سے چید
بنفشہ گردِ وحمن کی کرے گی کل شہید
رہا نہ منہ جو کرے اب کسی سے گفت و شنید
جو ایک گھونٹ کو بھی لے نہ پی فروشِ خرد
گیانہ لے کے جو رہبر لی نہ اُس کی رسید
و لطفِ سیب ز نڈال یہاں ہوں جس چنید
کہ رحمتیں ہی اٹھا کر ہے راحتوں کی امید
یہاں کے ہرنوں سے پڑتے ہیں شیرِ مخِ سپید
نہیں بے حد بیا بان عشق کوئی پدید
نہ چلنے کی تھی نسیمِ کرم کو کیا تا کیسہ
صاف شہ نے کئے صوفیوں کے جرمِ شدید
تمام فصل نہ حافظ نے دیکھی کل بنید

بہار آئی ہے بھگل ہرے ہیں۔ پانی نوید
بطِ شراب کہاں ہے پکارے مرغِ چین
قدارِ ساتھی کبوش سے آج چن سے پھول
بھرم کر شہنہ ساتھی نے دل کا کھوسا دیا
جلادوں، پھونکدوں، بگڑنگ گیزا کر پڑے
بغیر رہنا رکنا نہ دشتِ عشق میں پاؤں
وہ خاک سمجھے گا لذاتِ میوہ ہائے بہشت
نہ مشکوں سے ہو دل تنگِ رطوبِ ادب
عجائبِ رہِ عشق؟ اسے رفیقِ سینکڑوں میں
اسے خضرِ راہِ حرم: رہنا ہو بھر خدا
نہ پایا دل نے کوئی باغِ آرزو سے ثمر
شرابِ نوش و عطا جامِ زر ہو حافظ کو
چلی بہار کرم گسترِ خضرِ لہجہ!

روزِ ہجران و شبِ فرقت یادِ آخر شد

روزِ ہجران و شبِ فرقت یادِ آخر ہے
وہ ہر ایک ناز و خیر جو خواں کرتی تھی
ہو گئے دل کے ہمارے بھی تنہا آفاق
وہ پریشانی شہمائے دراز و غمِ ہجر
ساقیا عمر و رازِ او چھلکنا ہے جام
شکر صد شکر! باقیالِ کلاہِ شہِ گل
شک ہی ہر عہدیِ ایام سے بہتکل کو
صبحِ امید جو پنہاں تھی پس پڑو غیب
وہ جزائوں نے ہر کے کام سب اچھائے تھے
خیر حافظ کا نہیں تھا تو نہ ہو کوئی شمار
فال کہتی ہے کہ ہر مشکل کا ر آخر ہے
سب طفیلِ قدمِ بادِ ہمارا آخر ہے
نور میں آئے نکل کر دو غبارِ آخر ہے
سب تر سایہ کیسے نگہاں آخر ہے
تیرے صدقہ وہ سب اندرِ ہمارا آخر ہے
نکوتِ بادِ خزاںِ شورشِ خارِ آخر ہے
کیا وہ سب قصہ غمِ حالتِ آخر ہے؟
کہہ دو آجائے کہ طولِ شبِ تارا آخر ہے
اُن کو بٹھرا رہی ابروئے نگارِ آخر ہے
وہ تو سب کلفتِ بخت و شمارِ آخر ہے

زادِ خلوتِ نشین و دشمنِ مینا نہ شد

زادِ خلوتِ نشین شبِ گیا مینا نہ کو
شاہِ عہدِ شبابِ پاکیا شاہِ یزنجواب
بہنچہ جاتا تھا ایک راہِ نرینِ عقل و دین
صوفی مجلسِ پوچھا جامِ و قدرِ توڑتا
نرگسِ ساقی نے کیا پڑھ کے یہ دم کر دیا
چٹ کے پیمان سب چمک گیا پیمانہ کو
دیکھنا اس عمر میں کیا ہوا دیوانہ کو
چھوڑ کے سب آشنا کر لیا بیگانہ کو
کر دیا غافلِ کل ایک جُرم میں دیوانہ کو
دروہرا دیدیا گردِ دشمنِ پیمانہ کو

آتشِ رخسارِ گلِ خرمِ لبِ جلا
چہرہٴ خندانِ شمعِ آسپا ہر دانہ کو
ردنا سحرِ شام کا شکر ہے حاصل نہ تھا
انکھ نے پیدا کیا گوہرِ کیدانہ کو
منزلِ حافظ رہی بارگاہِ کسبِ ریا
دل رہا دلدار پاس جاں لگی جانا کو

سالماد لطلب جامِ جم از مامی کرد

جامِ جم کب سے طلبِ دل یہ کیا کرتا تھا
تھا بخل ہی میں جو تجھے مجھ سے نکا کرتا تھا
صدقِ کون و مکان میں نہ تھا درِ طلب
ہر غریقِ لبِ دیا سے کیا کرتا تھا
نمکِ اپنی بھی ہیں بے پیریاں پس گیا
ایک نگہ میں جو ہر ایک خند کو داکرتا تھا
بیدل ایک درہمِ احوالِ مہبانِ خدا
دیکھ کر دُور سے "از ہر خدا" کرتا تھا
نوشِ خداں مجھے پایادہ لئے ہاتھ میں جام
سیرِ اس آئینہ میں جانے کیا کرتا تھا
پوچھا اساد سے کب ہاتھ لگا تجھ کو یہ جام
بولا جب گنبدِ مینا کی بنا کرتا تھا
پوچھا دیدارِ سرورِ ہوا جس سے بلند؟
راز کرتا تھا "کہا۔" لبس یہ خفا کرتا تھا
پوچھا یہ عقل کے نیزنگ؟ کہا سحرِ جو سب
سامری باید بیضا و عصا کرتا تھا
فیضِ روحِ القدس آمادہ امداد ہو کر
ہم بھی دکھلا دیں میا جو کیا کرتا تھا
رازِ خفیہ کی طرح دلِ مینا کی کھ کے گار
شرحِ یک نکتہ میں سو صفحے لکھا کرتا تھا
پوچھا کیا ہے ہو بجلا سلسلہٴ زلفِ ثنائی؟
بولا حافظِ شبِ بید کا گلا کرتا تھا

سالماد فترادر گرو صبا بود

دفتر اپنا گرو قیمتِ صبا ہی رہا
رونی یکدہ یہ درسِ مصلیٰ ہی رہا

کاش چکھے کہ کوئی پیرمناں کے انتہائی
 پیر گز رنگ نے منہ کیل دیا یاروں کا
 جب ملک سایہ ننگن سر چوسی بالا تھا
 آب مے سے سند علم سر اسر دھو ڈال
 تیرا رایت نم آلودہ غول میں مٹ رہا
 پر پر کا رکھ کی مانند پیر اول بھٹکا
 قلب حافظہ قبول اُس نے کیا انگیا
 پیر سے پیر کا ہر نعل گوار ہی - ہا
 نیلے پوشوں کا ہر ایک تھمہ ٹھنہ ہی رہا
 پھول سائیں لب جو شاہ تھا پھولا ہی رہا
 چرخ کو دیکھ لیا دشمن وانا ہی رہا
 کہ جو دانا تھا یہاں خون سے روا ہی رہا
 پاس پر کاڑ بٹا نقطہ پہر جا ہی رہا
 کھوٹ نہ تک کا میں ہر چہ چپا ہی رہا

ساتی : حدیث سرو گل لالہ میرد

لب تک جو نام سرو گل لالہ جائے گا
 مے دے کہ ہے عروسِ حینِ حدیث پر
 بادِ بہار آتی ہے گلشن سے شاہ کے
 غرقِ عرق وہ آئے گا تو عارضِ حین
 اس شیمِ جادو انہ عابدِ فریب کے
 زہرِ کھوکے اپنا سامری امتق بنے گا
 فکرتِ ننگن نہیں گے سہی طویانِ ہند
 عے مکاں تو دیکھے کوئی درویشِ شعر
 ساتی نہ بے تلاوتِ غزالہ جائے گا
 اب کام بن بکوشش دلالہ جائے گا
 نثار سے پھر یہ بھرج لالہ جائے گا
 غیرت سے ڈوب عرقِ نثارہ جائے گا
 ایک کاروانِ سحر بد نالہ جائے گا
 موسیٰ کو چھوڑ دے گو سالہ جائے گا
 یہ قند پارسی مرا بنگالہ جائے گا
 یہ طفل یک شبہ رہ گیا سالہ جائے گا

حافظہ ہوشی غلبر سلطانِ غیاثیں

تو چپ نہ رہ کبھی تو پہونچ نالہ جائے گا

سرو چاں من چرامیل چمن نمیکند

سرو چاں ہمارا کیوں غیر چمن نہیں کرے؟
 گلخیز ہے صبا، دامن پاک تیرا کیوں
 کچھ کمان ابرو کی۔ گرچہ ہزار ہستیں
 دست نیم سے ہو جب زلفِ بنفشہ پر شکن
 گرے وہ خطر چرخِ پیر بھی صبا سے ہو مجب
 ساقی سیم ساق وہ نہ بھی مٹے تو کون ہے
 طرہ کا اپنے جب گلہ مجھ سے سنا تو کیا کہا
 ہو کے اڑا اٹل ہوا چمن سے عین لعل میں
 آبر و مفت مٹ بہانیاں ان آنسوؤںِ بنیر
 حافظ اگر تو مانتا تیغِ ادا نہ کھاتا یوں

ہم گل نہیں ہو کیوں یا دامن نہیں کرے؟
 خاکِ بنفشہ زار کو رشکِ خنق نہیں کرے
 گوشہ کفیدہ ہی رہے گوشِ سخن نہیں کرے
 دل نہ کیوں یاد وعدہ ہمدِ شکن نہیں کرے
 خاک کو اُس گلی کی کیوں کشتِ سخن نہیں کرے
 جو کہ پیالہ کی طرح باز دہن نہیں کرے
 آہ یہ کج رویاہ! گوشِ سخن نہیں کرے
 اب سفرِ دراز سے عزمِ وطن نہیں کرے
 ذریعہ صدف میں پرورشِ رخسار نہیں کرے
 تیغِ بسر ہو وہ اثر جس میں سخن نہیں کرے

سمن بویاں غبارِ دل چو شیند بسانند

سمن بویاں غبارِ دل جو بیٹھیں گے پٹھا دیں گے
 اگر فتراکِ باندھیں گے تو جانیں ساتھ کس لیں گے
 ہیں گے صلِ زمانی بھی آنکھوں سے تو نہں دینگے
 قریب ایک دم گرا بیٹھیں گے فوراً اٹھ کھڑے ہونگے
 چڑھیں منصور و شِ بردارِ بر خورِ داری بھی ہوں گے

پری رویاں قرارِ دل جب اٹھیں گے اٹھا دیں گے
 چوڑیں عنبریں زلفیں تو صد ہا دل گرا دیں گے
 نہفتہ رازِ پیشانی سے سب پڑھ کر نادیں گے
 اکھڑ کر تازہ خیلِ آرزو دل میں جا دیں گے
 دوائے درد گر چاہیں گے درد بے دوا دیں گے

اگر پچھیں گے وردیوں کے آنسوؤں ہی پائیں گے
جو بانیاں آئیں گے ورپہ وہی درناز آئیں گے
سرخیزوں سے گردن گر نہ پھیری۔ بن پھریں گے
اگر اس در سے راندیں گے بھی حافظ کو تو راہ دیں گے

سحرم دولت بیدار بہ بالیں آمد

سحر ایک دولت بیدار نے میرے بالیں
پنی کے ایک جام گن ہو کے تاشے کو نکل
بانٹ انعام گرہ کھول نے نانے کی ذرا
آب آبی سے رنج سوختہ جاناں پہ ہو پھر
مغ دل پھر ہے ہوا دار کہاں ابرو کا
کت لک گر نہیں لگائے گا ہوا میں آخر
ساقیا نے بھی سے اور چھوڑ غم دشمن دوست
آبدار پر پی چہرہ کی شادی میں پلا
رسم ہر عہدی آیام پہ آج ابر بہار
شعر حافظ کے جو میل سے سنے لکھی نسیم
وہی ندا آ کے کہ اٹھ آتا ہے خسرو شیریں
دیکھ آنے کے تو مشوق کے اپنے آئیں
خود حق سے ترے پاس آنے کو ہوا جسے چیں
نالہ ہے داد رس عاشق زار و کس
ہیں کس صید کہ جس کے تن جانوں دل و دیں
ہاں خبر دار کہ تو ترک وہ آیا شاہیں
آئے یہ بین خوشی اجائے وہ جم جم آئیں
دل ہے غمگین دے لعل دوائے غمگین
رو دیا دیکھ کے رنگ گل حال نسیم
سیر گل کرنے کو بھرتی دم غم سب آگین

ستارہ بدر خشیہ و ماہ مجلس شد

بنا جھمک کے ستارہ جو ماہ مجلس تھا
لکھا کبھی نہ پڑھا وہ بھکار مکتب میں
امسی کی بو پہ دل عاشقاں شمال صبا
دل رمیدہ کا اپنے انیس و مونس تھا
مگر جو غمزہ تھا استادِ صد مدرس تھا
فدائے مارض نسیم دچم نرگس تھا

طرب سرے محبت کی ہوگی اتنی سیر
کہ طاق ابھے جاناں ساکب بندہ تھا
بلا کیئے وہی کرتوں نے عاشقوں کو پلا
نہر نہ علم کو کچھ تھی نہ عقل کو جس تھا
بنائے یار ہیں میکہ سے میں صدر نشین
گدائے شہر جہاں یکساں میر مجلس تھا
لبوں سے قطرہ ہے پونچھ! ان کے دیکھتے ہی
نہر اکر کل گئے سے یہ دل مونیوں تھا
بندھی تھی آبِ حضر اور جامِ جم کی ہوا
نہ آشنائے سے جہنک کہ بانو اس تھا
گئے جو میکہ کے کو دوستو! پلٹ آؤ
کیا تھا حافظ اسی راہ، آیا مفلس تھا

ساتی اربادہ اڑیں دست بجام اندازو

ساتی: ان ہاتھوں پر بادہ اگر جام ہے
دام گیسو میں اگر دیکھ لیا دانہ خال
بادکش دیکھنا سب صوفی غلام ہے
زادہ اس چاند پہ ٹوپی سرخ رشیدی ہو
دیکھنا مرغِ خرد جھنپے ہیں سب ام ہے
سر ٹپا پائے نگاریں میں کہ اڑ کر دستار
وہ میرہ تام سے طالع میں اگر جام ہے
زادہ خام طمع بر سر انکار ہے چہر
اے خوشا! ایسے جو بہت سے آشام ہے
دن کو کر کب بندہ بادہ کشی سے دن کی
پنختہ کیا ہو کہ نہ دیدار سے خام ہوئے
گر دافاق کے شب چھوڑتی ہے پردہ شام
دل کے آئینے بہت گھٹ کے قیام ہے
پنی بے صبح فروغ اس لئے تو شام ہے
بادہ ب صاف، تو نگار تیرے جام ہے
پنی نہ با محلب شہر و گرنہ حافظ

سحر چوں خسرو خاؤر علم بر کوہ ساران زد

اڑے جھنڈا شہِ مشرق کا جس دم کہ ساراں پر
پھرتے دستک زناں رحمتِ بری امیدوارں پر

ہوئی جب صبح پر روشن حقیقت مہر گردوں کی
 جہاں لی اُس نے پھر کی رقصِ میانیں بھی گلِ طلیس
 صلاح و تقویٰ سے ہم نے اُسی دن ہاتھ دھوئے تھے
 کس آہن دل نے سکھلائے تھے یہ آئینِ عیاری
 اُٹھ آیا خیالِ شہسوارانِ قلبِ مسکین پر
 میں با ایں خرۂ پشیمیں پھنساؤں دم میں کوئی
 شہنشاہِ مظفر فریساہ ملک و دیں منصور!
 ہوا ہے جب سے جامِ شرفِ اُس کے ہاتھوں سے
 اُسی دن فتحِ روشن اُس کی تیغِ زلفاں سے تھی
 تعالیٰ اُٹھ اگہر پائے ترانہِ رنگِ ستی جب
 دوامِ ملک و عمر شہ کا طالب حق سے ہو حافظ

نکل آئی نگاہِ مقصد ایک کام گاروں پر
 پیادے ضربِ دلِ مغل میں برسی دلِ فکاڑوں پر
 کہ چشمِ بادہ پیا کی صلاح تھی ہوشیاروں پر
 کیا چھٹتے ہی پہلا وار تو شبِ زندہ داروں پر
 خدا ناصر! پڑا ہے قلب میں جا کر سواروں پر
 بڑھ موجس کے ٹرگاں برقِ زنِ خنجر گراؤں پر
 ہنستے جس کی سخاوت ابرِ جیسے قطروں پر
 زمانہ ثناء دوسرا نگر گئے رنگِ اُروں پر
 گر انور شہیدِ انجم سوز بن کر جب ہزاروں پر
 صفا سے اپنی چٹک زلفوں پر ہنر گاروں پر
 ازل سے سکھ دولت ہے موزوں شہسواروں پر

سحرِ بلبلِ حکایتِ با صبا کرد

صبا سے صبحِ بلبل نے بکا کی
 قدم اُس نازنین کے چوم تلجے
 نیم صبح کا ہی سنا اور ہتیوہ
 نہیں بچکانوں کی ہرگز سکایت
 نقابِ گلِ کھلی جب زلفِ سنبل
 چُھاوہ رنگِ رخِ دل میں ہمیشہ

کہ عشقِ گل نے حالت دیکھ کیا کی
 کہ نیکی جس نے بے زور کیا کی
 کہ دردِ شبِ شیناں کی داک کی
 غنایت سب یہ ہے ایک آشنا کی
 کلجی اگر قبائے غنیمہ واک کی
 ہمارے سچ کانٹوں سے سجا کی

نفاں تھی پہل بیدل کی ہر سو
اُدھر اٹھکیلیاں باؤ صبا کی
طبع سلطان سے کرنی خطا تھی
وفا دہرے گر چاہی جنسا کی
کمال دین و دولت بلا وفا نے
سراں شہر میں مجھ سے وفا کی
بھارت نے فروٹوں کو ہو حافظ
نہم ہی کھا گیا ہر ریا کی

سرو داسے تو اندر سرمای گردو

سرمرا عشق کے سودا میں بھرا پھرتا ہے
تو نہ دیکھ اس سر شوریدہ میں کیا پھرتا ہے
جس کا دل عشق کی چوگان میں اکھا جا کر
گیسند کی طرح پڑا ہے سرو پا پھرتا ہے
ظلم و بیداد و جفا کیا نہیں ہوتا پھر بھی
دل ہمارا وہی در کوئے وفا پھرتا ہے
یہ نجفی و نزاری و قدیم میرا
ماہ نو کی طرح انگشت نما پھرتا ہے
ہجر گلزارِ رنج یار میں یہ بسک طبع
توتوں سے یونہیں بے برگ نوا پھرتا ہے
تیری یاد و ڈھی میں اسے سرو قد لالہ نندار
مجھ سا آشفتمہ و سرگشتہ صبا پھرتا ہے
جو رافلاک سے اور غصہ و دریاں میں پل
پیر بن صبر کا صد چاک پڑا پھرتا ہے
دلِ حافظ ہے ترے کوچہ میں ایم گرداں
چھانتا درد کی بیمار دوا پھرتا ہے

ساتی اندر قدم بازے گلگوں کردو

ساتی پیالے میں مرے پھرے گلگوں دیدی؟
پھرے کُنہ و دیرینہ میں افیوں دیدی؟
غیر کو دی سے کُنہ تو نہ بیش از اعتماد
میری نوبت پہ دگن بلکہ کچھ افزوں دیدی
یہ قدح لے اٹھ کیا بارگی سب شش و اس
اس قدر دی کہ مرے ضبط سے بیل دیدی

مذہبِ حنما کہ مرے کاسے دہانے میں
جس کو دل کہتے ہو اور خونِ جگر روز ازل
یہ بلا آج ہی کرنے کو جگر خوں دیدی
شورِ عشقِ ان میں ملا کر مجھے جوں دیدی
غیر کو عقل مجھے دشتِ جنوں دیدی
غیر کو عقل مجھے دشتِ جنوں دیدی
دلِ حافظ کو بدوں نے تو اوھر بھلایا
اور اوھر کو نے دغا چیم پڑا انوں دیدی

پہلے دم کہ صبا بے ہوشاں گیر

نماز دم کہ جہاں رنگِ ہوشاں لیلے
نوائے چنگ میں دلکش ہو وہ صلائے صبح
چمن میں لطف ہوا نہایتِ بناں لیلے
کہ پیرِ خانقہ راہ کوئے مناں لیلے
عجب جگہ صبح و عمو و افق جہاں لیلے
تہِ مقررئیں رنگار آشتیاں لیلے
کہ لالہ جام دے نہ سرینِ ارغواں لیلے
عجب سور دم مرغِ صبح خواں لیلے
عجب شعلہ دل شمع آسماں لیلے
کیوں اُس کی تیغِ سخن عرصہ جہاں لیلے
خیالِ شاہی نہیں گردِ ماغِ حافظ میں

شاہداں گردِ دلبری زینتِ اُکند

دلبری اے شاہدِ اس شان میں
شاخِ زرگس وہ جہاں پھولے بچیں
پچھید ز اہد کے بڑے ایمان میں
گلزارِ آنکھوں کے زرگس ان میں
یار اپنا جبکہ ہو گرمِ سماع
عُش پر قدسی بھی ہوں جہان میں

ہو طسلیہ، مہر ظلمت صبح وار
 مردم چشم اپنے غرقِ خون ہوئے
 گردنِ شقاق اُن کے بس نہیں
 اپنی آنکھوں میں تو ایک قطرہ نہیں
 ایکس گاہ ناز کر تیسری نظر
 عید دیدار آپ کی ہو توسی
 کھیل لے چوگان جو ان سرود قد
 غم میں خوش دل رہ کے اہل تمام
 شوق آہ نیم شب حافظہ چھوڑ
 آئینہ دل کا تو ہو رخشان میں
 ہائے انسان پر یہ ظلم انسان میں
 جو کہے تو! ہیں ترسے فرمان میں
 کیا دھڑکتا نوح کے طوفان میں
 موت کو آساں کرے ایک آن میں
 ہم تو دیدیں جان بھی قربان میں
 خم نہیں جب تک ترس چوگان میں
 شاد ہیں فرقت کے آشدان میں
 ہنچہ کے دل تا صبح ہو رخشان میں

شرابِ بغیش و ساقی خوش چہ ام رہند

شراب و ساقی ہوش وہ دام بے پتہ ہیں
 ہوا کروں جو میں نہیں زندہ مست نامہ سیاہ
 نہ کر حقیر گدایاں شہر کو، یہ لوگ
 نہیں ہے فقیر میں ظلم و ستم روا ہرگز
 غضب سے کو کبہ دلبری نہ پاسے گردند
 مزید کرتے ہیں دُردی کشانِ واحد رنگ
 قدم نہ رکھے خرابات میں مگر بہ ادب
 نہ بھولیو! کہ ہو جب آوج موج پر رحمت
 کہ زیرِ کانِ جہاں ان کی چاہ میں تبہ بہی
 ہزار شکر کہ یار ان شہر بے گنہ ہیں
 شہانِ بے کمر و خسرانِ بے کلمہ ہیں
 پلاؤ بادہ: یہ سالک برعکس مردِ رہ ہیں
 فساد چاکر و لرزاں غلامِ بارگاہ ہیں
 نہ وہ کہ گیر و آن کی عبا میں ل یہ ہیں
 یہاں جو رہتے ہیں سب حیرانِ دہ ہیں
 ہزار خرمن طاعت کو لیتے ایک جوہ ہیں

جناب عشق ہے حافظ بلند ہمت کر وہ ٹھہر دلوں کو پھٹکنے کی دیتے کب جگہ ہیں

شاہد آں نیست کہ موئے و میاںے دارد

وہ حسیں کیا جو فقط مو و میاں رکھتا ہے
صورتِ حور و پرچی بے لطیف، اس سے بھی خوب
چشمہ چشم کو بھی تو گلِ خنداں دیکھے
نغمہ زن بلبلِ سنجیدہ تو ہو گی نہ وہاں
قدرِ اندازوں میں مہری ہو کمانِ ابرو
تجھ سے کون آگے نکل سکتا، خود مہرِ فلک
بالیقیں کوئی نہیں محسوسِ رازِ رشت
نہ خراباتِ نشینوں میں کراتِ بگمار
تجھ کو بھایا تو مرا شر ہے دلدوزِ ضرور
تدعی جائے کہو، اٹھے نہ حافظ سے کبھی

دل اُسے جو کوئی حُسن میں آں رکھتا ہے
وہ لطافت کہ جو ایک دُستِ نغلاں رکھتا ہے
دیکھے کیا اُس کے لئے آبِ رواں رکھتا ہے
جو چمن ساتھ لگا خوفِ خواں رکھتا ہے
وے اُسے نہ رکماں باں کماں رکھتا ہے
پاؤں میں نہ ہاتھوں میں غلاں رکھتا ہے
حسبِ فہم اپنے ہر ایک ہم و گماں رکھتا ہے
ہر سخنِ موقوفہ دہرِ نکمہ مکاں رکھتا ہے
تیرے حرفِ محبت بھی نساں رکھتا ہے
وہ نہ اُس کا بھی قلم نوکِ زباں رکھتا ہے

شراب و عیش نہایت کار بے بُنیاد

شراب و عیش نہایتِ نود بے بُنیاد
تنگنہ باش و نہ کچھ گنبدِ سپہری پوچھ
نہ انقلابِ جہاں پر بھی کوئی حیرت ہو
نورِ ادب کے قدرِ تمام اُس کی طینت میں

پہ آ پڑے صفِ رنداں پہ اب تو بادِ اباد
کہ ہوشِ گم ہے یہاں ہر بندِ وِاسِتاو
پکھنڈ ایسے ہزاروں ہیں آسمان کو یاد
سُرتِ تہ ہے سرِ جمشید و خاک کے و قباد

کسی کو اس کی کہ کیوں تختِ جم گیا ہر باد
ہنوز لالہ کھلائی ہے تربتِ فریاد
کہ جامِ آٹھا کے رہا جیتے جی نہ رکھنا یاد
حراپ پاک تر اس سے نہیں ہے لکھنا یاد
بندھا ہے سازِ طرب کی ہر مار سے لڑنا یاد
خزانہ بھی تو دلا دیتا ہے خراب آباد
الہی پائیں سکت عاشقانِ دوستِ مباد

بتائے کون جم دے کہاں گئے نہ جسے
ہر حسرت لبِ شیریں ہی جائے اس کو
مگر ہے اسے کوچے علم ہے وفا بانی و ہر
رکھنا ہاتھ سے گر جام کیا قباحت ہے
ون اور چنگ کے ناواں پیکشتی کی رہے
ادھر تو آد کوئی دم خراب بھی رہے
جو گوری گوری ترے عشق میں وہاں فطیر

صوفی نہاد دام و در حلقہ باز کرد

نود و چہرین جیلہ ساز سے بیٹھا ہے ساز کرد
کچھ اور کرو شعیبہ با اہل راز کرد
پھر جلوہ گر ہوا وہی انداز و ناز کرد
آہنگِ بازگشت میں ہے اب حجاز کرد
اسے آستینِ کوثر دوستِ دراز کرد
عشقِ آس سے چلدا اور لعنتِ فراز کرد
تلی کا اعتبار نہ تو بہ نماز کرد
شرمندہ وال نہ ہو تو نظرِ بر مجاز کرد

صوفی بچھا کے دام و در حلقہ باز کرد
ینچا ہی آسمان دکھائے گا ٹھیر جا
آسا کیا کہ شاہِ بر غنائے صوفیاں
مطرب یہ کیا کہ ٹھاٹھ بدل کر عراق کے
ہم در امان و حفظِ خدا تو جو کر کے
بن است ریاست جس نے محبت میں فرج
اے کبک خوش نہ اہم پہلی ناز سے تو جو
ہونا ہے پیش کا حقیقت میں کل ہی پیش

حافظانہ کرامتِ زنداں ازل کے دن

زیر ریاستِ تجھ کو دیا بے نیاز کرد

صوفی ارپادو ہر انداز خوردنوش باو

صوفی اندازے پی باو تھکے نوش رہے
ایک چلو بھی جو یہاں ہاتھ سے دینا جانے
آکھ گرا یہ داران خط و خال سے ہو
اس گدا سے نہ کرے کیرے گو بات کوئی
نرگس مست، نوازش بھرمی مردم صورت
کون یہ شاہوار خوش و خرم ہے خدا
شاہ ترکان سخن دریاں سنبھے
قلم صنع میں دیکھے نہ خط اپنا پیر
بندگی میں ترمی حافظ ہوا شاہو جہاں

باوہ نوشی ہی تھکے، در نہ فراغوش رہے
دانشا ہر مقصود را خوش رہے
لب بھی از بوسہ با بیان لبش رہے
جاں فدائے تکریر پیستہ جاموش رہے
خون عاشق کے بھرے جام پیوش رہے
دو جہاں اس کا فائدے غم و دوش رہے
جینے یاد اس کو نہ گزوں یاوش رہے
روشن اس کی نظر چشم خطا پوش رہے
حلقہ زلف ترا اس کا درگوش رہے

صبا وقت سحر بے زلف یار جی ورد

صبا وقت سحر بے زلف یار لاتی تھی
برشک تار زلف یار نے صبح پرارے
ضیائے ماہ دیکھی اس کے بام قصرے وشن
سحر بخش جان تو اضع زلف ادا تھی
تماشا ہوتا تھا زلف گرہ گیر کسی جبٹ صبا
بقول مطرب و ساقی کیا بیڑہ بھی کیا کیا

دل بیکار کو پھر کے بنا باک لاتی تھی
صبا جو چہ تمکین نافہ تار لاتی تھی
نخل خورشید کو کرتی پس دیوار لاتی تھی
کہیں شمع دہتی تھی کہیں زار لاتی تھی
اڑاتی دل کہ شبن کی زبال قرار لاتی تھی
کہ قاصد کو وہ چکر میں رہے سوار لاتی تھی

اکھیر اجر سے، پھیکا سینے سے، تباہ صورت کو
 بھگا یاخوں گرفتہ دل کو جس کے خون غارت
 عجب دستِ حافظہ سخت زینتِ لبیکین
 کلی جو غم کی کھلتی تھی مصیبت بار لاتی تھی
 وہی آنکھ اُس کاؤں کرتی بجاں زار لاتی تھی
 نہ تو کام نے نخل میں کہ صوفی مار لاتی تھی

صبا بہ ہنیتِ پیرِ فروشِ آمد

صبا بہ ہنیتِ پیرِ فروشِ آمد
 ہو امیجِ نفس ہے نسیمِ نافہ گشا
 کنول ہیں لالے کے باد بہار کئے روشن
 بگوئیں دل سنا بانو، درامِ عیش کروا
 وہ ایسی مرغِ سخن کیا پڑھائے سون کو
 یہ مجلس اپنی ہے نامحسوس کیماں کیا کام
 ترے بھلے کی ہے آؤ بھی باوہ نوشی کر
 چلا جو میکہ کے خانقہ سے جا حافظ
 کہ موسمِ طربِ آیامِ ناؤ نوشِ آمد
 درختِ سبز ہیں تیل بھی درخروشِ آمد
 پسینے غنچہ کو گرمی سے گل کو خوشِ آمد
 یہ صبح اٹھتے ہی آواز میرے گوشِ آمد
 کہ بارہ ہاتھ کی لے کر زبانِ خوشِ آمد
 پیالہ دھانک لویا، جو خرچہ نوشِ آمد
 یہاں دین گئے راہِ جو باوہ نوشِ آمد
 بھلے کو اب بھی جو زہرِ ریاسے ہوشِ آمد

طاہرِ دولت اگر باز گزارے کتبند

طاہرِ نخت جو زینتِ رخ پہ ہمارے کرے
 درد گوہر کا نہیں آنکھ میں اب مام تو کیا
 شمر عشاق سے خالی ہے مگر ممکن ہے
 میرے حالات کہے اور تو کس کی یہ مجال
 یار بھڑکے اور اقرار بھی سارے کرے
 خون کے جمع پنجاور کشتارے کرے
 غیب سے آئے کوئی کام سنوائے کرے
 گوشِ زد اُس کے صبا چاہے تو سارے کرے

پھر کے آجائے وہ کچھ صید بھی بارے کرے
غمر وہ دفعِ خمار اس کے سہارے کرے؟
چرخ ایک کام تو کہنے سے ہمارے کرے
اتن غیب یہ سنتے ہی بکارت نہ کرے
لاٹک کر جائے وہ یا خود کو کٹائے کرے

ہاں چھوڑا تو ہے مہرِ خاب پہ لکین اسے سخت
جو جی کوئی کٹے بزمِ طرب سے ایک گھونٹ
یادِ فات اپنی، خبرِ صل کی، یا مرگِ قریب
لب سے پوچھا ترے، امیثِ رفا کی کروں؟
در سے حافظہ اٹھا اس کے تو آخر ناچا

عکس رویت کو در آئینہ جامِ افنا و

پر ٹوٹے پہ پک صوفی ناکام پڑا
عکس چمن چمن کے گرا بر رخِ افہام پڑا
ایک فروغِ رخِ ساتی سے جھلکا جامِ پڑا
راز پھر کیسے کھلا اور وہنِ عام پڑا
ایک گد میں ہی نظر لایقِ افہام پڑا
وہ جو کچھ ہیں تھار ہا در ہوسِ ظام پڑا
اُس کے کشتوں کا نظر نیک ہی انجام پڑا
چاہ سے آہ نہ نکلا تھا گلے دام پڑا
کام تم سے لبِ ساتی دے دجام پڑا
یہ تو قرعہ تھا ازل ہی میں مرے نام پڑا
تیرے چکر میں جاے گردشِ ایام پڑا
ایک بے چارہ حافظ کا کل نام پڑا

ربِ روشن سے جھک آئینہ جامِ پڑا
وہ تری جلوہ گری روزِ ازل زیرِ نقاب
عکس مے اور نہ شیشے کی چکا چونڈ یہ سب
غیرِ عشق سے ہیں گنگ زباں جلوہ ص
مجھ ہی دل سوختہ پر آپ کے کیا کیا ہیں کرم
پاک ہیں، پاک نظر، فایزِ مقصود ہونے
زیرِ شمشیرِ المِ رقصِ کُناں جاؤں گا
پھوٹ کر چاندِ رخِ ازل پھنسا زلف میں ل
اب کہاں خالقہ میں یا رہیں پائیں گے
کیا میں مسجد سے خرابات کو خود جا پوچھا؟
کیا آگے پھرا ہے پر کارِ سا آگے تیجھے
کون صوفی ہے جو میخوارِ نظر باز نہیں

مختصر سرسبزیت کہ از سر ہر روز

کیا عشق سرسبز ہی ہے کہ بے سہرے کے جانے لگا؟
 ہر اس کی سن میں شمعِ دلِ جانِ تن میں ہو
 وہ وردہ رشتہ چہ چہ کے علاج میں
 یہ زرد و رو دک یہ لپو جس کی اشک ریز
 بالہ تھی زلفِ رات کو گردِ رُخ نگار
 پوچھا جو تیرا کون بستی سے؟ بولا بھیر
 پنی یادِ لعل لب میں و طرہ و طرہ اس طرہ
 حافظ تو سنہ کالے کا پاؤں کے سہ

شوقِ عارضی کہ گردِ کسی ور کے جانے لگا؟
 گنگنی میں تھا یہ گور میں اب سر کے جانے لگا
 کوشاں جو بیشہ ہو پتر کر کے جانے لگا
 کشتِ عراقِ پانی سے سب بھر کے جانے لگا
 ویکٹ گمانہ تو اب نہیں چھپ کر کے جانے لگا
 عترب سے اب یہ ماہ بدر کر کے جانے لگا
 غلِ زین کا گھر میں دشمنِ کافر کے جانے لگا
 تو بھی لہہ پہ اس کی قدم دھر کے جانے لگا

غلامِ نرگس مست تو تاجدارِ اند

غلامِ نرگس مست اس کے تاجداروں میں
 حیا او طرہ او طرہ آپ وید رہے نماز
 کبھی تو زلف کی چلیں جھانکے چپ است
 بنفشہ زار کی آکر ہوا کو دیکھتا حسا
 نہیں ہوں گلِ غاضب ہیں ہی نعمہ سہرا
 بس لے قیاسِ زیادہ نہ خود ستائی کر
 بہشت حق ہو ہمارا تو بے گناہ ہے جا

خوابِ بادِ لعل اس کے، ہوشیاروں میں
 ہیں ورثہ عاشق و مشوقِ رازداروں میں
 کہ کیسے کیسے دو طرفہ ہیں بیقراروں میں
 کہ طولِ زلف کے کیا کیا ہیں گواروں میں
 ہیں عنذیب ترے ہر طرفِ ہزاروں میں
 ہیں ساکنانِ درِ دوست خاکساروں میں
 کہ مستحقِ کرم ہیں گستاہکاروں میں

تو دنگیر ہوا اسے نصیر پہ خم سے سرے
چل آ کے میکرے میں چہرہ از روئی کر
کنڈ زلف سے حافظہ ہو بخت سے نصیر
پیدا وہ پائوں میں تھی تپا آئینہ کاروں میں
نہ خالقانہ کے دل کو سیاہ کاروں میں
پہنچ نہ نکالیں کند اس کے بختکاروں میں

قتلِ این خستہ شمشیر تو تقدیر نہ بود

موت میری تری شمشیر سے تقدیر نہ تھی
جو ہر اس آئینہ حسن کے کیا ہیں یارب
پائے میخانوں میں حیراں ہو سنا سا تیرے
دل سادیوانہ ہوا اور چھوٹے وہ خانہ زلف
ناز میں تر حین حسن میں اس قدر سے تھا
ہو کیوں ہم بھی صبا زلف تک اس کی رسا
وہ جلا آتش ہجران تیرے ہاتھوں آخر
ہجر حافظ کو تھا ایک یقین کلید غلب
دل ہر دم کی تیرے کوئی نصیر نہ تھی
سینکڑوں آہوں کو ایک پاپ کی تاثیر نہ تھی
خاقانوں میں تو وہ صورت یک سپر نہ تھی
زلف تھی اس کے لئے وہ کی زنجیر نہ تھی
خوشتر اس شکل سے در عالم تصویر نہ تھی
یہ بھی جمل غرض از ناہ شمشیر نہ تھی
شمع ساں خود کشی کروں کوئی تدبیر نہ تھی
اس قدر صاف کہ کچھ حاجت نصیر نہ تھی

قطرہ اشک کہ میرنیم ز چشم تر سپید

قطرہ آنسو کا ڈھلکتا ہے جو پلوں پر سپید
کب ہائے وصل نے میری طرف کا رخ کیا
تیر تر واجب کوئی پہلو میں آ کر چھپ گیا
ساقیا منہ سے لگائے تو اگر جام شراب
ہجر کی شب میں وہی ہوتا ہو ایک اثر سپید
کر چکی گو ہڈیاں بھی وقت و لبر سپید
لگ گیا بازو میں ایک شل کو تو تر پر سپید
نیرخ ہو تیرے لبوں کے عکس سے ساغر سپید

او زکب ہے مکر سے یہ تو ظالم چرخ نے
خونِ عاشق کے لئے باندھا ہے ایک خنجر پید
ان لبِ دندان کو حافظِ شک کے وقت کیہ
عل کی ڈبیاں گویا بھر دیے گویا بھر پید

کھٹک ٹکین تو روزے کہ زما یاد کن

گر مجھے وہ قلمِ شک قسم یاد کرے
پائے ایک اجر و صد بندہ کہ آزاد کرے
قاصدِ حضرتِ سلی کو زوال آئے نہ کچھ
یہاں بھی ایک لائے سلام آن کے دلِ شاہ کرے
ڈال دے خس و خیر کے خدا یاد دل میں
پئے سپر آ کے کبھی تربتِ فرہاد کرے
مدحِ مداح کی ستاج نہیں آید گھر
وصفِ مشاطہ کا کیا حنِ خداداد کرے
عشوہ عشق سے فی الحال کھدی نیو تلمک
آگے کیا فکر حکیمانہ وہ بے یاد کرے
آزما تو سہی ہاتھ آتے ہیں کیا گنج مراد
اس خرابی سے اگر پھر مجھے آباد کرے
شاہ کو طاعتِ صد سالہ زائد سے سوا
اجر اس لمحے کا جس میں وہ کوئی داد کرے
راہِ مقصود نہ شیراز میں پائی حافطاً
کون دن ہو گا کہ رحلتِ سونے بنداد کرے

کسے کہ حُسنِ رخِ دوست در نظر دارد

جی جو حُسنِ رخِ دوست پر نظر رکھے
وہی تو اہلِ نظرِ جاہلِ بصر رکھے
اسی کو ہو گا میسر وہ بوسہِ دامن
پڑا ہی رہتا ہو جو آستان پہ سر رکھے
یہاں تو وصل کا پائے وہ شمعِ پُرنا
برائے قطعِ جوتیاں سر پہ سر رکھے
قلم کی طرح ہو سجے میں خطِ فرماں پر
اتھائے تانہ وہ خود سر کو تیغ پر رکھے
جو راہِ تقویٰ سے بھٹکا ہو بالِ بھر بھی
بعزمِ میکہ تو لے وہ آج پردے رکھے

ہوز نہ شکست ہی ہدمزہ تو دینے باب
کہ اُس کی بوجھ تو دل خوش راغ ترکے
نیا وہ گر نہیں، اس بجی کم نہ ہو کہ ورا
بُنا ادا دے و سوئے عقل بے خبر رکھے
رقیب دیکھ کے ایک دن لگتا ہی بیٹھا
تھارے واسطے تھا سینہ میں پہر رکھے
دل تکتہ حافظ بھی ہو گا طمر خاک
برنگ لالہ یہ ب داغ برج گر رکھے

کے شعر ترا نگین و خاطر کہ حزیں باشد

کیا شعر تر آئے گا دل سے جو حزیں ہوگا
ناقل کہ اشارہ یہ ناکافی نہیں ہوگا
گر نقش اماں پائے مُہربان لعلیں سے
بندہ یہ سیلانِ کل روئے زمین ہوگا
حاسد کی ثنات سے نگیں نہ ہو کر سوچے
کچھ نفع ہی نقصان میں پوشیدہ کہیں ہوگا
پہونچے نہ قلم کے جو خیالات و عجائب کو
رکھیں گے توں میں گو صورت گر حیں ہوگا
ایک ساغرے پائے ایک خونِ جگر کھائے
اقلمِ مقدر میں دستور یونہیں ہوگا
در حقِ گلاب و گل تھا حکمِ ازل یونہی
ایک شاہدِ بازاری ایک پرہیزشیں ہوگا
زندی کبھی حافظ سے چھوٹے یہ نہیں ممکن
یہ قطعِ تعلق تو بس روزِ پس ہوگا

گل بے رُخ یا رنخوش نہ باشد

گل بے رُخ یا رکیسے بھائے؟
گل بے رُخ یا رکیسے بھائے؟
سیرِ حُسن و ہوائے گلشن
بے باوہ بہار کیسے بھائے؟
لہرانا گلوں کا سرو کا قص
بے لالہ غدار کیسے بھائے؟
بانغ و گلِ دل ہو خوب لیکن
بے صورت بہار کیسے بھائے؟
بے صورت بہار کیسے بھائے؟

فیر میں لب یا رگل بدن بھی بے بوس و کنار کیسے بجائے
ہر نقش و نگار دستِ صنعت بے دست نگار کیسے بجائے
یہ ڈیڑھ اکسے کی جانِ حافظا تو دے جو شمار کیسے بجائے

کنوں کہ در حین آمد گل از عدم بوجود

چمن میں آگیا اب ندم سے گل بوجود
چڑھائے جامِ صبحی بغلِ دلت و چنگ
چمن میں تازہ کرا میں دینِ رشتی
پلائے ساتی یہیں خدا عیسے دم
گلوں کی کثرت و رونق سے آسمانِ زمیں
گلابِ شاخِ بوا د میں سلیمان دار
جہاں ہو خلد کی صورت ہو دورِ یونِ گل
شرابِ دمطرب و ساتی نہ پچھے پچھے باقی
پلائے جامِ لبالب بہ یادِ آصفِ عہد
بعد اُس کی نوازش سے کیا کہ حافظا کو
بنفشہ قدموں میں پٹی پٹی ہے سرِ سجود
اڑائے بوسہ ساتی پہا ہے قص و سرود
بہارِ لالہ نے دشمن کی آتشِ نمرود
شرابِ انگِ پیرے رکھ یہ ذکرِ عا و تھوود
طقیلِ اخترِ میمون و طالعِ مسعود
طیورِ صبحِ سناٹے ہیں نعمہ داؤد
وے چہ سو وہ نہیں جب لے ڈامِ خلود
کہ ایک ہفتے میں ہو جائیں گے یثرباؤد
وزیرِ ملکِ سلیمان عمارِ دینِ مسود
جو ٹھاٹھ چاہیں جلے کسبِ کرمِ جود

کارم ز دور چرخ بہ سامانِ میرسد

دورِ فلک سے تیرش کے سامان نہ پائے گا
پڑی سے گوشت کرنے کے گا کبھی جسدِ ا
دلِ خون ہو گا درد کا درماں نہ پائے گا
جب تک بہت سے زخم بھی زنداں نہ پائے گا

صد ہو کہ ہو کے جان سے عاجز بھی اہل فضل
 سیرا نہی جان سے ہوں جو جچ پوچھے نئے
 جاہل کی دھوم ہو گی پرے آسمان کے
 جب تک زمیں سے خارج نہ پیدا ہوں بنیما
 یعقوب کے ہوں دیدے سفید انتظار میں
 مہرئی مجھے گا دل کا ترے رنگ بادہ سے
 حافظہ راہ عشق ہے یہاں صبر چاہیے
 کرنے دراز دست سوئے جان پائے گا
 کیا کر سکے گا بندہ جو فرماں نہ پائے گا
 عالم کا مالہ آئوئے کیوں نہ پائے گا
 گل جن سے بارگاہ گلستاں نہ پائے گا
 جانے وہ شہر مصر کا کنھاں نہ پائے گا
 خرتے کی شست و شو سے تو غفران پائے گا
 جو اس میں جاں نہ لے گا وہ جاناں پائے گا

گر میفروش حاجت زنداں روا کرے

گر میفروش حاجت زنداں روا کرے
 جس کا رخا نہ میں نہیں کچھ ذہل علم و عقل
 مالک گناہ بخش دے دینے بلا کرے
 وہم فضول لئے غیغفائیں میں کیا کرے
 کچھ اور راگ گئے تو بیشک خطا کرے
 غیر از خدا نہ جان سمجھ لے خدا کرے
 یا وصل دوست یا صیافی دوا کرے
 اس درد عشق اور بلا سے نجات کی
 دانشد پائے جیتے جی یہاں شردہ اماں
 ساک اگر ہمہ امانت و وفا کرے
 ساتھی پلائے عدل کے کانٹے میں تول کے
 نیچھے فقیر کیوں کہ جاں بر ملا کرے

جاں نے کے واسطے گئی حافظہ ستم ہوا

علیٰ بھی اب نہیں جو دوبارہ عطا ہے!

گرچہ بڑا عظیم نام اس سخن آسان شود

داغِ شہر کہیں سن کے پریشان نہ ہو
 اہمِ عظیم بھی ہو مصروفِ عمل دل خوش ہو
 گو ہر پاک پلاشتہ کہے کب فیوض
 بزدلی سے جو لرز جائے تہوں کے آگے
 حسنِ اخلاق بھی اس سخن کو دے بارِ خدا
 یکھ رندوں سے، اکرمِ پیشہ ہو کچھ فخر نہ جان
 درد اپنا جو طبیبوں سے چھپائے رکھے
 عشق سیکھا ہے اس امید میں فیرِ شریف
 کل کا وعدہ تھا کیا اس نے گمراہی کے وقت
 ہونہ دے میں اگر ہمت عالی حافظ

نہ کوئی رنگِ ریاض ہو مسلمان نہ ہو
 کمر و تلبیس سے ابلیس سلیمان نہ ہو
 کنکری دُر نہ بنے، چھکری مرجان نہ ہو
 بھینٹ البتہ وہ شایستہ قربان نہ ہو
 بندہ اس وجہ سے آئندہ پریشان نہ ہو
 مے نہ پینے سے کوئی جانور انسان نہ ہو
 ایسا بیار کہ بھی قابلِ درمان نہ ہو
 اور پیشوں کی طرح موجبِ حرمان نہ ہو
 شب کی نیت سے الہی وہ پیمان نہ ہو
 رُکوش چستہ، خورشیدِ درخان نہ ہو

گر من از باغ تو یک میوہ بہ چلیم چہ شود

گر ترے باغ سے ایک میوہ اٹھاؤں کیا ہے؟
 چھانویں بیٹھ کے اس سر دہسی کی یارب
 گر ترا خاتمِ حشر، سلیمان آئنا رہ
 تجھ کو اخلاصِ شہ و تختہ سے اے زاہدِ شہر
 مے و مشوق میں ہی صرف ہوئی حمرِ عرینہ

روشنی میں تری کچھ دیکھ لوں بھانوں کیا ہے؟
 میں بھی دل سوختہ راحت کوئی پاؤں کیا ہے
 نقشِ ایک دل کے نلینے پہ اٹھاؤں کیا ہے
 میں بھی دل گر کسی فہوش سے لگاؤں کیا ہے
 اب جو دیں اس سے بھی بہتر ہو یہ کیاؤں کیا ہے؟

یاں بھی ہے کوئے تہاں مسکن و ماوراء میرا
 داس بھی گر خلید بریں میں ہی میں جاؤں کیا ہے
 گھر سے بے گھر ہیں صنم، مئے یہی باقی ہے خوشتر
 خانہ دین کا بھی تیا سس لگاؤں کیا ہے
 خواجہ تو جان کے عاشق مجھے خاموش رہا
 حافظ ایسا ہی جو میں آپ کو خیالوں کیا ہے

گداخت جاں کہ شود کار دل تمام نہ شد

پگھل کے رنگ ہوا دل کا کام پر نہ ہوا
 ہوا نہ آہ میسر وہ گویا مقصود
 بنا گدا بھی حصول حضور کو میں ورینغ
 بریں انسید کہ ہو صدر انجمن میرا
 اس آرزو میں کہ نشہ میں لعل لب نصیب
 پٹھک کے، تول کے پر رہ گیا کبوتر دل
 کریں نہ قصد ہے کوئے عشق بے رہبر
 ہزار حیلے محبت میں کر چکا حافظ
 جلا بھی پختہ یہ سودائے خام پر نہ ہوا
 پھر خراب جاں میں تمام پر نہ ہوا
 بہت سے پائے بزرگ و کرام پر نہ ہوا
 رہا میں بن کے ایک لانی غلام پر نہ ہوا
 نڈھالے دل نے بہت سوں کے جام پر نہ ہوا
 بہادر وہ کے خم و پیچ و دارم پر نہ ہوا
 کہ میں گیا تھا بصد استقام پر نہ ہوا
 کسی طرح سے وہ کافر ہو رام پر نہ ہوا

گفتم کیم وہاں ولبت کامراں کنند

کب دیکھے، یہ لب، یہ دہن کامراں کریں
 لب تو طلب یہ کرتے ہیں کل بصر کا خراج؟
 اُس نقطہ وہاں کا کہیں کچھ سراغ ہے؟
 باز آ صنم پرستی سے ہو جا صبر پرست
 بولا کہے جو آنکھوں سے لب اور وہاں کریں
 بولا جو یہ معاملہ ہو کیوں زیاں کریں؟
 بولا کہ یہ سوال فقط نکستہ دال کریں
 بولا کیوں یہ فرق خدا و بتاں کریں

بولادہ خوش نصیب و ان شادیاں کریں
 بولارو اب مذہب پیسہ بھاں کریں
 بولا کہ دے کے ایک شکر لب جواں کریں
 بولا کہ ماہ و مشتری جس دم قراں کریں
 بولایہ سب ملائیک ہفت آساں کریں

بے غمزد و غمزدہ سے خانے کی ہوا
 خرقہ بھی اور شراب بھی کس میں ہیں ڈرا
 کچھ نوشِ بل لب سے کسی پیر کو بے سود
 خواجہ ہمارا جاتا ہے کب خواب گاہ میں
 حافظ دُعا کے دولت خواجہ میں ہر دم

گفتہ غم تو دارم گفتِ غمت سرا ہے

تو چاند بن ہمارا بولے اگر برائے
 بولے کہ مہرؤں سے یہ کام کمتر آئے
 بولے کہ بندگی سے گمراہی رہ پر آئے
 بولے یہ چور بادمی از راہ دیگر آئے
 بولے ہو تو اچھی از کوئے دلبر آئے
 بولے کہ بندگی کر تا بند پرور آئے
 بولے خموش حلقہ یہ پنج بھی سر آئے

کہتے کہ غم ہی تیرا بولے کہ غم سرا ہے
 کہتے جو مہر و زور سے سبق وفا کا
 کہتے بے گنت زلف گمراہ کن و عالم
 کہتے کہ بند کردی آنکھوں خیال کی راہ
 کہتے کہ روح پرور ہوگی ہو اے جنت
 کہتے کہ بل لب کی مارا ہے آرزوئے
 کہتے زمانِ نشت کیا جلد ہائے گدا

گوہر مخزن اسرار ہما نیت کہ بود

دُربارِ مہر اور وہی نہر شاں ہے کہ جو تھی
 بولے کا کل ہی ترمی نہیں جان کہ جو تھی
 آفتاب اور وہی تابش کاں ہو کہ جو تھی

وہی اِخاے در گنجِ نہاں ہو کہ جو تھی
 شام سے صبح تک دوستِ خدا شاہ ہے
 طالبِ بل و گمراہی نہیں در نہ اب بھی

کیوں نہ ہو ہوتے ہیں ارباب دیانت عاشق
گفتہ غمزہ کی ایک بار تو آفاستجہ کو
اب کہیں اور نہ رہن ہوں جو رفلوں کا
زنگ خوں میرا چھپایا تو بہت خانے گر
حافظ کو بی نیا چھوڑے خوننا بہ چشم
لاجرم آنکو وہی صل شاں ہے کہ جو تھی
وہی کھوے ہوئے چشم نگراں ہے کہ جو تھی
قرن گزرے کہ وہی سیرت شاں ہو کہ جو تھی
وہی سرخی لب عیاس ہو کہ جو تھی
یہ تو نہ می وہی تہ سے داں ہے کہ جو تھی

گفتہ کہ خطا کردی و تدبیر نہ ایں بود

کہتے کہ خطا تھی تری تدبیر نہیں تھی
کہتے کہ ترے وصل کی برائے تمنا
کہتے نہ قرین بد تمکے کہ بد روز یہ دیکھا
کہتے نہ کہ تھا ماہ تو بے ہر بن کیوں
کہتے نہ بہت جام و قدح تو نے پئے تھے
کہتے نہ کہ اے عمر بہت تیز تو گزری
کہتے نہ قلم تجھ پہ چلے جو روحنا کے
کہتے نہ کہ جانے کا ابھی وقت نہیں تھا
کہتے نہ کہ حافظ کو گیا چھوڑ کے تو کیوں
کہتا ہے کہ کیا تجھے تقدیر یہ نہیں تھی
کہتا ہے تنہا میری بس وصل نہیں تھی
کہتا ہے یہی قسمت ہر میری تری تھی
کہتا ہے میں بے ہر نہ تھا چرخ کو کیں تھی
کہتا ہے شفا و قدح باز پس تھی
کہتا ہے کہ عمر اس زیادہ ہی نہیں تھی
کہتا ہے کہ بیش آئی جو لکھی تجھیں تھی
کہتا ہے مگر مصیبت وقت یہ نہیں تھی
کہتا ہے کہ کوشش میری کس دن نہیں تھی

گر زلف پریشانست در دست صبا افتد

جب زلف پریشان وہ ہاتھوں پہ صبا کے ہو
پہلو میں نہ دل پائے پھندوں میں ہوا کے ہو

طوفاں ہی میں دیں چھوڑا بکشتی تھل کو
 اُس کا ہی سو پرے سب منہ دیکھ کے اٹھتے ہیں
 کیا خرچ ہوا اے لوگو سلطان ممالک کا
 افسوس وہی صہبا دے غم سے جو آزادی
 اُس زلف کو بھولے سے گرفتِ خطا کہہ دوں
 حالِ دل حافظ کو جانے وہی سرگرداں
 تختہ ہی کوئی نسل شاید کہیں جا کے ہو
 کون ان میں اُسے دو لہا پہلو میں نسل کے ہو
 اک لمحہ جو صرف ایک ن پرش میں گم لکے ہو
 پُر نون جگر سا غریب اپنے وہ آکے ہو
 پکڑے نہ زباں میری درپے نہ خطا کے ہو
 حافظ سا ہی پوشیدہ خاکِ ہجر کی پچانکے ہو

مرانثہ دگر بارہ بُرد

کیا نشہ نے پھر خور و بُرد
 ہزار آفریں اس سے فعل کو
 خوشا ہاتھ توڑیں جو انگور کو
 سرک یاں سے نہ اہ نہ ہو خور و گیر
 ازل ہی سے جب خلق ہو سر نوشت
 نہ اترے حکمت پہ کوئی سکیم
 نہ کر رہیج بیوہ بشارتِ رجا
 بچے گر جہاں میں تو اس طرح ہی
 دوبارہ ہوئی بھپہ وہ دست بُرد
 جوئے رنج کی زردی کو سُرخ سے بُرد
 نہ ہے پا پھل کر جو کر دیں فشر و
 کہ کارِ خدائی نہیں کارِ خور و
 بیٹے گا نہ لکھا نہ ہو گاستر و
 ارسلو بھی دے جان و بیچارہ گرد
 قناعت سے اطلس ہی بن جائے بُرد
 نرسے پر نہ صادق ہو تجھ پر کہ مُرد

وہ ہو مستِ وحدت بجامِ الست
 جو حافظ سی پی جائے بے میل و ورد

مرا میریہ چٹاں ز دل بیرونِ اہند

یہ چشموں کی اُلفت دل سے اب بڑھتی ہوئی گی
بجزِ زندگی مجھے روزِ ازلِ خدمت نہ دی کوئی
جو دل ہی دل میں اُس کو چاہ لوں یہ جی غنیمت ہو
شرابِ حل و جائے امن و یارِ مہرباں ساقی
چلو گاتے بجاتے نے پیو رندوں میں مل کرے
کہا مجھوں نے لیلیٰ سے کہ اسے یللائے لاثانی
وہ اندائیں عدو نے دیں نہ چھوڑا چار کچھ باقی
سے صافی میں رازِ دہرا میں تجھ کو دکھلا دوں
نہ لوحِ سینہ حافظ سے دید و نقشِ غم دھونا

مرا ز وصل تو گر زانکہ دسترس باشد

کسی کے وصل پہ حاصل جو دسترس ہو جائے
بسرِ صفت ایک نفس ہو یہاں جو یار کے ساتھ
جیب کیا ہے ہجومِ عاشقوں کا چوکھٹ پر
نہیں اُمیدِ نجات اُس غریق کی جس کو
ہمارے قتل پہ ناحق اٹھاتے ہوشِ شیر
ہو دستِ بخت ہی کو تہ تو کیونکہ ہاتھ لگے

اس اپنے دل کا ہر ایک پورا ملتس ہو جائے
تو حاصل دو جہاں وہ ہی ایک نفس ہو جائے
جہاں شک ہو وہیں تجھ گمس ہو جائے
بلائے عشق بھی ایک لطمہ پٹیں پس ہو جائے
کہ نیچاں ہیں ہیں ایک کرشمہ بس ہو جائے
وہ قد ہے سر و بھلا کیے دسترس ہو جائے

وہ لطف بادِ رنگیں وہ صحبتِ جاناں !
گلے کا بار ہی حافظہ نہ یہ ہوس ہو جائے !

میں نرم ہر نفس از دستِ فراقت فریاد

ایک دم جبر میں تہمتی نہیں دل کی فریاد
کیا کریں کیا نہ کریں : مالہ و فریاد بھی اب
روز و شب غصہ و غم کھاتے ہیں کس طرح نہ کھائیں
جب سے تو آنکھ سے مجھ سوختہ کی ہے اوجھل
ہر پلک سے یہاں سو بلکہ سو قطرے ہیں
روز و شب غمِ غلط بے دل ہو تیری یاد میں غرق
حیف کرتے ہو کہ یہ : مالے نہیں پہنچاتی باد
حالِ وقت ہیں وہ پہنچا کہ ہو دشمن کا مباد
دور رہ کر ترے دیدار سے رہ سکتے ہیں شاد
دل نے کیا کیا نہ سکے چشمہِ خونیں ایسا د
خوں ہوا جاتا جو دل ہجر کے ہاتھوں فریاد
تو ہے اُس بندہ دل خستہ سے کُلا آزاد

مڑے دل کہ دگر باد صبا باز آمد

مڑوہ اے دل کہ چلی باد صبا پھر آئی
نہن داؤد میں ہے مرغِ چمنِ نعمتِ سرا
لا لے کی ناک میں نئے بے نوشیں نسیم
کون و نا ہے کہ سمجھے وہ زبانِ بوسن
واہ کیا نختِ خدا داد کے ہیں مجھ پر کرم
کس قدر روئیں تھیں آنکھیں مری اس فائدہ کو
ہند بہ خوش خبر از سمتِ صبا پھر آئی
بو! سیلانِ گل آیا یہ : ہند پھر آئی
اپنے سودائی کو پلانے دوا پھر آئی
کیا سمجھ کر تھی گئی سوچکے کیا پھر آئی
یاد بھولے سے آسے راہِ وفا پھر آئی
اے خوشا دل میں وہ آواز دلا پھر آئی

ہم نے بیانِ سکنی کی تھی : گنہ حافظ نے

صدتے رست کے : وہ سب بھال بھلا پھر آئی !

مژدہ اے دل کہ میخانفس می آہ

مژدہ اے دل کہ میخانفس اک آتا ہے
 در دو غم سے نہ کراب نالہ و فریاد کہ شب
 میں ہی اس وادی امین میں نہیں، مہولی بھی
 کون ہے جس کو ترے کوچے میں کچھ کام نہیں
 ہے کہاں منزل مقصود، یہ معلوم نہیں
 حال اس باغ کی بلبل کا نہ پوچھو ہر دم
 ہم بھی ہیں طالب یک جرمہ اے میخانہ دل
 دوست گر پریشش بیمار کو آنا چاہے
 دوست کو شوقِ سکارِ دل حافطہ اللہ!

جس کے ہر دم میں دمِ عطرس اک آتا ہے
 خواب دیکھا ہے کہ فریاد رس اک آتا ہے
 نور کرنے کو یہاں تقبلس اک آتا ہے
 ایک جاتانے دل میں ہوس اک آتا ہے
 گرچہ نزدیک سے شورِ جرس اک آتا ہے
 نالہ توڑے ہوئے تارِ نفس اک آتا ہے
 جو ہے یہاں اپنا لے متس اک آتا ہے
 لے ہی آنا اسے اب تک نفس اک آتا ہے
 مارنے کے لئے شاہین گس اک آتا ہے؟

مرا برندی و عشق آں فضول عینے

وہ عشق و برندی کے میرے فضول عینے
 کسی کا صدق و محبت نظر میں رکھ نہ عیوب
 ہوا وہ رہن اسلامِ عمرہ ساقی
 کلیدِ گنجِ سعادت ہے اہلِ دل کا قبول
 نہ سونگھنے کو بھی پائے گی حور گر نہ یہاں
 گذریا وادی امین کا کامیاب نہ ہو

جو اس جہان میں دعوائے علمِ غیب کرے
 تلاشِ اوروں کے خود بہ ہنر ہی عیب کرے
 کہ اجنباب تو صہبا سے اب صہیب کرے
 خدا کرے نہ کوئی اس میں شک و ریب کرے
 ہائے میکہ میں لالہ زنگِ عیب کرے
 کئی برس نہ اگر خدمتِ شعیب کرے

لہو لاتی ہے حافظ کی آپ بیٹی بس شباب کا نہ بیاں اب بوقتِ شیب کرے؟

سلماناں مرا وقتے دے بود

وہ جس سے شور ہر شکل میں مٹا	مسلمانو کبھی اپنے بھی دل تھا
کہ پشتیبانِ جملہ اہلِ لُٹا	بڑا ہمدرد و انا، مصلحت میں
کنارا پھر بدولت اس کی ملتا	جو گھڑا میں کبھی غم کے جھوڑ میں
وہ منزل جس میں دامِ نل کا بکلتا	ہوا مجھ سے وہ گم اس کے نکال میں
کبھی اک کار داں اس سے نخل تھا	پریشاں ہے جو اب مجبورِ دل
مرے فقروں پہ سرِ محل کا ہوتا	مجھے خود عشق نے تعلیم دی تھی
گدا محروم تر گر مجھ سے ملتا	ہنر بے عیبِ حراماں ان لیتے
عوضِ حاصل کے، ہر گھر بگلی تھا	گھر بھی آنکھ سے برائے لیکن
جو کہتے سخت جاہل تب تو کھلتا!	نہ کہنا ہے حافظِ نکتہ داں ہے

مطبِ عشق عجب ساز و نوائے دارد

جو سنو فول و غزل دل میں ہی جا رکھتا ہے	مطبِ عشق عجب ساز و نوا رکھتا ہے
کیا خوش آہنگ روانِ بخشِ صدا رکھتا ہے!	ہو نہ اس نغمہِ عشاق سے دُسیا خالی
ایک عطا بخش خطا پوشِ صدا رکھتا ہے	زورِ زہرِ پیرِ بلا نوش کے کچھ پاس نہیں
شاہِ ہمایہ خود ایک گدا رکھتا ہے	عمل سے دور نہ ہو پوچھو گے گر حال کبھی
سب ہوا خواہوں میں ایک ہی ہما رکھتا ہے	دل کی خاطر ہے ضرور سی یگس قدر پرت

اشکِ خونیں جو طیبوں کو دکھایا۔ بوسے
چھوڑ دے شوقِ ستمِ غم سے بھرہا ہیں
کہہ گیا وہ بُتِ ترسا پچھ بادہ فروش
فاتحہ حافظِ درگاہِ نشیں نے پڑھ لی
مرضِ سخت ہے جائز و وار کھتا ہے
ہر عمل اجر ہر ایک فعل جزا رکھتا ہے
شادی اُس چہرے سے پائیں صفا رکھتا ہے
اب ترے لب سے شہا چشم و مار کھتا ہے

معاشرہ کرہ از زلفِ پارِ باز کینہ

جو عیشِ راں ہوں گروہِ بند زلفِ باز کریں
زہے یہ محفل اُنس اور مجمعِ احباب
رباب و چنگ بہ بانگِ بلند کہتے ہیں
نہ ہو جو زندہ عشقِ اس جگہ۔ ہر فتویٰ
بہت ہے فرق۔ کجا عاشق اور کجا مشوق
بجانِ دوست کہ غم پر وہ در نہ ہو اُن کا
سنو یہ پیرِ میناں کی نصیحتِ اول
گر آئے آپ سے انعام مانگنے حافظ
شب وصال ہے کم اُس کو یوں دراز کریں
وہ ان یکا دو پڑھیں پڑھ کے در فراز کریں
سنو بہ ہوش جو ارشاد اہلِ راز کریں
ادوا جازے کی اُس کے ابھی نماز کریں
اگر وہ ناز کرے چاہیے نسیا ز کریں
جو اعتمادِ برالطافِ کار ساز کریں
بلا ہے محبتِ ناجنس۔ احتسار کریں
حوالہ لبِ جانانِ دل نواز کریں:

من انکار شراب۔ ایں چہ حکایت باشد

میں اور انکار نے کیسی یہ حکایت ہوگی
میں نہ تقارہ رہا بہرِ تفتوے راتوں
بندہ پیرِ میناں ہوں کہ بنایا عاقل
اب بھی مجھ میں سمجھ اس کو تو کفایت ہوگی
کیا سنو اربابِ ہونی۔ میری حکایت ہوگی
جو سلوک اب وہ کہے عین رعایت ہوگی

راہ میخانہ نہ بانی کبھی تا غایتِ کار
ور نہ کتنا جو مرے ویں کی نہایت ہوگی
راہِ زندگی پہ جزا بہ نہیں معذوری ہے
عشق کیا ہو گا نہ گریک نہایت ہوگی
زاہد اور عجب و نمازا اپنی یہستی و نیاز
رکس پہ اب دیکھئے وہ چشمِ غصایت ہوگی
اگر گئی نیند مری سن کے، حکیم اور یہ کہے
حافظا تو نے اگر پی تو نکایت ہوگی

من صلاح و سلامت کس این گماں نبرد

صلاح و تقویٰ کا مجھ پر کوئی گماں نہ کرے
خواب و رند سے یہ خوش گمانیاں نہ کرے
یہ کیلی کس لئے شانوں پہ نہیں نے ڈالی ہے
نفل میں رہتی ہے بول کوئی گماں نہ کرے
یہ غرہ علم و عمل پر بس اے حکیمِ زماں
معاف حکیم قضا تو کسی کی جاں نہ کرے
نہ ہو فریفتہ رنگ و بو چڑھا لے قدیرِ ج
کہ دفع غم کوئی شے جز بے معناں نہ کرے
نہر آ نکھ سے رہ پاس بان زر اے گل
رکھ اقیاط کہیں سر قہ پاسباں نہ کرے
سخن سرائی سخنداں کے سامنے حافظا
دُر اور صل کوئی نذر بجز کراں نہ کرے

معاشران ز حریف شبانہ یاد آرید

ہو عیش را ز حریف شبانہ یاد رہیں
حق و بندگی خلصا نہ یاد رہیں
بگاہِ نر خوشی یاد آئیں فاقہ کش بھی زور
بجیں جو بزم میں چنگ چخانہ یاد رہیں
نہ بھولیں جبکہ مرادوں سے ہکنا رہتہ
جو حمد و دوستی ہیں درمیانہ یاد رہیں
غذار ساقی پہ جھلکے جو سُرخِ بادہ
چلے جو قص و سرود و ترانہ یاد رہیں
سمند دولت اگر چہ دکھائے منہ زور
پیادہ پا بھی گہر تازیانہ یاد رہیں

نہ ایک دم کبھی کھایا غم و فدا داراں
یہ بیوفائیاں دور زبانیہ یاد رہیں
نگاہِ محبت لے ساکنانِ بزمِ حضور
یہ حافظِ اور وہ دریا ستائے یاد رہیں

ہمرازِ دل بدر کر دو کہ کر دیار کر دو

ہمرازِ دل بدر کر دو کہ کر دیار کر دو
نست یہ حالِ دل مگر کس نے کیا کہ یار نے
ایک سے ایک خوشتر ہوتا تھا دن مرا بسر
رات سے دن سیاہ تر کس نے کیا کہ یار نے
غمزے کی دل پہ تھی نگاہ، جان بھی ساتھ لے ڈالا
آہ ضرر پہ یہ ضرر کس نے کیا کہ یار نے
سُن کے یہ مجھ سے لے قمر۔ بوسے مجھے نہ ڈرا
ہوٹ بنا کے لب کس نے کیا کہ یار نے
میں تو تھا بھولا بے خبر۔ لے کے دل اور مال ڈرا
شب کہ قریب تھی سحر نشہ میں چورِ بخیر
پھر بفریب قصدِ سر کس نے کیا کہ یار نے
جہیں خونِ دل، جگر، دیدہ بھی اُسکِ ستار
حدِ کلام سے گزر کس نے کیا کہ یار نے
ظلم یہ حافظِ آپ پر کس نے کیا کہ یار نے

نقد ہار اُبو دیا کہ عیا سے گیرند

کس کے کھوٹا کھرا یار دل جو بائے دکھیں
ہر طرف خائفہ دالے پھریں مائے دکھیں
مصلحت اب یہ نظر آتی ہو دل کو کہ عزیز
چھوڑ سب کچھ کسی طرے کے طرے دکھیں
زلفِ ساتی تو بھلی ہاتھ لگی یاروں کے
گر فلک سے نہ برمی دستِ ہائے دکھیں
ہائے یہ ترک بچے بخوں پہیں کتنے میاں
ہر پل ایک صید کریں تیر ہی مائے دکھیں
رقصِ بر شجرِ تر و نالہ لے خوب، پہ واہ
ہاتھ میں ساعدِ سیہیں بھی تمہائے دکھیں
نہ بہا تقویٰ، کہ گواہ جیت لیں خواہاں تنہا
گھیر لیں بل کے اگر مکہ سوارے دکھیں

زایغ بے شرم کا گلِ رُوند کے چلنا دیکھا
خاک پالینے کو سِرے کے لئے اہل نظر
حافظ بنائے زماں بچتے ہیں میکینوں سے
دامنِ غار میں لمبل کے گزارے دیکھیں
مَدّتوں راہِ تری پاؤں پسائے دیکھیں
ایک دن ان کو بھی ہم آج کنائے دیکھیں

نقدِ صوفی نہ ہمہ صافی و بخشِ ہند

جتنے صوفی ہیں نہ صافی و بخش ہوں گے
کتنے بچے ہیں کہ بس لائقِ آتش ہوں گے
رُوسِ نکلیں گے تپ کر جو بخش ہوں گے
دن چھپے دیکھنا حضرت کو ہی بخش ہوں گے
گامزنِ خفق میں ہم رنبدِ بلاکش ہوں گے
سب یہ رخسار بہ خوشنما بہ منتش ہوں گے
حیثِ دانش پہ جو انا بھی خوش ہوں گے
جام دینے پہ جو حافظِ یی ہوش ہوں گے
جتنے صوفی ہیں نہ صافی و بخش ہوں گے
کتنے لے جائیں کوئی پہ بہت اچھا ہے
مست ہیں صبح و عینے میں ہمارے صوفی !
باز و نعمت کے پہلے چل نہ سکیں گے و وقدم
نقشِ برآب دکھائے گا جو خطِ ساقی
غمِ دنیا نے دنی کب ملکِ آخرے نوش ؟
لے گیا دلق و صے ابھی سمجھ بادہ فروش

نہ ہر کہ چہرہ برافروختِ دلبری داند

نہ بن سنور کے چو چاہے وہ دلبری جانے
کلاہ کج جو رکھے تن کے شان سے بیٹھے
ہزارِ بال سے باریک مُنکتے ہیں، تبھے
بند و چہرہ جو دنیا میں شاہِ خواہاں ہو
وفا و ہر بھلی ہے، اگر کوئی سیکھے
نہ رکھ کے آئینہ ہر ایک سکندری جانے
ضرور کیا کہ وہ آئینِ سروری جانے
منڈا کے سر نہ قلف در قندری جانے
جہانِ جیت لے گردا دگستری جانے
ستم کا کیا ہے کہ ہر ایک شکری جانے

نگوٹ باندھے نے پر کیا گری جانے
 اُسی پہ چھوڑ وہ خود ہندہ پروری جانے
 جو اس جھٹ میں یار و شاوری جانے !
 کہ آدمی کچھ کیا شیوہ پر می جانے
 یہ قدر جو ہر یک دانہ جو ہری جانے
 لطیف طبع ہو، شاعر ہو اور ذری جانے

غلام ہو جائے اُس پختہ خام کے چریاں
 نہ بندگی میں لگا کوئی ششستر مزدوری
 بہائیں دیدہ دریا میں اپنے غور، لہلا
 اڑا دیا دل دیوانہ خاک میں سمجھا !
 کلوٹن نقطہ پیش میں اُس کے خال کی ہو
 ہوش و کوش حافظ سے خوب وہ آگاہ

نیت در شہر گائے کہ دل مابرو

مخت یاری کرے رخت اور کسی جا لے جائے
 عاشق سوختہ دل اپنی تمنا لے جائے ؟
 آن سکے کوئی از بہر تماشا لے جائے
 جی سمجھ دار بھی خطروں سے بچا لے جائے
 سامری گرد ہو، بازی دید بیضا لے جائے
 نور خورشید کو کیا منہ ہے سہا لے جائے
 آئے ایک روز وہ تیرا گل رعنا لے جائے
 اگر امروز نہ لے جائے تو فردا لے جائے
 تجھ کو خشم کا نہ بہا کر کوئی ریتا لے جائے
 ڈر ہے بیکشت نہ سب نرگس شہلا لے جائے
 خانہ تن سے نکل کہہ دے کہ اچھا لے جائے

شہر میں ایک نہیں دل جو ہمارے جائے
 ہے کوئی مست نے ناز کہ جس کے آگے
 دل کو پیروں کا بنایا ہے اکھاڑا شاید
 منزل عشق کیوں گم ہے کمانداروں کی
 سحر فاق نہیں اعجاز پہ دگدگایا ہے
 بجائیں بجائیں سے نہ پھٹنے کی پھوٹا یا رو
 باغباں دیکھتے ہیں تجھ کو خزاں سے غافل
 رہن دہر نہیں خواب میں ہنسیا رہیں
 جام فیروزہ سے سدرہ غم ہے نہ پھینکے
 غمِ فضل آہ یہ چالیں برس کی پرچی
 نرگس مت وہ گرجان کو آئے حافظ

نفسِ بادِ صبا شکِ قساں اہلِ شد

نفسِ بادِ صبا شکِ قساں ہوتا ہے
 از غواں جامِ عشقی ہے سمن کو دیتا
 کچھ لے اور بھی طولِ شبِ ہجرانِ بلب
 گل کی صحبت ہو عزیز اس کو عنایت جانو
 مطروبِ انس کی محفل ہو غول ہو کہ شہر
 عیشِ امروزی کو فردا پہ تو چھوڑیں لیکن
 ماہِ شعبانِ قلعہ ہاتھ سے رکھنا خوشید
 جائیں مسجد سے خرابات تو کچھ ہرج تہیں
 حافظِ آیت ہی خاطر سوائے اقلیم وجود

نالمِ پیرِ مبارک ہو جواں ہوتا ہے
 لالے پر دیدہ نرگس نگراں ہوتا ہے
 یروہ گل میں ثوابِ نعرۂ نان ہوتا ہے
 دیر آتے نہیں ہوتی کہ رواں ہوتا ہے
 وقتِ شایعِ پھنیں اور چنان ہوتا ہے
 ضامنِ نقدِ بقا کون یہاں ہوتا ہے؟
 شبِ عیدِ رمضان تک نہانا ہوتا ہے
 جلسہ و غلط تو تا دیر یہاں ہوتا ہے
 چل ملاقات کمر اُس سے کہ رُان ہوتا ہے

نفسِ برآمد و کام از تو بر نمی آید

دمِ آیا لب پہ مگر کام بر نہیں آتا
 تمام ہونے کو ہوا مجھنوں میں طُل حیات
 سوادِ دیکھ کے خوش رہ پڑا تھا زلفِ تیل
 قدِ بلند نہ جب تک کنار میں آئے
 کمانِ ق سے چھوڑے نہرا تیر دُعا
 ہزار باتیں نسیمِ سحر سے کرنی ہیں

یہ خوابِ طالعِ خفتہ بسر نہیں آتا
 تلکھنے پر ہی یہ جنجال پر نہیں آتا
 جو اُس غریب کی اب نے خبر نہیں آتا
 نہالِ نخت میں برگ و ثمر نہیں آتا
 علاج کیا کہ کوئی کارگر نہیں آتا
 یہ نصیبی سے وقتِ سحر نہیں آتا

کٹنا سر کا ایک ٹی سی شطربو حافظ
لے اپنی راہ چڑنا بھی کر نہیں آتا

نسبت رویت اگر با ماہ فریں کردہ اند

لوگ اُس کو ہم شبیر ماہ و پردیں کرتے ہیں
نغمہ ہے ایک داستان عشقِ ثور انگیز کا
خاک کوئے گلر خاں میں ہے وہ لائے جانفزا
خاکساروں کو نہ دیں گے جوئے کاس الکرام ؟
شہرِ زراغ و زغن کو کیا کریں گے صید و قید
ساقیائے دے کہ کیا حکمِ ازل سے پیش چلے
کاسہ زنداں کی مٹی کو حقارت سے نہ دیکھ
عقل سے بیگانہ ہو کر کھینچ لے آغوش میں
تیر مرگان دادا و غمزہ جساؤ ہیں کیا
ایک بنامہ تھا مراقی ، ہونٹ تیرے کھا گئے
شعلہ رخسارِ رنگیں سے یہ شاہد و مبدم
شعرِ حافظ ہیں جو یکسر مدح احساں آپ کی

نکل تو دیکھی نہیں نسبت یہ یونہی کرتے ہیں؟
جو بیانِ الفتِ فراہ و شیریں کرتے ہیں
جس سے اہل دل شامِ عقل نکلیں کرتے ہیں
ظلم تو دیکھو جو ہر عشاق سکین کرتے ہیں
یہ تواضع و رختی شہباز و شاہیں کرتے ہیں
کون بدلے خود بدولت جس کو تعین کرتے ہیں
ہیں یہی جو خدمتِ جام جہاں ہیں کرتے ہیں
عقل ہی کو عقدِ دختِ زمیں ہیں کرتے ہیں
جو سرمِ زلفِ سیاہ و خال نکلیں کرتے ہیں
کیا یہی انصاف سب لب ہائے شیریں کرتے ہیں؟
چھید کر دل زاہدوں کے رنہ و فریں کرتے ہیں
لطف سے سنتے ہیں لبِ داد و تحسین کرتے ہیں

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند

یہ جو داعظ جلوہ گر محراب و منبر کرتے ہیں
صدرِ بزم و عطا سے پوچھے یہ کوئی ماجرا
محلوتوں میں جاکے خود برعکس و دیگر کرتے ہیں
تو بہ فرما کس لئے خود تو بہ کتبہ کرتے ہیں؟

کیا یقین ان کو نہیں پسش کار و زشتہ کی
بیعت پیر مٹاں ہوں جس کے درے پٹی غمی
کھا نہ ٹکڑے خانقہ کے چل ذرا دیر مٹاں
میں سوار اپنی خرمیت پر وہ دولت تمام
ہائے اس دنیا کے صرافان گوہر ناشناس
خانہ دل منزلِ جاناں ہے خالی کیجئے
ہو درین خانہ یہاں آئیں ملک پڑھتے درود
حنّ بے پایاں جہاں تک قتل بے پایاں کسے
عرش سے ایک شور سانس کر سحر دل نے کہا

۱۹ اور شہر سے بھی ظالم چلتے کرتے ہیں؟
ہو خزانہ بھی تو فوراً خاک بر سر کرتے ہیں
دیکھ پانی ہی پا کر کیا تو نگر کرتے ہیں
چو خور و خورندگان ترک و استر کرتے ہیں
مہدم گنگانی کو موتی کے برابر کرتے ہیں
آرزو ہائے دگر ہم تم کو باہر کرتے ہیں
اس مکاں میں طینت آدم نخر کرتے ہیں
پھر قلم ہو کر نو عشا ق کے سر کرتے ہیں
نعر حافظ کے فرشتے بھی تو ابر کرتے ہیں

ہر کہ شد محرم دل در حرم یارِ بماند

محرم دل جو بنا در حرم یار رہا
دل نے کی پردہ درمی اپنی بُرا کچھ نہ کیا
صوفیوں نے تو ہر ایک چیز چھپالی اپنی
خونہ پوش اور بھی سب مست تھے گئے گور
وہ جو ایک لقمے غیب پھپھالتا تھا
ہرے لعل جو اس جامِ بلور سے رلی
نعرہ عشق سے خوشتر نہیں آہنگ کوئی
ان ازل تا ابہد کون کسے چاہتا ہو

غیر محرم جو رہا بر سر انکار رہا
بلکہ اچھا کہ نہ در پردہ پندار رہا
خرقہ میرا اگر دُخسانہ خمار رہا
چرچامیلا ہی سہر کو چہ دبا زار رہا
رہن مے کو چو چلا دوش پہ زنا رہا
جُئے حسرت بنی اور دیدہ گنہگار رہا
گو بختا اس سے سدا گنبد و دار رہا
داد دے دل کی کہ یہ تیرا خرید رہا

صورتیں ہیں جو نبی جن پہ میرے چہراں
تیرے آنکھوں پہ پڑا دیڈ نرگس بیار
اُس کا قصہ بھی رقم بردار دیوار رہا
طرز کو اُن کی تو پہونچا نہیں بیار رہا
دل جو زلفوں کے ٹاشہ کو گیا تھا حافظ
پھر نہ آیا کبھی تا عمر گرفتار رہا

ہر آنکو خاطر مجموع دیارِ ناز نہیں اردو

میترب جس کو اطمینان و یارِ ناز نہیں ہوگا
جنابِ غنق کی درگاہ ہے وہم و غفل سے بالا
سحابت بر جہین داغِ نجم خوش ہمترب ہوگا
نہ کمتر جان اے منعم ضیغوں اور فقیروں کو
کرے گہا آشاں بوسی جہاں آتیں ہوگا
جرا تا چل تو انائی نہ بروئے زمیں آنی
صدارت پر جہاں ہوگا فقیر رہ نشیں ہوگا
بلاگر دان جان و دل دُعا سے مستندراں ہو
توانا تجھ سا کیا کیا ناواں زیرِ زمیں ہوگا
نہ ہوگی خیر جس حرم سے خالیج خوشہ ہیں ہوگا
ذرا میری بھی کہہ دینا صبا اُس شاہِ خواب سے ق
لبِ بیل و خط شکیں کہ وہ یہ بھی رکھے وہ بھی
جہاں بھی لا محالہ اُس کے سب زیرِ گیس ہوگا
جو یہ دونوں رکھے میرے بواکس کا حیر ہوگا
دہانِ نگ و شیریں حلقہ مہرِ سیماں ہے
کہیں اُس سانہ سلطان گداے رہ نشیں ہوگا
جو فرمائے نہیں حافظ سا اچھا بندہ منسل

ہر آنکہ جانبِ اہل وفا نگہ دارو

جو کوئی جانبِ اہل وفا نگہ رکھے
نہ چاہتا ہو جو محبوب سے جدا ہونا
ہر ایک حال میں اُس پر خدا نگہ رکھے
کہے نہ دوست کی باتیں سوائے حضرت دوست
کہو علامہ دل کو خدا نگہ رکھے
کہہ راز یار کا یا ر آشنا نگہ رکھے

وہ بات کیجئے پید اکہ پاؤں گر پھسلے
فرشتہ کہہ کے مہا بسلمہ نگہ رکھے
نہیں وہ دل کا نگہاں نہیں گلہ اس کا
کہ دست بند ہے عاجز خدا نگہ رکھے
صبا جو زلف میں ہلکا ہوا وہ دل پائے
تو ڈانٹ دینا کہ گرتا ہے جا نگہ رکھے
غبارِ رو تر پائے گر آنکھ حافظ کی
بچا کے چشمِ نسیم و صبا نگہ رکھے

ہر کہ را با خط سبوت سیر سودا باشد

سرو میں اپنے جو خط سبز کا سودا رکھے
پاؤں اُس دایرے سے بڑھ کے نہ حاشا رکھے
لالہ ساں حشر میں نکلتے گی لحد سے یہ جہیں
داغ سودا ترا ایک جائے سودا رکھے
نفلِ مردِ تری زلف کا وایم قائم :
کیا ہی اس چھاؤں میں تکیں دل نیدار رکھے
گہ ہم آہنگ دل آپر دے سے باہر چپ جا
کہ نہ پھر وہ ملاقات کی پیدا رکھے
کب تک اسے دُتر گراں مایہ روا ہو تجھ کو
کہ رواں دیدہ مردم سے یہ دریا رکھے
دیکھ لے ہر بنِ فرگاں سے رواں میں نہیں
تو جو کچھ میسل لب جو تماشا رکھے
کیوں نہ حافظ کی طرف آنکھ اٹھے شکل سے
سرگرافی بھی تو کچھ نگر بس شہلا رکھے

ہر کہ او یک سمر نو پند مرا گوش کند

ایک سمر نو جو مری مانے کوئی گوش کرے
حلقہ زلف لے اور زیب بنا گوش کرے
مانے جو متصد آہنگِ دل اپنا اُس کو
پچانک لے خاکِ بیاباں کو تنکِ نوش کرے
جو کبھی دوش بدوش اُس کے تو دل کیا پچا
باہر جاں اُس پہ رکھے خود کو بکدوش کرے
اس لئے پہنچ و خم و تاب ہیں اُس گیسو کو
کہ کنبجے میں دلِ عاشقِ مہوش کرے

سندیں لالہ دگل کی ہیں بچائی رن نے
نرگس و سوسن دگل جوش پہ ہیں گلشن میں
دل حافط میں ہیں گو سینکڑوں زلف کے گلے
سمن ان سب جوں پہ سنبھل کہ ہم آغوش کرے
تو انھیں آن کے ایک حن سے آغوش کرے
بیکہ کر تجھ کو مگر جیلہ زرا بوش کرے

ہر گزم ہر تراز لوح دل جان نرود

چاہ تیری نہ کبھی مرے دل و جان سے جائے
تیری اُلفت دل و جان میں ہو وہ گہری بیٹھی
دل سرگشتہ سے باہر یہ خیال رخ و دست
دل مسکین پہ جو ہے غم کا یہ بھاری پتھر
عبد جو نیر ازل زلف سے ہے تا بہ ابد
دل ہے درپے جو حسینوں کے تو معذوری سے
چاہتا ہو جو نہ حافط کی سی سرگردانی
یاد اسے سرورِ اماں نہ تری دھیان سے جائے
سر چلا جائے سٹے دل سے نہ یہ چلا سے جائے
نہ جھائے فلک و گر دشِ دوران سے جائے
ہو نہیں سکتا ٹٹے یا کسی عنوان سے جائے
منحرف ہو کے نہ دل اس خطِ فرمان سے جائے
در و بٹ جائے کسی کا تو وہ دران سے جائے
دل حسینوں کو نہ سوچئے کبھی تا جان سے جائے

ہوس باد بہارم بہ سوئے صحرا برو

ہوس باد بہاری سوئے صحرا لے جائے
لے اڑے آنکھ تیری دل کو ہر ایک پہلو سے
رہزنی غمزہ کرے ترک کماں ابرو کا
خوش ادھر دستِ طلب سلسلہ شوق بٹے
دل نگیں کو بھی گریہ نے مری ٹھیل دیا
صبرِ خشیو کا تیری آن کے جھوکا لے جائے
ایک میسر اداں بیمار نہ نہا لے جائے
ٹوٹ کر ہندوئے سرور سی بالائے جائے
دے ادھر لنگرِ غم عقل کو دھکا لے جائے
کن چٹانوں کو بہا پانی کا ریا لے جائے

لگ کے سنبھام کو ہر دعوئی چنانچہ نئی جہت
آہروئے لب جاں بخش میسائے جانے
بچنے چاہا نقطہ نہ کر خوش نفسی پس شبہائی
آگے طوطی کے نہڑا چہا یہ عورتائے جانے

ہوئیں دلا بیمار کاغذ

لکھ آس کو کڑھا سنے یار کاغذ
بھینچ ایک سوئے آن نگار کاغذ
اُس شوخ کو جا کے بے صبا تو
لکھے جو یہ بے قرار کاغذ
برو ہنس دیکھا وہ جراب ایک
لکھے آسے گر ہزار کاغذ
ہم آس کا لکھا تھا کٹ رہا
برصغیر روزگار کاغذ
لکھ چاہا دنگا کو بسملہ
از راہ کرم نگار کاغذ

یاد باد آئکہ نہایت نظرے باماپود

یاد ہو گا کہ نظر مجھ پہ تری کیا کہا تھی
مہربانی تری، صورت سے مری پیدا تھی
یاد ہو گا نگہ تیر تو تھی ہی قاتل
لب کی شیرینی بھی اعجاریں ایک سی تھی
یاد ہو گا کہ گلہ کج کی مرے چاند نے جب
ایک جاں گرد مہ نو بھی رکاب پا تھی
یاد ہو گا رخ روشن تھے ترے شمع طرب
جاں دل سوختہ پردانہ بے پروا تھی
یاد ہو گا ادب و خلق کے ان جلسوں میں
نادی خندہ ستانہ فقط صہبا تھی
یاد ہو گا قدح صل وہ جب ہنسا تھا
بحث تیر لب علیں سے مجھے کیا کیا تھی
یاد ہو گا کہ صبحی زدہ ہوتے تھے ہمیں
جلس انس میں یا ذات خدا مینا تھی
یاد ہو گا کہ میں ایک مست خرابا تھی
اب میسر نہیں جو شے مجھے تب پیدا تھی

یاد ہر گاتری صلاح سے ہوتی تھی درست نظم ہر گہرِ ناسفہ حافظ، ساتھی!

یادِ یادِ آنکھِ سحر کوئے نواغِ مہرِ لبِ بود

ہائے وہ دن کہ ترے کوچہ ہی میں خزل تھی
سوسن و گل کی طرح پاک تھی باہم صحبت
مسالت کرتا تھا دلِ پیروز سے اکثر
آہ ایں دامنِ گہر کے یہ جورِ دستم!
دل یہ کہتا تھا کہ بے دوستِ جیوں کا نہ کبھی
یادِ اجنباب میں گلِ شب میں خرابات گیا
دورِ اپرست کہ معلوم ہو کچھ وہ پسِ لاق
بیخ یہ ہے، دولتِ نیروزہ بوا ساقی
یاد ہے قفقہ کبابِ حسدِ اماں حافظ!

خانہ دور سے تیری آنکھوں کو فضا چل تھی
لب پہ آجاتی تھی میرے کہ جو تیرے دل تھی
شوق سے ہوتی تھی حلِ عقل کو جو شکل تھی
ہائے کس غیشِ توخیم کی بھری مغل تھی!
دل کا کنا بھی مری سچی بھی سب باطل تھی
خیم بھراؤں سے دوائے بھی بہی در گل تھی
عقل سے پوچھا تو ایک مفتی لای عقل تھی
تھی تو رخِ شندہ مگر دولتِ متعجل تھی
کیا ہی، چھٹا ہے جو شاہینِ قضا: نفل تھی

یاری اند کس نہی بنیم یاراںِ اچہ شد

کیا ہو فی یاری تمہاری؟ تم کو یار و کیا ہوا
آبِ حیا میں سیاہی ماجر کیا ہے فیضِ ر
گلِ ہزاروں لہل گئے بولی نہ ہر کو غنایب
حل ایک کانِ مروت سے نہ نکلا ان نوں
زہرہ کیوں بے ساز ہو گیا حل گیا اس کا تار؟

دوستی کیوں مٹ گئی؟ اے دوستدار و کیا ہوا
خونِ شاخِ گل سے پچکا نو بہار و کیا ہوا
کیا ہوا اے غنایب! اے ہزار و کیا ہوا
بہر و سہ اے حل کے محدث گزار و کیا ہوا
ذوقِ مستی کیوں فنا ہے سے گسار و کیا ہوا

کر نہیں سکتی زباں اسے اپنی دوستی
گوئے توفیق و کرامت ہو چڑھی میرا میں
حافظ اسرارِ الہی سے کوئی واقف نہیں
حق شناسی پر پڑی کیا حال یاد کیا ہوا
مردِ میسر میں ہونہ کوئی شہسوار کیا ہوا
حالِ عالم کچھ نہ پوچھو، دم نہ مارو کیا ہوا

یک جام دی سحر کہ اتفاق اُٹان بود

صبح ایک دو جام پی کر اتفاق ایسا ہوا
شاہِ عمدہ شہابِ آہی گیا مستی میں ہاتھ
گوشتِ گیری ساتھ چشمِ مست کے پائی محال
دو کوئی تعبیرِ خواب ایک صبح میں اور آفتاب
خوب کی سیرِ طریقت یہ نہ پائے ایک جا
کارِ ملک دیں شہ تیگئے نصیر الدین سے
شوق پر تو لے تھا یہ نظم پریشانِ ام تھی
پی لبِ ساتی سے بھی مے اور مذاق ایسا ہوا
چاہی جہت میں نے، واں نکلی طلاق ایسا ہوا
زورِ طاقت جی خم ابرو سے طاق ایسا ہوا
خوابِ سیریں میں تھے دونوں ہم مذاق ایسا ہوا
عافیت کا دیرہ بازی سے فراق ایسا ہوا
بن گیا بگڑا ہوا نظم و نساق ایسا ہوا
اس کے لکھتے لکھتے حافظِ اشتیاق ایسا ہوا

یارم چو قدح بدست گیرد

گر یارِ قدح بدست لے لے
دریا میں پڑا ہوں شل ماہی
قدموں میں گرا ہوں زار ہو کر
دیکھ آنکھ پکارے غصب کو
دو شاد رہے جو شلِ حافظ
بازارِ تباہ نکلت لے لے
مجھ کو بھی لگا کے شست لے لے
شاید کہ وہ سرِ بدست لے لے
قبضے میں یہ اپنے مست لے لے
ایک جام مے است لے لے

اے طوطی گویائے اسرار

سنا اے طوطی گویائے اسرار
 رہے سرسبز و خوش و خرم ہمیشہ
 سخن سر بستہ کہنا و دہنوں سے
 چترک بھر کر مرے منہ پر گلابی
 غضب کا رنگ چھڑا تو نے سحراب
 ملاوی نے میں کیا انیون ساقی
 خرد ہر چند نقد و دجھاں ہے
 سکندر کو نہ دیں ایک بوند پانی
 نہیں کچھ ہرج و مرج در و رل کو من لے
 نہ ہشیاروں پر کھول اسرار مستی
 بت چینی عدد دے دین دل ہے
 کیا کارِ خدا بندوں کے حق میں
 طفیلِ دولت سلطانِ منصور
 رہے بیٹھی ہمیشہ تیسری منتظر
 دکھایا تو نے گلزارِ خطِ یار
 خدا کے واسطے کہ کھول کر یار!
 کہ سخت خواب آلود ہو بیدار
 کہ مانج آٹھے ہیں نورِ مست و ہشیار
 کہ سرباتی ہے یاروں کا نہ دستار
 نہیں کچھ پیش عشق کی میا کار
 نہ زہ کچھ کام دے اُس کا نہ تلوار
 ہیں ایک دو حرف با معنی بیار
 نہ واقف روح سے ہوں نقش دیوار
 دل و دین کا خدرا حافظہ دگار
 الہی دُور تجھ سے جملہ آزار
 ہوا حافظِ ظلم و ظلمِ اشعار

اے بادِ مشکبو گیزِ سوئے آن نگار

چل بادِ مشکبو وہیں جس جا ہودہ نگار
 اور اس سے کہہ کہ - اے نہ نہا مہربان من
 ایک موعے زلف کھول کے لاتا زہ بوسے یار
 آ جا کہ موت سے بھی اشد تر ہے انتظار

دل دے کے، جہاں سے تیرا خریا عشقِ بول
 بھولے زمانہ، تو نے گم کیوں بھلا دیا
 اے دل! نہایتِ غم جہاں میں صبر ہے
 دل کو خیال یار پہ تو اختیار ہے
 ہونے نہ دے مجھے تو غمِ ہجر کا تسکار
 بے ہے نہ دل سے یار و نادار کو آزار
 اے دیدہ: رہ نہ آگے یہ خونیں سے یوں نزار
 مانا کہ یار پر نہیں کچھ دل کو اختیار
 اے یار صبر ہے جہاں کو ہی کب قرار
 حافظ یہ تاکنا نسیمِ بالِ جہاں عزیز؟

اے برون گوئے حسنِ زخوبانِ روزگار

پس ماندہ تجھ سے حُسنِ برونِ روزگار
 الحق یہ نقشِ مہرِ شانِ دہن ترا
 دل دے دیا ہو اُس کے خط و خالِ لطف
 دشمنِ ہزار کیا ہیں جو پٹے پر یار ہو
 ڈالے پڑا ہو ڈیرے سرِ چوٹی ل کے عشق
 سرکش ہو سرو سامنے تیرے تو بچ گیا
 حافظ نے داؤدِ الا تھا ایک تیرے سٹے
 قدرِ راستی میں رشکِ سی سرو جو بہار
 مہمِ نقطہ ہے کہ نہ پنہاں نہ آسکار
 کیا دیکھیں ان کے ہاتھوں دیکھنے لگا
 مردِ آزموہ کار ہوں کیا خوف کا زار
 بابہ کھڑی ہے: رُوح پھرتی ہے ہزار
 لبہ کی عقل کا نہیں دنیا میں اعتبار
 دل اس کا بند شدہ غم میں ہے مہرِ اُ

اے حرمِ از فروغِ نیتِ لالہ زارِ عمر

شاداب تیرے حُسن سے ہی لالہ زارِ عمر
 بالابنِ اشکِ آنکھ سے برسے تو کیا عجب
 آجاً بنیگر گل گئی در نہ بہارِ عمر
 برقِ دواں جو غم میں ہے دُزگِ عمر
 دنِ ہجر کے نہیں ہیں مگر در شمارِ عمر
 بے عمر زندہ ہوں میں تعجب نہ جانے

اندیشہ کچھ محیطِ فنا سے مجھے نہیں
ہیں ہر طرف سے یلِ حوادثِ کین میں
کب تک مے صبور و سکرِ خوابِ مجھم
کلِ راہ میں ملا تو ملائی نہ آنکھ بھی
حافظِ سخن سرا ہو کہ ہستی کے صفحہ پر
اُس نقطہ وہاں چہ ہے میرا عمر
سرٹ غنا گستاخوں ہو سوا عمر
بیدار ہو کہ کچھ نہ رہا اعتبارِ عمر
بیچارہ دل نے دیکھا تو کیا درگزارِ عمر
رہ جائے کچھ قلم سے ترے یادگارِ عمر

اے صبا نکلتے از خاکِ دریا رہا رہا

برے خوش بادِ صبا خاکِ دریا رہا رہا
نکلتے روحِ فزا ہو دہنِ یار کا خاص
خوشبوئے زلف سے کرا کے مہرِ یہ مشام
جا۔ قم تجھ کو وفا کی ہی، پیامِ لبِ یار
قرنِ گزرے رُخِ مقصود کو دیکھے ساتی
خاک آنکھوں میں رقیبوں کی بھی کچھ بھونکتی آ
یہ خبر رہنا بھی جائز نہیں جاننا زمی میں
دل دیوانہ یہ زنجیر نہیں مانتا ہے
عیشِ آزادی کا کرشکرا دو، مرغِ چمن
کام تک تلخ، ایک صبرِ گوارا کر کے

دفعِ اندوہ کو مژدہ کوئے دلدار سے لا
یعنی مژدہ کوئی خود عالمِ اسرار سے لا
نہمہ ایک نگہتِ انفاسِ خوش یاس سے لا
بے کدورت جو ہو سرگوشیِ اغیار سے لا
پھر ہیں۔ اُس قدحِ آئینہ کردار سے لا
چشمِ خوش گشتہ کو سمرِ تمہار سے لا
رازہ کی بھی تو اڑا کر بتِ عیار سے لا
حلقہ ایک اُس کے خمِ طرہ طرار سے لا
تا اسیرانِ نفس کچھ گل و گلزار سے لا
ایک جھڑکی لبِ تیرینِ شکر بار سے لا

دلِ حافظ بھی کوئی چیز ہو رنگِ دے سے

مست ہکا زتا پھر کوچہ و بازار سے لا

دلچشم بریزی خوں دین شرم دار آخر

کماں تک برسے خوں کھوک؟ دل بٹہ مرا ہنر
کوئی گڑ ملک بخیری کی اسے دل لے لے انگیزی
صبا کی طرح کشت دیگاں غمے شمعیں کب تک
نگارستان ہیں مانا، نہ بن جائے گا گھر پیرا
وہی میں ہوں کہ مجھے ٹافس باناں کے لینا ہاں
نعیم دنیا و عقبی عطا کی مجھے کور انقی نے
صنم رشک نہ پرویں بھکا دیئے بے نگین

کبھی تو خواب سے تم بھی ہوا کھو ہکا ر آخر؟
سے گا صدم بچتے ہوئے نہیںوں کے آرا آخر
کرے کیوں اپنی ہمت نہ انساں کوئی کار آخر
قلم ایک لے کے نہیں پہنچ کچھ نقش و نگار آخر
دعا سے صدم دیکھا کہ کیسا لانی بہار آخر؟
سابع چنگ اول خواب در آغوش یار آخر
کماں کی توبہ حافظ شرم ساتی کچھ تو یاد آخر

ویگرز شاخ سروسی بلبل صبور

سروسی کی شاخ سے پھر بلبل صبور
حب مراد دل جو بکھلا اس کے مشکریں
غیبت سے تیری کوئی شکایت نہیں مجھے
نیش و طرب سے اور اگر شاد شاد ہیں
زاہد تو ہے امید میں حور و قصور کی
سے پی تو زور و شور سے اندیشہ کچھ نہ کر

گلبانگ خیم بہ پہنگاتی ہے، گل سے دور!
گل چھوڑ دے یہ بلبل شیدا سے تو غور
غیبت نہ ہو تو دے نہ مزا لذت حضور
اپنا غم نگار ہی ہے عیش اور سرور
یاں کج میسکے ہے قصور اور یار حور
بولے کوئی نہ پی، "تو نہ سن، کہہ ہوا فقور"

حافظ شکایت شب ہجراں ہے کس لے

ہے ہجر میں وصال غی طلت میں جیسے نور!

روئے نہاؤ مرا کہ دل از جاں بکیم

رُخ دکھا۔ پھر یہ سنا جیت اگر جانبر ہو!
 تشنہ لب دیکھ یہ ترسانہ مرے ڈھیر پر
 چنگ کافی ہے فقط، عود نہیں، تو نہ سہی
 رقص کر راگ پہ اور برق سراسر دے آما پر
 یسم وز رُتب میں نہ درویش کی دیکھے تو نہ چھوڑ
 نام جانے کا نہ دے دوست، ذرا بیٹھے تو پاس
 پھونک ان گیر واکھڑوں کو عے صافی پی
 حافظ آراستہ کر ہزم، دکھا و اعظا کر
 شمع روشن ہو پیر زمانہ بھی خاکستر ہو
 اپنے کشتے کو اٹھا پاس کھڑا آ کر ہو
 آتش حشوق ہو، دل عود ہو، تن مجمر ہو
 ورنہ رہ گشتہ میں ایک کہنہ برداسر پہ ہو
 سیم آنٹو یہ رُخ زرد تصور زرد ہو
 بر لب ہو طرب جو و ہفت ساغر ہو
 یسم وز رہا رکے ایک سیم بدن در یہ ہو
 کہہ کہ اب بات ہے جب تک سر نہ ہو

ساقیا مایہ شباب لیا

ساقیا! مایہ شباب لیا
 واروئے دردِ عشق یعنی نے
 بادہ گر آفتاب ماہ ہے جام
 غمِ دوراں نہ کھا رہے نہ رہے
 قفل نے سرکشی بہت سیکھی
 ڈال دے آگ پر ذرا پانی
 موسم گل گیا تو جانے دے
 ایک دوسا غر شرباب لیا
 جس سے زندہ ہوں تیغ و شتاب لیا
 ڈال کر نہ میں آفتاب لیا
 کچھ سنا۔ چنگ یا رباب لیا
 سے گردنیں اس کی اب لیا
 یعنی آتشِ مثالِ آب لیا
 بادہ ناب اور گلاب لیا

پیچھے قمریوں کے ہوں خاموش قلقلِ شیشہ شراب لیا
 یا خطا یا صواب ہے پسما کیا عجب ہو اگر صواب لیا
 وصل جز خواب دیکھنا سلوٹم پس جو لے آئے جلد خواب لیا
 چمک چمک ہوں مگر ویسے جاہام کر دے بالکل ہی بس خراب لیا
 ایک دورِ ظلِ گراں سے حافظ کو وہ گنہ ہو کہ ہو تو اب لیا

صبا ز منزلِ جاناں گزرتیغِ مدار

چل اے صبا سوائے جاناں گزرتیغِ نہ رکھ چلا یہ عاشقِ مسکین نہ در تیغِ نہ رکھ
 ادائے شکر میں گلِ ہامرا دیکھنے کے نہک کہ شاد ہو مرغِ سحر در تیغِ نہ رکھ
 ہو ایک نیم نگہ پر مراد دلِ بوقوف قدیم دوستِ حیف اس قدر در تیغِ نہ رکھ
 جہاں، متاعِ جہاں، جگہ مختصر ٹھیرے نیاز مند سے یہ مختصر در تیغِ نہ رکھ
 حریفِ بزم تھے ہم میرے جب نہ تو تھا ہوا جو ماہِ تمام اب نظر در تیغِ نہ رکھ
 بزرگیاں تھی شاعرِ جہاں کو پہنچا میں وظیفہ سے انھیں زادِ سفر در تیغِ نہ رکھ
 جو نامِ نیک ہو مطلوبِ صرفِ اتنا کہ صلہ کمال کا دینے میں زرد تیغِ نہ رکھ
 ہم ہیں نوش و شکر بار یہ لبِ شیریں کر اپنے طوطی سے تائیں شکر در تیغِ نہ رکھ
 غبارِ غم بھی یہ دب جائیگا مگر حافظ تر آبِ دیدہ سے رکھ رہ گزرتیغِ نہ رکھ

عیدت و آخر گل و یاراں در انتظار

چلتی بہارِ عید کا دکھلا نہ انتظار ہے چاندِ روئے شاہِ ہی ساقیِ پلاسے یار

کیسے تصور تہمت پا کاں روزگار
انظار روزے سے ہی کرتے ہیں بادِ نوا
اور نہ بھی ایک کرشمہ ساقی پہ بنے شمار
یار اب کبھی ہنوز نظر بد سے یہ دو چار
جامِ مصعق تیرا ہوں میرے یہ شاہوار
انجامِ جامِ وقصہ جھنڈیہ کا مگر
میں بھی نخل میں رکھتا ہوں ایک قلب کم عیا
تبیح شیخ و خرقہ رند شربِ نوار
ناچار بادہ پیچھے پھر کیا ہے چارہ کار

چاہا تھا اب کے منہ نہ نکالوں بہار کہ
وقتِ سحر ہو فیت لڑ کر کیا مبعوح ہو
کیا ذکر کے کا بیات بس ایک تہہ چاہی
یہ تہہ شاہان ! یہ شاہِ کریم و شاہِ دا
ہو بہر دکھائیں مے مرے اشعار سے پئے
دلِ شوق سے جمالِ گداؤں سے پچھ
تو پڑہ پوشِ گل ہے جو ایک لطفِ عالم سے
ڈر ہے کہ روزِ حشر عناں برعناں ہوں
روزے گئے تھے خیر پہ حافظِ علی بہار

عاشق یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار

تشنہ غم ہوں مجھے کیا وصل کیا جہاں سے کام !
بن چکا اسے جانِ بنِ ان جانِ یحناں سے کام
مفلس و قلاش کو کیا حاسب دیوانہ کام
دوزخ و جنت سے مطلب ؟ عورت و عیال سے کام
اس دلِ شوریدہ کو یاں سے غرض نے اس سے کام
درو سے کچھ واسطہ اُس کو نہ کچھ درماں سے کام
عاشقِ کلانہ تنہا صورتِ مرداں سے کام
عاشقِ جاناں مجھے کیا کفر کیا ایماں سے کام

عاشقِ جاناں، مجھے کیا کفر کیا ایماں سے کام
ہے اب جاناں سے غایب ہی نشانِ زندگی
تشنہ اُلفت کو کیا ہو قنہ دوراں سے ڈر
دو جہاں سے یار ہی کہ مقصد و مطلوب ہے
قبلہ و بتخانہ دونوں ابروئے دلدار بس
جس نے اپنے آپ کو بھی عشق میں یدِ طلب
صورتِ مردانہ رکھ تو سیرتِ مردانہ سیکھ
جھوم کر متانہ حافظِ پھر اسی دھن میں سنا

گر تو د عمر بہ میخانہ روم بار دگر

زندگی ہے تو چلوں میکہ سے پھر بار دگر
ہائے کب ہو گا کہ پھر میں خوش خدایا جاؤں
نئے لطیف اٹھ گئی اس قوم سے بھیجے اللہ
عافیت جو ہے یہ دل اب نہ پھیلے اس کو
دے در تھوڑی سی گرداگردہ چرخ کہو
آہ غریبوں میں مرے راز نہاں یوں ہوا
چھوڑ دے یار، بھلا دے حق خدمت سار
نالہ ہر دم نہ ہو ستر کیسے۔ فلک رہتا ہے
پھر گزارش ہے کہ حافظ ہی نہیں ہوتا تھا

اور بحر خدمت زندان نہ کروں کار دگر
میں ہوں اور وہ مرا خزانہ ہو پھر بار دگر
گو ہر فن کا برے کوئی خسریا دگر
غمزہ شوخ وہ اور طرہ طرا دگر
لاؤں چکر میں اسے پھر کے بہ کار دگر
ہر گھڑی باد فونے برسے باز دگر
مجھ پہ اللہ کی ہو! چاہوں میں گریا دگر
سروں زار کے ہر لحظہ بہ آزار دگر
غرق اس دشت میں اکثر ہوئے بیار دگر

نصیحے کثرت بشنو بہانہ گیر

ترے بھلے کی میں کتا ہوں سن بلاتر دیر
جہاں جن جہاں پسینک آنکھوں کو
سے دو سالہ ہو، محبوب چار وہ سالہ
نعیم دنیا و عقبی کا عاشقوں سے بیاں؟
ازل میں ہم جو نہ موجود تھے کہہ قسمت
لگے جو ہاتھ پر بیکرہ ایک پنجک و باب

کہے جو ناح مشفق وہ مان بے تانیر
لگا ہے گھات میں اس زندگی کی عالم پیر
بہت یہ کافی ہیں صحبت کو دو صنیر و کبیر
یہ خود متاع قلیل اور وہ ایکناے حقیر!
جو کچھ خلاف رضا پائے تو نہ کر تعزیر
گو اوس در واپنا غزل میں باہم دزیر

ارادہ تھانہ پیوں اب گنہ سے توبہ کروں
 بصرِ مژدہ رکھا ہاتھ سے قدحِ سوبار
 جو نام تو بہ اب اس بزم میں لیا واعطا
 کہا نہیں تمہارے دل سے زلف سے خدر کرنا
 دلِ رمیدہ ہمارا یہ گھیرتا ہے کون ؟
 چڑھائے جامِ ایک عزم وصالِ جاہان
 قدح میں ریشِ مے نابِ لالہ ہوسا
 عطا ہو ساغرِ یاقوت بھر کے دُرِ خوشاب
 کہاں کا گنہ خواجہ کلامِ سدا کیا

موافق آئی نہ تیرے سے گرفتِ دیر !
 مگر کر شہ ساقی کہ کچھ نہ کی نصیر
 کمان ابروئے ساقی اڑائے تھو تھو تیر
 ہوا کو بانہ تھپتھپتے ہیں اُس کے حلقہ زنجیر
 خیر ہو تجھ کو یہ جُنونِ بستہ در نہ بھیر
 وہ بامِ عرش سے تُو آرہی تو کچھ کو ضعیف
 نہ دل سے خالِ نگاریں کی تُو ہو تصویر
 خود سوختہ ہوں دیکھ کر یہ لطفِ دیر
 نہ ہو پناہِ حافیٰ شیراز کو تو شعرِ طیر

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور

یوسف گم گشتہ پھر آئے گا کنعاں غم نہ کر
 پھر دلِ غمِ دیر کی سنبھلے گی حالتِ دیکھو
 کیا ہوا زنیارِ گردوں گر ہی چند خلاف
 جلوہ گر ہے گر بہارِ عمرِ نہ سختِ چمن
 ہاں نہ ہوں وہ عظمِ غیبِ گم تھک کو نہیں
 خاک چھانے سے جہاں کی جو نہ تھے درد
 شوقِ کعبہ تو بیا باں اہ میں پڑنے ضرور
 حال اپنا، فرقتِ جاہاں کا، ظلمِ غیر کا

نکلے تیرا بنے گا پھر گستاں غم نہ کر
 پھر سہرِ شوریدہ ہو گا اودھ سا مان غم نہ کر
 کب رہا کس کارِ ہادیماںِ دیرِ غم نہ کر
 پھر ہوں پھولوں کی تجھیں قصرا یوں غم نہ کر
 کیا خبر کیا کیل ہوں پرے میں پنہاں غم نہ کر
 گھر میں پائے درد کا موجود دریاں غم نہ کر
 آہوں میں گوجھیں حارِ مغیلاں غم نہ کر
 جانتا ہے سب بدلنا جس آسمانِ غم نہ کر

نوح کشتیاں تو پھر کیا خوفِ طغیانِ غم نہ کر
رہ مگر کوئی نہیں بچد و پایاں غم نہ کر
رکھ ہی حافظ نماز اور وردِ قرآن غم نہ کر

ہو جو ہو سب فدا مصروفِ غرقابی یہاں
راہِ مشکل منزلِ مقصود نہاں آنکھ سے
گوشہ فقر اور تنہائی میں راتوں کی مدام

اے دل از شام فراق و روزِ ہجران غم مخور

کوئی شام و سحر پہونچی نہ پایاں غم نہ کر
زلزلِ جاناں اگر کچھ ہو پریشاں غم نہ کر
غم نہ کر اس تہلکے قیدِ ہجران غم نہ کر
ہوتے ہیں دشواریاں بہت آسان غم نہ کر
زار ہو کر اس طرح سے ہونہ مالان غم نہ کر
بد رہوتے ہیں ہلال از بعدِ نقصان غم نہ کر
شاد کر دے گناہ گئے شاہِ خراسان غم نہ کر

کیا ہیں دل شام فراق و روزِ ہجران غم نہ کر
جمعِ خاطر دل کی زلفوں کی پیشانی میں ہو
مژدہ پیرا ہنر یست مے گامصر سے
ہو جو ہو دشوار منزل باندہ ہمت کی کمر
وصلہ صاحبوں کا سا ہی لازمِ دل دکھا
ماہِ اقبال ایک و دو دن ناقص ہا تو کیا ہوا
تفت شاہِ سمرقند تجھ پہ گر حافظ نہیں

شب قدرِ راست و طے شد نامہ ہجر

سلام بھی حتیٰ مطلعِ انفس
نہیں رہتا ہوا اس میں کوئی بلبل
ولو آؤ تیشی بالجحشِ دلِ البحر
جو دیکھا تو یہ ظلم اور یہ زبرد
بلا کی ہے یہ کالی بختِ شبِ ہجر

شب قدرِ آئی طے شد دفترِ ہجر
زارِ عشق میں ثابت قدم تو
نہیں باز آؤ گ زندگی سے ہرگز
گیا دل نشت دیکھا تک نہ اُس کو
نکل آ صبح روشن دلِ خدا را

وفا چاہے بخائیں کھینچ حافطاً فان الرنج والخرن فی البحر

اے سرو ناز حسن کہ خوش میثری بہ ناز

اے سرو ناز حسن کہ جاتا ہے ناز سے
ہو خوش نصیب ناز ازل میں ملی تھی چیت
اُس زلفِ عنبریں کی ہو ہو جس کو آرزو
ہر گونی رقیب سے ہونگے نہ کم حیار
پردانہ کب تھا سوز میں بے شمع اور یہاں
کیا نفع خون رونے کا بہر دم و شوکت
پاکر وقوف طوفِ حریم صنم سے دل
صوفی ہمارا ناشتہ توبہ کا کر گیا
جو شان و دست پہونچا سر خم پڑا تو ات

تیرے فدائے ناز ہیں کس کس نیاز سے
اُس سرو قد پہ قطع تھا ہو کے ناز سے
کہہ دو زبانِ خود رکھے سوز ساز سے
کُنن ہی کٹ کٹے بھلیں گے دندانِ گاز سے
بے شعرو ہی واسطہ سوز و گداز سے
بے طاق ابر و منع اُدھر ہم ناز سے
اب پھر چلا ہے قصدِ حریم حجاز سے
کل صبح دیکھ کر درِ میخانہ باز سے
حافط سے کہہ دی کیا لبِ غزلے راز سے؟

براہِ میکہ عشاقِ راست در تگ و تاز

یہ راہِ میکہ ہیں عاشقوں کی ہتے گ و تاز
میں کیا تباؤں کہ دیکھا در دن دل کیا سوز
غرض تھا تحسّہ عینِ ورنہ ایک سہر مَو
کبھی وہ شام میسر نہیں ہے طالع سے
جگائے ایک ہوئے امیدِ روزِ وصل اے دل

کہ ذوق و شوق سے حاجی رواں میں کئے حجاز؟
ان آنسوؤں سے ہی لو پوچھ میں نہیں خستار
بہالِ دولتِ محمود کو تھی زلفِ ایاز
کہ تجھ سے اپنی کسانِی کا میں کروں آغاز
بجائی ہیں تیر می زنجیرِ در شبانِ دراز

پھپھائے غنچہ رہے سحر کہاں گئی وہ نسیم
یہ موند موند دے دیدے جس نے لیکن
نہ جاؤں اب کسی عنوان چھوڑ کر در دست
ہو عشق حافظ اگر ماہ خیمہ آرا سا
ہمارے دل کی وہ دساز اور محسوس راز
آئید وصل میں پھر دیکھئے تو باز کے باز
صنم پرستی سے کعبہ پونج کے آؤں باز
بسان شیخ جو جلتا تو رکھنا عود سے ساز

بر نیاید از تمنائے لبست کا مہنوز

وئے اُن ہونٹوں کی حسرت میں نہا کامی ہنوز
دین پہلے دن ہی دیکھا زلف پر جاتا ہوا
کیا خطا کی! مومے سر کو کہہ دیا تنک خنق
اُس نے سہو آئے دیا نجات سے میرے نام میں
میری خلوت سے جھلک پھر اُس کی لینے آفتاب
جرعہ ایک پہ آتش گوں سے دے ساتی مجھے
دے کے جاں سوچا تھا ہو جائیگا دل آرام سے
شرحِ لعل لب رتم کی تب سے حافظ کا قلم
جن پہ ہم کرتے رہے ہیں دُر و آشامی ہنوز
دور برسوں عشق کی ہے نیک انجامی ہنوز
تیر بن کر چھج رہے ہیں تمکے اندامی ہنوز
لئے جاں پاتے ہیں اہل دل میں نامی ہنوز
سایہ ساں کرتا ہے بام و در میں عیش گامی ہنوز
پختہ کرے عشق کی باقی جو ہو خامی ہنوز
جان دیدی ہے وہی لیکن بے آرامی ہنوز
آبِ حواں کی ہو ریزش میں خوشگامی ہنوز

بیاؤ کشتی ما در قسط شراب انداز

اٹھا کے ناؤ مری و در قسط شراب پڑے
مجھے تو کشتی نے ہی میں ڈال دے ساتی
خراب دست ہوں تاہم وہ ایک نگہ ٹلے
چمکے وہ دُند اُچھل جن سے شیخ و شراب پڑے
وہ نقل ہو کر جو نیکی کرے در آب پڑے
اٹھے نظر بہ دلِ خستہ و خراب پڑے

اٹھا تو لائے گلرنگ مشکبوس کا صبح
 کہ جس کی آتش غیرت سے جل کتاب پڑے
 ہو آدھی رات کو درکار آفتاب تو نے
 زری سی دختر رز کی کینک نقاب پڑے
 نہ آٹھ کے لاش مری درختم شراب پڑے
 نہ دفن کروں مجھے دیکھنا عجزِ بزمیں
 کہ جو تجھ سے یہ حافظ ذرا بھی سزا ہی
 وہ کھ کے زلف میں بٹوے کہ پھر نقاب پڑے

خیز و در کا سہ زرا آبِ طربناک انداز

کا سہ زریں صنم آبِ طربناک پڑے
 اس سے پہلے کہ یہ سر ٹھیکرہ ہونا ک پڑے
 جا بایں گے کوئی شہر خوشاں کل، آج
 دُحوم سے گونج یہ نہ گنبدِ فَلَک پڑے
 سر و سر بنر قم تیرے ہی سر کی پس مرگ
 تیرا سایہ بھی پڑے میری جہاں ک پڑے
 تیرے کالوں کے جو کاٹے ہیں حلق میں اُن کے
 لبِ نوشیں کے ثنا خانہ کا تریاک پڑے
 اشکِ انسان کیا آنکھوں نے سن کر یہ شرط
 پاک ہو پہلے نظر تب وہ نظر پاک پڑے
 یارب ادراک ہے ز اہر کو تو بس عیبوں کا
 کوراہوں سے یہ آئینہ ادراک پڑے
 چشمِ آلودہ نظر کیا رُخ جاناں دیکھے
 اُس حسین پر تو نظر آئینہ سی پاک پڑے
 گل ہو حافظ تو پہن نکبت جاناں کی قبا
 یہ قبا درگزر قامتِ چالاک پڑے

دلِ ربودہ کو لی دشیتِ شور انگیز

اڑا کے گیا دل ایک شوخ شور انگیز
 وردغ وعدہ و قتال وضع درنگ آئینز
 فداے پیرہن پاکِ ماہِ رویاں ہو
 ہزار جامہ تقویٰ دے درختہ پرہیز
 فرشتہ اور محبت، یہ گشتگو کیا ہے!
 اُلٹ دو جام وہاں جو جگہ ہوا دم خیز

ہم اس سخن کے ہیں قائل جو بحث گراوے
فقیہ دستہ ہوں وہ پر کہ رسم فرمائے
نشا بھی رات جو آفت نے میکہ سے پس کہا؟
پیالہ بھر کے کفن میں بھی میرے رکھ دینا
میان عاشق و معشوق پر وہ ہے نہ حجاب
نہ وہ کلام جو ٹھنڈا ہی کر دے فقرہ تیز
سلیہ ہوں ہاتھ میں آفت کی کٹہہ دستاویز
رفعت سے راضی ہو دوست آفت سے کہ نہ گریز
لجھ میں دفع کر دوں گا میں ہولِ رٹا خیز
ہے تو ہی تیغ میں حافط حجاب اٹھ بر خیز

درا کہ در دل خستہ تو اں در آید باز

دل نجف میں تاب و توان پھر آئے
وہ آنکھ ہجر نے نوں دی کہ بابِ صل کھلے
رکھوں جو آئینہ دل کے آگے کچھ نہ دکھائے
بے زلف یا سپہ زنگ مصر دل پہ پڑی
نہ خوفِ دشت سے گھبر کے کھولے حرام
چمکتی بلبلِ خوش رنگِ خاطرِ حافط
پھر آئے اس تنِ مرد میں جان پھر آئے
تو نشاید اس میں بھی کھلنے کی جان پھر آئے
آلتِ پلٹ کے ترا ہی دھیان پھر آئے
کہ رومِ رخ سے لپٹ ہار مان پھر آئے
دینِ رخ رہ سے دلاور جو ان پھر آئے؟
اڑاتی، آ-تری نگہت پہ تان پھر آئے

روزِ عیش و طرب و عیدِ صیام ستِ امرو

روزِ عیش و طرب و عیدِ صیام آج کے دن
خانقاہ تھی کوئی نزاہد کو جسکے اور نہ تھی
بہل مت ہے کیوں زارِ دم صبحِ ہزار
مختب زندوں کو یہ تیری نصیحت بکو اس
کامِ دل چاہیے اور عیش سے کام آج کے دن
اُس کا بھی کنجِ خرابات مقام آج کے دن
کاروبار اُس کے ہیں سب گردِ بنِ نظام آج کے دن
نشاہدوں سے بھلا کیوں نہ ہو کام آج کے دن

اے عروسِ فلکی تُو نے مشرق سے نہ جوا نک
خلق رکھتی ہے سدا چشِ نظرِ حافظ کے
دیکھنا ہے مجھے وہ راہِ تمام آج کے دن
ہے مگر روئے نگارِ لبِ جام آج کے دن

زلفینِ یہ خمِ نجم اندر زلفِ باز

زلفیں وہ یہ، ایک سے ایک لگی پھر آج
دور از نظرِ بڑا رُخ نیلو کی چمک - یا
یعنی وہی شکل میں کٹھن اڑ گئی پھر آج
چشمک نہ خورشید سے کچھ بڑ گئی پھر آج
کیا کہتے اے بے بھی بہت چڑ گئی پھر آج
اس نختہ اختر کی تیش بڑھ گئی پھر آج
گدھی پر کہ پیشانی تک گر گئی پھر آج
ہر گشت میں گل اور شکر چھڑ گئی پھر آج
نذر اس نے نہ لی تہر بزر بڑ گئی پھر آج
کیا شے ہی، مگر اس کی نظر بڑ گئی پھر آج

صبا بمقدمِ گلِ روحِ بخشد باز

صبا بمقدمِ گلِ پرستور و روح نواز
نہ ہجرت ہو دل آزد وہ دیکھے بین ہم
کہاں ہے بیلِ خوش لہجہ آسنا آواز
نعم و نشاط، گل و خار اور زینبِ فرار
ہنوز مجھ سے کہاں ابرِ ابنِ تیر انداز
بنانا سینہ پر کینہ کو خونینہ راز
آسی کا دم بھرے جانہ چھوٹے سوز ساز
سنا نہ نوحہ مصائب کا اپنے دشمن کو
جلا دے چھوٹکے دل تو بھی نالہ است کرنا

ہزار دیر کے کھلے ہیں جمال پر تیرے
اٹھائے تو ہی کسی پر نظر نہ اڑو نہ مار
ہے فاش طرے کے ہاتھوں مری پریشانی
اچھبھ کیا کہ یہ ہمزگ مشک ہے عمار
غبارِ دل سے ہمارے جو چشم دشمن کو
رکھیں جو خاک پہ حافظ یہ سر بُرے نیاز

مستم از باد و شبانہ ہنوز

ہے چڑھی باد و شبانہ ہنوز
ساقی رونق فزائے خانہ ہنوز
چشم مست اُس کمانِ ابرو سے
تیر تارے بے برزخانہ ہنوز
زنگِ مجلسِ اُسی سدا پر ہے
لب پہ مطرب کے بھی ترانہ ہنوز
قتل کر کے بعثتہ پوچھنا پھر
عشق سے باز کسے گمانہ ہنوز؟
نازنین تیرے عشق سے بالند
سب ہوئے ننگ میں ہوانہ ہنوز
دورِ دریائے عشق کی ہے طلب
جاں پہ کھیلے کہ اے میاں ہنوز
حافظِ خستہ غرقِ یارِ ولے
یارِ حافظ سے برکرا نہ ہنوز

مستم غریب دیار و توئی غریب نواز

میں ایک غریب دیار اور تو غریب نواز
غریب و زار کی لازم ہے غور اور پرواز
تو جس کند سے چاہے اسیر و قید کرے
مگر یہ شرط ہے کبچو نہ پھر طرہ انداز
خیال ہی میں ترے دستِ آتیں چوے
کہ آستان کو تو پاتا، نہیں نیست نیاز
کچھ آج ہی سے نہیں سر بر آستان جا
ازل میں بھی نہ رہا تھا میں اس ادب باز
غم ایسی شام کا کیا صبح جس کے ساتھ لگی
کہ نیش و نوشن ہم میں تو امِ نشیب و فراز

جو خاک سے بھی زیادہ کرنے میں قبول
 درون سینہ کو مرسا لٹا ہے دل
 خیالِ قد بلند دیکھو اور دل سکیں
 فسانہ درو کا دشمن نیا نہیں یں لے

خسرم ہاں کر آ خاک پر ہو پا انداز
 یہ آگ کیا ہے کہ ہے سچ کو بھی ہن میں گدا
 یہ دست کوتاہ دور اور دو آتین باز
 آئل ہی سے ہی یہ حافظ اور شاہد باز

ہزار شکر کہ دیدم بکام خوشت باز

ہزار شکر کہ ڈھب پر ہے پھر وہ دست نواز
 مسافرانِ حقیقت غضب بلا کش میں
 رقیب کی نہ نظر مارے جیب کا نعم
 یہ کیا اٹھایا اے مشاطہ فضا فتنہ
 بایں سپاس کہ ہے شمع آنجن خود دوست
 تھپیڑے کھائے ہیں غم کے جو عشق میں مت چھو
 مراد تھی قد بالا کی تجھ سے سخت بلند
 ہے نیم بوسہ کو ارزاں دعا کے اہل نظر
 نہ کو بخی عشق میں کس دیس کیا حجاز و عراق

میں اُس سے اور وہ انہی مراد سے دما ساز
 نشیب دیکھ کے چھلکیں نہ چھلکیں شیں باز
 کرے نہ سینہ پر کینہ کو کوئی ہمارا
 سیاہ رنگ مسمت اور کی پر سر مد ناز
 بسان شمع اگر سوز ہو تو چاہتے ساز
 کریں گے اشک بیاں خود میں کیوں نہیں غماز
 نیم زلف کی تجھ سے دُعا تھی عمر دراز
 سہام مکر عدو تیرے جسم جال سے باز
 نوائے بانگ غزلماے حافظ شیراز

منم کہ دیدہ بدیدار دوست کردم باز

کھلا وہ دوست پر دیدہ باجوید باز
 غبارِ چہرہ نہ دھوئیں نیاز مند بلا

ہزار شکر ترا کار ساز بندہ نواز
 مراد دل کو ہو اکیر خاک کوئے نیاز

یہ ایک قطرہ کا اثنا صاحبِ نعمت !
 کہ نہ خونِ بگڑ سے وضو اگر عاشق
 نہ مسکاتِ طریقت سے پھیر نہ ایدل
 ہے پیارے سے بس عالمِ غازی میں
 نسیمِ پیٹ کی ہلکی سے کیا امید کہ جب
 اگر وہ سن ہے از عشق غیر مستغنی
 غزلِ سرائی ناہید ماند پڑ جائے
 رکھے گانچ کو بہتُ وزیر کی سی باز
 نہیں رستِ بفتوائی عشق اُس کی نہا
 کہ مردِ اہ نہیں دیکھتے نشیبِ فراز
 جز عشق کھیل نہ اس پھڑپھڑ کچھ محبت باز
 نہیں ہو سُرِ چینِ سا بھی استِ محرم باز
 یہ عشق باز بھی اس جہ سے نہ آیکا باز
 غزلِ سرائی ہو کہیں پر جو حافظِ شیراز

حالیِ خونیں دلاں کہ گوید باز

کون بولے جو خوں جہاں میں بہے
 تھا فلاطوں تو خمِ شینِ شراب
 لالہ ساں جوئے پھرے چنبیل
 چنگ کہا ہے بات پر دے کی
 کتنا اُس چشمِ تے پرست سے اُسر م
 ابھی دل کی کلی یہ کھل جائے
 گر دہیتِ احرامِ نعمِ حافظ
 خونِ جم کے عوض میں کون رہے
 رمزِ حکمتِ قلم سے کس کی بہے
 خوں سے منہ دھو کے سرِ حر دی ہے
 ناک چوٹی کٹے کہ پھر نہ کہے
 کہیں نرگس جو سر اٹھائے سگے
 لالہ گوں سے کی بونیسب انجے
 نہیں چلائے تم تو پھر کے رہے

اے صبا گر بگذری برِ سالِ و داریں

اے صبا پونچے اگر تو ساحلِ رودِ ارس
 بوسہ دے اُس سز میں کو اور تکیں کر نفس

منزلِ سلیٰ کہ ہر دم اُس پہ نازل صد سلام
محلِ جاناں کا پردہ چوم کر رکے رکے عرض
یکوش ہوں ایتیں وہاں مینوشیوں میں زعید
شکرِ تاں میں اڑائیں طویاں جب یہ مرے
دل تیرے دل سے بٹھائے جان ختم مست کو
پندناصح کو میں سمجھا منت کی سخنِ جہن ہمیش
عشق بازی۔ بازیِ طغیاں نہیں جو سر پہ کھیل
نامِ حافظ کا ادا کر دے زبانِ کلبِ دوست

ساربانوں کی صدائیں ہونگی اور بانگِ جس
جلِ بچھائیں ہجو میں اسے نہرِ باں فرما دے
آشنائے شب رواں یہاں سہرا پیرس
کیوں نہ چیرنی سے پیٹے اپنا سر مکیں گس
گو کہ ہتیاروں کو بھی قاتل نہ دیکھا اپنا بس
حضرتِ جہراں نے لیکن دو نصیحت دی کہ بس
گوئے الفت سر نہیں ہوگی بچو گانِ ہوس
اور کچھ بس حضرتِ شہ میں نہیں ہے ملتس

جانا ترا کہ گفت کہ احوالِ ما پیرس

جانا! کہا یہ کس نے کہ ہم کو بھلا نہ پوچھ؟
جملہ حقوقِ خدمت و اخلاصِ مہندگی
مخفی ہے اُس سے عالمِ وردیشیِ مطلقاً
ہے لطف بھی تو جزِ بڑے خلقِ کریم کا
کیا جانیں ہم سکندر و دارا کی داتاں
چاہے جو رازِ عشق سے روشن ضمیر ہو
گدڑوں میں خانقہ کے نہیں دولتِ مراد
مخزن میں کب طیبِ خرد کے تھا بابِ عشق
حافظِ بہار آئی مصلے لپیٹ دے

بیگانہ بن کے دردِ دل آشنائے پوچھ؟
رو کر دے بلکہ نام بھی میرا بھلا نہ پوچھ
جو یہ کہے فقیر کو حاجت ہی کیا نہ پوچھ
گزری جو گزری بخش دے اور جہرا نہ پوچھ
ہم سے بجز حکایتِ مہر و فغان پوچھ
سن شمع سے کہے گی نہ بادِ صہانہ پوچھ
ان غفلوں سے جانِ مری کی کیا نہ پوچھ
عادت بنائے درد کو اُس کی دوانہ پوچھ
کرے جو عیش کر سکے چون چہرا نہ پوچھ!

دام از رلف سیاہت گلہ چند انکہ میس

وہ گلے زلف یہ سے ہیں مری جاں کہ نہ پوچھ
دل و دیں دے نہ بھروسے پہ وفا کے کوئی
صرف ایک گھونٹ کی خاطر کہ مضر بھی تو نہیں
عافیت اور سلامت تھی تمنا میری
زائد اخیر اسی میں ہے چلا جا۔ بے محل
گنبد گردوں ہی کی جا تھا کچھ احوال کہے
کس پہ کھولی ہے رس زلف کی؟ بلا حافظ

اُس کے ہاتھوں کیا بے مہراں کہ نہ پوچھ
ہیں وہ اس کردہ سے ہم اپنے پشیاں کہ نہ پوچھ
کیا تاتے ہیں مجھے مردم ناداں کہ نہ پوچھ
پر وہ دھاتی ہے ستم نرگس نقاں کہ نہ پوچھ
چھین لیتی ہے دل و دین آساں کہ نہ پوچھ
وہ گزرتی ہے کہا۔ درخس چوکاں کہ نہ پوچھ
طلحہ قصہ ہے بہت، واسطہ قرآن کہ نہ پوچھ

در دختہ کشیدہ ام کہ میس

سرخ آفت اٹھائے ہیں کہ نہ پوچھ
درِ جاناں کی خاک بنے کو
تجھ بن اس کلبہ گدا کی میں
کچ کرچا کر کہا جو اُس نے خموش
اپنے کانوں دہن سے اُس کے رات
خاک دنیا کی چھان کر آخر

زہر کیا کیا پچائے ہیں کہ نہ پوچھ
کتنے دریا بہائے ہیں کہ نہ پوچھ
درو کیا کیا اٹھائے ہیں کہ نہ پوچھ
دل نے کیا کیا بجائے ہیں کہ نہ پوچھ
سُن کے دیکھ کچھ کہے ہیں کہ نہ پوچھ
دل ایک ایسے پہ لائے ہیں کہ نہ پوچھ

گرچہ حافظ غریب آفت ہیں

پزکماں ہم بھی آئے ہیں کہ نہ پوچھ!

در ضمیر مانہ می گنجہ بغیر از دوست کس

دوست کی دل میں ہے گنجائش نہ جائے غیر کس
 شمع ساں جاتا تھا وہ مخلوق پیش و پس
 تیغ بھی ہو داں چنور تو باز رہنا حیف ہے
 تھی کبھی دل میں ہوس سیر و تماشا کی مگر
 لوگ تو سایہ سے ڈرتے ہیں حس کے رات کو
 بھرے جل تھل شک کے کوچہ تک اس کے پھر یہ شک
 تیرے پائے لنگ کے بس کی نہیں حافظ یہ راہ
 دونوں عالم کے دشمن کچھ کو دیدے دوست بس
 شمع ساں کہہ دیجئے لیکن شمع کے کیا پیش و پس
 فک کی لذت ہی کچھ تو نے نہ جانی اسے گس
 تجھ کو دیکھے رہ گئی دیدار کی تیرے ہوس
 مجھ کو جانے سایہ اڑ جائے اگر دیکھے حس
 بہ نہ جائیں داں رقیبان سبک سہل خس
 باندہ کھوٹے سے نہ پاپے پھر کہیں لنگڑا فرس

ولا رفیق سفر بخت نیک اہت بس

رہے رفیق سفر بخت نیک خواہ تو بس
 سفر نہ منزل جاناں سے کر کہیں درویش
 نئے پیر میسکہ کے ساتھ بیٹھ کر پی لی
 پڑے نہ ہوئے میں انساں زیادہ کیا در کا
 دیا جو بے ہنروں کو جہاں نے کیا کچھ دیکھ
 غمِ غم کی چڑھائی ہو کرے دل پر
 ہوئے حب وطن، پاس دوستانِ قدیم
 نہ دو جہاں میں کسی کے کرم کا خوگر ہو
 نیم جنت شیراز زاد راہ تو بس
 ہو سیر معنوی اور گنجِ خانقاہ تو بس
 جہاں میں آنا ہی حاصل ہو عروج جاہ تو بس
 بھری ہوشیہ میں اور ایک پری ہوا تو بس
 کیا جو کسب ہنر کا بھی گناہ تو بس!
 حریمِ پیرنماں میں مے پناہ تو بس
 یہ میرے ہمسفروں سے ہوں غلہ رخوہ تو بس
 کرم ہو اس کا اور انعام بادشاہ تو بس

و غیفہ اور تجھے چاہئے ہی کیا حافظ
تہجد اور یہ تلاوت ہو صبح گاہ تو بس

گلزارِ رنگستانِ جہاں مارا بس

گلزار ایک وہ ہے باغ جہاں مارا بس
دور رکھ مجھ سے خدا۔ اہل ریا کی صورت
سیرِ عمر گزراں دیکھے لب جو کوئی
نقد بازار جہاں یہ ہو یہ آزاد جہاں؟
اور حسرت نہیں اس دل میں ہوتی میری؟
یار ہاتھ آئے تو حاجت کہ زیادہ چاہیں؟
در پہ رہنے لے مجھے یہ بھیج خدا نہ بہشت
حافظ انصاف نہیں مشربِ قیمت کا گلہ

سایہ سرورِ رواں پر ہی چمن و ارا بس
ان گراں جانوں کا ہو ظلِ اراں چار ارا بس
ہے اسی طرح رواں عمر کا بھی حصار بس
آپ کو سودا زریاں بہزریاں کا رار بس
دو جہاں سے ہو اگر نفع یہی سارا بس
تو غفل میں ہو تو ایک گنج گنہارا بس
ہے مجھے کون دم کاں سب یہ پیارا بس
طبع آب اور یہ رواں نظم کا نظار بس

اگر رفیقِ شفیقی درست پیاں باش

اگر رفیقِ شفیق اور درست پیاں ہو
جو آرزوئے ملاقاتِ خضر ہو جی میں
ہو شمعِ بزمِ تو اکینل اور ایک زبان بھی
نیکو زلفِ پریشاں سپرد باد نہ کہ
طریقِ خدمت و دستورِ بندگی بخدا
رموزِ عشق نہ ہر مرغِ خوشنوا گائے

حریتِ حجرہ و حمامِ دباغ و بتاں ہو
تو چھپ کے چشمِ سکندر سے آبِ حیاں ہو
خیالِ سوزشِ پروانہ سے نہ خنداں ہو
نہ کہہ کہ ہو دلِ غشاق گر پریشاں ہو
یہ ہے کہ چھوڑ کے سب کچھ بیادِ سلطان ہو
گلاب اُسی کا ہو جو طبلِ غزلِ خواں ہو

کمالِ سخن کہ بس دیکھنے کے لائق ہو کمالِ شوق کہ بس دُور سے نگہاں ہو
خوش حافط اور اتنا بھی آہِ نالہ نہ کر کہا تھا کس نے کہ دیکھ اُس کو اور حیراں ہو

اے ہمسکَل تو مطبوع بہتہ جائے تو خوش

اے ہر ایک سکل سے مطبوع ہر ایک جائے غمش
مثلِ گلِ برگِ تر ایک جسمِ لطیف و نازک
ایک گلستانِ خیالات ہیں وہ نقش و نگار
زیرِ چشم اُس کے جو تہنجا کرے پیار۔ بھلا
وصل کی راہ میں صد سبیل فنا ہوں حایل
دشتِ الفت میں فنا کا ہے خطر ہر جانب
دل ترے غم و شیریں کی ٹکڑ کھائے سے خوش
کیا ہی اس سر و سراپا پر نظر جائے سے خوش
ہے شام اپنا تری زلفِ من سائے سے خوش
جب بُرا حال ہو چہرہ وہ نظر آئے سے خوش
دل ہے رہ سکتا فقط خیال میں آجائے سے خوش
حافظ اُس میں ہی پڑے پھر نے سے کرائے غمش

بہ دُور لالہ قدح گیر و بے ریامی باش

بزمِ لالہ قدح گیر و بے ریامی باش
کمایہ کس نے کہ رہے پرت پرت پر سال
عطا کرے جو کوئی جامِ پیر بہرِ عشق
ہوس ہو جسم کی طرح سیر جام کی جی میں
پڑا ہی کرتی ہیں گنجائیاں زمانے میں
وفانہ دھونڈ کسی میں اگر نہیں مانے
نہ رام ہو جو حافط عدد کے سجدوں پر
ٹھک کے بونے گل و ہریم صبا بن جا
سہ ماہ باد وہ پی من بعد پار صبا بن جا
چڑھا کے قنطرِ رحمتِ خدا بن جا
تو یارِ ہریم جام جہاں نما بن جا
تو مثلِ بادِ بہار می گرہ کشا بن جا
تو خیر طالبِ سیرِ مرغِ دکیما بن جا
دلے حریفِ مے آشام بے ریامی باش

مردان من قرار و طاقت و ہوش

آزا۔ بے قرار و طاقت و ہوش
 ستم ایک شوح و چالاک و پریر و
 پکایا آتش سودا نے سینہ
 تن آسودہ ہو جیسے پیرہن میں
 لحد میں ٹہریاں گل جائیں لیکن
 دل و دیں بے گیا میرا دل و دیں
 و داتیری؟ و داتیری؟ بے حافظ

بے نگین دل ایک سیمیں بنا گوش
 جھا جھا ہوش ٹکرک تھا پوش
 شمال دیگ ہے ایک جوش پر ہوش
 قبا مانند آجا میری آغوش
 تری آفت نہیں ہوگی فراموش
 وہ چادر پوش، چادر پوش بردوش
 لب نوش و لب نوش و لب نوش

باغباں گر بہ جزوے صحبت گل با پیش

باغباں دو چار دن بس صحبت گل چاہیے
 پھنس کے دام زلف میں دل ہو نہ کوئی مضطر
 زلف و زرخ ایسے میسر تو نظر بازی حرام
 نرگس متانہ کی ہے ناز برداری ضرر
 رند عالم سوز کو کیا مصلحت بینی سے کام
 علم و تقویٰ پر بھروسہ کفر کیش خشت میں
 ساقیا گردش میں ساغر کی تھل کب تک
 کون حافظ؟ جو نہ ہو مینوش بے آواز چنگ

خارِ حیراں پر تجھے بھی صبرِ نبل چاہیے
 مرغِ دانا پھنس اگر جائے کھل چاہیے
 یا سمن ہی چاہیے پھر اور نہ نبل چاہیے
 اسے دل شوریدہ گردہ زلفِ نبل چاہیے
 کارِ ملکی کو تو تدبیر و مائل چاہیے
 ہو بہر مند جہاں تب بھی تو گل چاہیے
 دورِ جب عشاق تک پہنچے تسلسل چاہیے
 عاشق مسکین کو کیا شان و کھل چاہیے

بجہ و جہد چو کارے نمی و داز پیش

بجہ و جہد نہ دیکھی جہاں میں جاتی پیش
 بجھکائے سر نہ کبھی بہر تاج پوشی بھی
 کرے نہ دل کو پریشاں نہ آپ کو تحلیل
 ریائے زہد نے دل میں پھوپھے ڈال دیے
 چڑھالے جام کہ قدام آفرینش نے
 ریا حلال شماریں یہ جام بادہ حرام
 ہے دلہروں میں سر آمد تو کیا تعجب ہے
 دہان تنگ وہ دلخواہ جان حافط ہے

اُسی پہ چھوڑے سکام اپنے اسے درویش
 اگر ہو تر قفاحت سے کچھ خبر درویش
 رہے نہ شکل ترا زوہد ہمیشہ در کم و بیش
 قدح سے بھر کے کہ مرہم طلب اب لبش
 اؤ شکر دوز ہی میں بجھا رکھے ہیں نیش
 عجیب دین طریقت عجیب سریت نکیش
 اساس و ہر سے تھا اس کا نور فزون پیش
 پڑے نہ جان کے پیچھے دل محال اندیش

باز آئی و دل تنگ مرا منوں جان باش

آہیٹھ دل تنگ میں اور منوں جاں ہو
 اُس نے کے جو ہو نیکدہ عشق کا کھنہ
 خرقہ کو جلا ڈالے تو اسے عارف سالک
 لکھتے مجھے تو تیرے لئے دل نگراں ہو
 دل خون کیا محل رواں بخش کی خاطر
 دل پر کوئی داں بیٹھنے پائے نہ کدورت
 حافط ہو جن جام جہاں میں تیری مجھ جائے

مجھ سوختہ کا جسم اسرار نہاں ہو
 تھے ایک دوسا غم مجھے گرہ مضام ہو
 کہ سعی کہ سر حلقہ زندان جہاں ہو
 پہنچا ہی سمجھ مجھ کو بھی مست لنگراں ہو
 اقرار محبت پہ اب ایک فخر شاں ہو
 انکلوں کا بھی ریا عقب نامہ داں ہو
 منظر تیرا اگر آصف حبشید مکاں ہو

چو جامِ نعل تو نوشم کجا بماند ہوش

وہ چشمِ مست بھی گرویکھ لی تو ہوش نہ گوش؛
 فروخت کر دے جوئے میکد میں کوزہ نوش
 چمن میں مرغِ بہن کس طرح ہے خاموش
 تو یاد میں تری آتے نہیں ہیں طقت ہوش
 کہ بادہ آتش تیز اور یہ تھکان درجوش
 کہ یارِ نوش کہے بادہ ہم کیوں :- کر نوش
 بکو و خم بھی خرابا تیوں کے ڈھوئے ہوش
 کہا پکار کے :- حافظِ خموش رہو خموش؛

وہ جامِ نعل ہوں گرو نوش تو کہاں پھر ہوش
 یہ دل اسے چیرا اس سے تو گمراہ آزاد
 نہ کہنا پھر کچی :- خاموش! چپ بونا نہ کرا
 تاش میں تری جاتے اگر ہیں صبر و قرار
 شہرِ اب پختہ نہ خامان دل سیاہ کو دیں
 نہ ہوگی یہ تو نعیمِ جہاں میں بھی نعمت
 اس آرزو میں کہ ایک کوزہ میکدے سے ملے
 مجھے جو غلتِ سلطانِ عشق دینے لگے

خوش شیراز و وضعِ بینا شس

ٹپے اُس سے ہر آفت آنے والی
 ہیا ایک گھونٹِ عمرِ خضر پالی
 معطر جس کا ہر جھونکا شمالی
 تمام اس جا ہے اب ضلّہ کمالی
 نہ شیر نیوں سے تاختِ اٹھالی
 خبر دے کس طرح ہو طبع عالی؛
 تجھے یہ شیرازِ درخوںِ حلالی؛

وہ شیراز اور دھیس ہر ایک الی
 وہ آبِ رکنا بادے نوشِ اللہ
 وہ بادِ جعفر آباد وصلے؛
 کریں یہاں رہ کے کسبِ فیضِ قدسی
 لیا یہاں کس نے نامِ قند و مصری
 صبا اُس شمعِ تنگِ مست کی کچھ
 مجھے کرے حلال لے طفلِ شیریں

نہ ہوں انجی اب بیدار پار پ رہوں جو اس میں غیش خیالی
اگر دھڑکا تھا حافظ ہجر کا تو گھر میں کیوں صبل کی غفلت بیٹالی؟

در عہد بادشاہ خطابخش جرم پوش

خوش آمد بادشاہ خطابخش جرم پوش
صوفی نے چھوڑا صومعہ پکڑا ہے پائے خم
احوال شیخ وزابد و شرب الہود کا
تو اپنا آدمی ہے نہیں کوئی تجھ سے راز
ساتی بہار جاتی ہے اب بے بہائے نے
عشق اور مفلسی و جوانی و نوبہار
اے بادشاہ صورت و معنی کہ تیرا مثل
زندہ رہے جہاں میں یہاں تک کہ خرقہ دے
کب تک زبان شمع کی مانند رہے گی تیز
ایک غیب سے صدائیں گویا دل نے رات

مفتی قزاق کش ہے لقا فی پیالہ نوش!
دیکھا جو محتسب کو روانہ سب بدوش
پوچھا جو اس سے کہتا ہے کیا پیر می فروش
کہنے کی بات ہی نہیں ست پوچھا بادہ نوش
کچھ فکر کر کہ خم کی طرح اٹھ رہے ہیں جوش
سرد ہو کچھ تو غدر پذیر یا ہو عیب پوش
دیکھا کسا کسی نے نہ اب تک پنجم و گوش
بخت جواں کو تیرے فلک پر زندہ پوش
پردانہ مراد سے بل کر ہو بس خموش
حافظ تو بیٹھ صبر سے خم چھوڑ بادہ نوش

دلم رمیدہ شد و غافل من دروش

رمیدہ دل را دھراستیں بے خبر دروش
نہ شکل بید میں لرزوں اس اپنے ایمان پر
سراپتے مژدہ شوخ عافیت کش کو
جو اس تکار ہی سرگشتہ کو ہو آیا پیش
ہے دل دبوچے کہاں ابڑا ایک فرکیش
کہ اب نوش میں جھلکی ہیں جلی نوبک نیش

رواں ہو خونِ طبعیوں کی آستینوں سے
روانہ میکے گریاں دسر فگندہ ہوں
دلیر جگر چڑھتا ہے۔ جو صلہ دیکھو!
نہ عمر خضر رہے گی۔ نہ ملک اسکندر
جو بندہ ہو تو نہیں زیب بادشاہ کا گلہ
نہ پاسکے گا کمر اس کی ہر گدا حافظ

دُر احوں بھی کرینِ بختِ دل ریش
حقیر دیکھ کے پوچھی کو اپنی بیش از پیش
یہ سہ پہ لایگا کیا قطرہ حال اندیش
برائے حیفہ دنیا یہ کٹکٹش درویش؟
کہ شرطِ عشق نہیں ہو سکا یتیم و پیش
خزانہ دولت فارسی بھی تو چاہیے پیش

دش با من گفت پنہاں از دان نیر ہوش

شب کو بولا کان میں ایک از دان نیر ہوش
راہ آسانی کو کاموں میں بنانا رہنا
”اے ہودل آشنابو بھی نہ پائے راز کی
منع ہے مطلق حرمِ عشق میں گفت و شنید
دل لبالب ہو لو سے لب ہون خداں مثل جام
باندھے یہ بھی گرہ میں کھانہ کچھ ذیسا کا غم“
کہہ کے یہ ایک جام روشن وہ دیا خود چرخ پر
ساقیاے دے کہ زندی ہائے حافظ بخند

”دوست تجھ سے کیا رکھوں پنہاں میں راز میفر دوش“
سخت پیش آتی ہو دنیا ان سے جو ہیں سخت کوش
گوشِ ناخرم نہیں ہے جائے پیغام سر دوش
جملہ اعضا کو دہاں انسان بنائے چشم و گوش
نے ہونا سوروں سے سینہ منع ہے تب بھی خردوش
ہے یہ موتی سی نصیحت ہاں بنائے دُر گوش
رقص زہرہ نے کیا بربطا زناں بولی کہ نوش
خسرو صاحب قرآن جرمِ بخش عیب پوش

سحر زہا الفِ غلیم رسید مرده بگوش

سنی یہ کان نے میرے سحر صدائے شورش
ہے دُور شاہ شجاع بے دھڑکن میں میوش

ہزار طرح کے دل میں خیال لب خاموش
جو دیگ سینہ میں پکتے تھے ماتے تھے جوش
برسے پار ہیں اور چاکے نوشا نوش
امام شہر جو رہتا تھا جاننا بہ دوش
توفیق پر نہ ہونا اں کوئی نہ زہر فروش
جو قرب چاہے تو دل اور صفا نیت کوش
گدائے گوشہ نشین ہے حافظا خاموش

گیا زانہ کہ کترا کے جائیں اہل نظر
ہمایں دل کے وہ ڈنکے کی چوٹاں اہل
شراب خانگی کیوں خونِ مقلب سے نہیں
گھر اُس کو کا ندھے پرائے میں میکے سے حریف
جو مجھ سے چاہے دلائیں ہوں رہناے نجات
محل نور مجھ سے رائے اور شاہ
رموز مصلحت ملک بادشاہ جانیں

شراب تلخ می خواہم کہ مردانِ گلن بود زورش

کہ دم بھر چین لوں دنیا سے کچھ ہلکا ہو زور اُس کا
بھائے سطر بھ اُس کی گھوڑے سٹھوڑ اُس کا
کہ صحرا چھان مارا ہم نے بہرام اور نہ گور اُس کا
نہ کرا لالچ میں منہ کڑوا نہ چاکہ تیرے شور اُس کا
کرے ظاہر نرجس بینوں پہ گرتو طلب کو زور اُس کا
عدو افحی ہے اور کسے زمر دیدہ کو زور اُس کا
سیلماں جس کی دہشت عزیز دل تھا مور اُس کا
ہنسی آتی ہے حافظ دیکھ کر ٹھنڈا نہ زور اُس کا

شراب تلخ دے ساتی کہ مردانِ گلن ہو زور اُس کا
منگائیں بادہ ہاں غافل نہ بیٹھیں کمرِ دنیا سے
اٹھالیں جامِ جم، پھینکیں کنبہ صید بہرائی
نہیں ہے شہدِ راحت خوانِ چرخِ سفلیہ پر میں
تے روشن میں رانہ دہرائیں سچے کو دکھا دوں
شرابِ حل یوں پتیا ہوں میں جامِ زمر میں
نظرِ روشنی پر کس کس نے دجہ کسر شاں سمجھی؟
کماں ابرو دجھی ہے تیر چھوڑے اور نہ منہ موٹے

صوفی گلے پچنین مرقع بخارِ بخش

گچھینی کرے شیخ مرقع دے خار کو
پن کر دے زہرِ خشک سے خوشگوار کو

تبیخ و طیلان دے بے ویگسار کو
دے ڈال اُسے چمن میں نسیم بہار کو
خوں میں بخش چاہے زکھان یار کو
لاؤں تیغ سرور لب جو یسار کو
دکھلا دے عفو و رحمت پروردگار کو
ایک قطرہ اُس محیط سے اس خاکسار کو
کنا عطا ہو حافظ شب زندہ دار کو

پامال راک زنگوں طامات و زرق رُو
زہد گراں میں ساتی و شاہد نہ مُفت بھی
رہنِ سربِ اعلیٰ تھی اے میرِ عاشقاں
یارِ بگناہ معاف ہوں فصل بہار میں
صدقہ نگاہ بد سے حفاظت کا بخشد
اے وہ جو با مقصد دل کامراں ہوئے
ساتی صبحِ توش کرے شاہ تو جام زر

فکرِ بلبل ہمہ آنت کہ گلِ شاد یارش

گل ہو چل دینے میں اور نیر کے خار رہے
اچھا آقا وہ جو نوکر کا بھی غم خوار رہے
اُس کی کچھ مانگ نہ ہو کوڑی ہی درکار رہے
کیسے یہ شعر و غزل زیورِ منتزار رہے
خوش رہے جائے جہاں تیرا خدا یار رہے
ہوش سے اچھوڑ کے سرور نہ دہ یوار رہے
اک دو جام اور کہ سر پائے نہ دستار رہے
خاطرِ عشق ہے نازک، نہ کچھ انکار رہے
کیوں نہ در عینِ حرمِ ہشتم بیدار رہے
ناز پروردہ وصل آپ کا کیوں ار رہے؟

بلبل اس فکر میں بے چین کہ گلِ یار رہے
دلبرِ بانی یہ نہیں قتل ہی عاشق کو کرے
ہیں عجب کیا جگرِ بلبل میں نبیوں کی سوجھیں
کس سے بلبل نے سخن سیکھے کہ گل سے سیکھے
اے مسافر کہ جو صد فافلہ دل لے کے چلا
اسے مرے کوچہ مستوق سے جانے والو
ٹپڑھی ٹپڑھی میں نظر آتا ہے سرخوش صوفی
عافیت جو ہو نہ دل گرچہ بھلی لگتی ہو
دل جو ہو دوسرے نفس و ہوس سے خالی
حافظ ایک عمر رہا خگر دیدارِ تواب

کنار آب پائے شیطانی شجر پائے خوش

لب دریا ہو، مجنوں چھائے، عذوب طبع یار ایک
 سن اے دولت نصیب اور قدر ان فرصت ہستی
 شب صحبت غنیمت جان کرے داد عشرت کی
 کسی دل کو اگر دلبر کی خواہش طرز پر باری ہو
 یہ کیسی مے ہے یار بچشم ساقی کے پیالہ میں
 عذوب طبع کو زیور پہناؤں فکرت تازہ رکے
 یہ غفلت تا کجا حافظہ چلا آ اب بھی میخانے

قریں ایک دلبر شیریں ہوساتی گلزار ایک ہو
 سنے کر اور کیا چاہے جو ایسا روزگار ایک ہو
 بچھی ہو جاوہر تہاب رنگیں لالہ زار ایک ہو
 تو دے شکرانہ کیا اس سے بھی بہتر کار بار ایک ہو
 جو کرتی چمیر خانی عقل سے لاتی خار ایک ہو
 یہی شاید مقتدر میں لکھا میرے نگار ایک ہو
 وہ کرداں شمع تنگوں میں جولان تیرے کار ایک ہو

ما آرمودہ ایم دریں شہر سخت خویش

اس شہر میں تو دیکھ چکے اپنے بخت کو
 کانٹوں پہ لوٹیں نیش گن آہیں بھرا کریں
 کیا ہی بھلا لگا بچھے، بلبَل تھی نغمہ زن
 نغمہ یہ تھا کہ، صبرے دل، یا تو تند خو
 مارے فلک پہ موج گو سیلاب حادثہ
 چاہے جو سخت و سست بھال سے یہاں مفر

ڈالیں اب اور ہی کہیں لے جا کے رخت کو
 چھوٹے خود اپنی آگ تن لخت لخت کو
 گل گل کان کھولے سنا تھا کپڑے دخت کو
 اتنا جو تند خو ہے، دعا دے وہ بخت کو
 صاحب دل اس میں بیگنے تک دے رخت کو
 چھوڑے وہ عہد سست کو اور لفظ سخت کو

حافظہ دوام سخت جو دیتے کسی کا ساتھ
 جمشید بیٹھا ہوا دیے تکیہ تخت کو

مجمع خوبی و لطافت نثار پوشش

خوبیوں سے مہر روشن تو نثار اُس کے رہے
 طفل ہے شاہد لب مرا لائیں تو سہی
 چار دہ سالہ ہے ایک شوخ صنم یاد ہوا
 خود خبردار رہیں دل سے یہ ہتھکڑی دہ تو
 لب شیریں سے ہنر آتی رہی دودھ کی بو
 پاکے بُو اُس گل نو کی جو ہوا دل پتراں
 یار دلدار یونہی طلبِ نسکھ ہے تو سمجھ
 صدقے قرباں ہو یہ جاں - گردہ گراں دانہ در

اے خدا ہر وہ فابجی نہ کیوں یاد اُس کے رہے
 خون بھی کر دے تو کچھ فتنے نہ بار اُس کے رہے
 بدر سو جان سے صدقے و شمار اُس کے رہے
 نیک و بد جانے نہ کچھ جی میں پکار اُس کے رہے
 وہ تو دوشم سیہ خوں پہ سوار اُس کے رہے
 نہ پتہ بھی تو، ہی جس دن سے فرار اُس کے رہے
 جلد سر شکر شہ بن کے بکار اُس کے رہے
 صدفِ دینِ حافظ میں کما اُس کے رہے

مراکاریت مشکل بادل خویش

ہوئی کیسی یہ مشکل دل کو درپیش
 ہے یاد یار و جان زار شاہد
 رہے پس ماندگان کا پاس بھی یا
 پھر انجمنوں سا بھی در کوہ و صحرا
 لٹا اول ہی منہ دل پر ہمیشہ
 گئے ہیں ہاتھ سے کیا کیا مواقع
 نہ ہو حافظ پہ جولانی جفا کی
 کہ کہنے پائے مشکل بھی نہ درویش
 کہ کیا رہتی ہو رنگت بادلِ خویش
 اُڑاے جانہ محل بے پس و پیش
 سرِ رخ رہ نہ پایا از صفر بہ پیش
 نہ ساحل ہوتی دیکھی کشتیِ خویش
 نہ جاگا خواب سے نہ نختِ بدکش
 ترا وہ خاک رہ ہے خیر اندیش

ہاتھ از گوشہ میخانہ دوش

گوشہ میخانہ سے کل شب سروش
منفرت اس کی نہیں خالی ز نخل
پھینک عقل خام کو مے خانہ میں
عفو اس کا بڑھ کے ہو یا جرم خلق؟
وصل کی ضامن نہیں گو کوششیں
کان ہو اور حلقہ گیسوئے یار
داور دیں شاہ شجاع اس کے ہیں
مالک العرش اس کی پوری کمراد
ز مہی حافظ نہیں کچھ جرم سخت
بوناخشیں گے گنہ سب بادہ نوش
مردہ رحمت سنا تا ہے سروش
بادہ لعلیں سے لے آخوں میں شش
راز ہی کہنے لگا اے دل خموش!
جس قدر دل بن سکے ہو صل کوش
ہو دہن اور خاک کوئے میفروش
روح قدس و عقل کل حلقہ بگوش
چشم ہرے بھی بچا کر رکھ بہ ہوش
پیش عفو بادشاہ عیب پوش

یارب آل نوگل خداں کہ پیری کش

مجھ کو جو نوگل خداں تھا دیا خاقی من
دل بھی ہے ساتھ مرا جائے جہاں جاتا ہو
ہو گزیر منزل سلے میں اگر باد صبا
زلزلت بگلوں کی ہوا ہستہ صبا نافہ کشا
دل کو کچھ حق و فاضل و خط و خال پہن
دور جس نرم میں اس دور دہن پر ہو روا
تجھ کو سو نپاکہ برمی آنکھ نہ دکھیں دشمن
حفظ ارباب کرم میں بے جاں ہمہ تن
کہ سلام اس سے مرا میری پیامی تو بن
جائے ولہائے عزیزاں ہو نہ ہو بہنرن
وے نیم طرہ مشکیں میں مستن ز مسکن
سخت نعلہ ہے جسے یاد رہے کچھ تن من

جا پڑا کوئے وفا سے گودہ اب کو سوئے ر
 دل و صحت سب تو پڑھ فاتحہ منجائے میں
 جس کو سہا دے طالؔ اسکو نہیں خشن حلال
 شعر حافظ بھی بیت الغزل عرفان ہے
 وُد راس سے رہیں آفاقیہ زبانی و زمر
 آبِ پروہ ہو جو اس پانی کو پی کر ہو گمن
 سر پہ قدس میں ہو یا سوچئے یہ تباہ بہر
 واہ کیا نعمت و کائنات میں بھرے لطف سخن

از رقیب و لم نہ یافت خلاص

دل نے پایا رقیب سے نہ خلاص
 محبت توڑے خم میں اُس کا سر
 میرے مطرب نے جب الاپا کچھ
 کیسے موتی نکالے دریا سے
 عقل پہ تھرے عشق پارس ہے
 مصحفِ رخ میں پڑھے تو حافظ
 بیچ ہے اقصا لایکتب اقصا
 بنِ باطن و الجروح قصا
 نہرہ ساں مشتری بھی تھی رفا
 جب ملک ترک سر نہ دے خواص
 مے سے کندن بنانا اس کا خواص
 پہلے احمد بعدہ اخصا

نیت کس از کن نہ سرف تو خلاص

کس کو پھنس کر ہو از لغو کی کندوں سے خلاص
 جو بیسا بانِ فنا میں نہ فنا ہو عاشق
 پیش کی شمع صفت ہم نے اُسے جانِ بشوق
 تن اگر خاک ہو عشق میں کہنے اکسیر
 نہ ہوا دار بنے شمع کا پروا نہ کوئی
 خوں کے ناشتوں مسکینوں کے بیخوف قصا
 حرم دل میں اُسے کون کرے خاص اخصا
 تن بھی ایثار کیا اُس پہ بروے اخصا
 رانگ جب بن گئی سونا تو نہیں نام رخصا
 نہ بٹے بھی تو نہیں عشق کے خطروں سے خلاص

ناوک غمزہ نے رستم کو دکھایا نیچیا
عام کیا جانیں بہائے گہرِ بیش بہا
راست ابروئے کہاں نے کی کہاں وقاص
حافظا گو ہر یک دانہ کے قابل ہیں خواص

بیا کہ می شنوم بُوئے جاں ازاں عارض

تہا دیں تو نگلے کے رکھتا ہو بُوئے جاں عارض
بے قد کے آگے قدم و ناز پادِ رگل
جو حسن و لطف کا حوروں کے ہویاں وہ غلط
یہ مشک نافہ جبین نے بھی پایا گیوسے
وہ جسم دیکھ کے تن یا سمن کا شرمائے
جو ہیر رخ سے ہو خورشید چرخ غرقِ عرق
بے نظم و کس حافظیوں غرقِ اکجیات
ہمارے دل کا بتا ابے خود شاں عارض
ججل ہے دیکھ کے ایک ایک گلِ خفاں رض
وہ حسن و لطف دکھاتا ہو بے بیاں عارض
گلاب کی بھی ہنے خوشبو کا عطرداں عارض
کرائے الہ کو توخوں میں ہی ثناں عارض
تو زار دیکھ کے ہو ماہ آسماں عارض
کہ جیسے تیرا پسینے میں جان جاں عارض

حسن و جمال تو جہاں حملہ گرفتِ طولِ عرض

حسن و جمال سے ترے پر ہے جہاں کا طولِ عرض
تیرے ہی رخ سے آفتاب چوتھے طبق میں کاندور
دیکھنا تیرے حسن کا خلق پہ واجب اور ہوا
روحِ فزایہ لب ترے دیں گے نہ گلشنِ گلچے
شمسِ فلک ہے غرقِ شرم دیکھ کے تجھ کو ماہِ ارض
مثلِ زمین ہنستیں تیرا ہے زیرِ بارِ قسِ رض
سجدہ در بھی تو ترا بہرِ شہانِ ارضِ نرض
اس تن در و مند سے ہو نہ سکے کا دغِ مرض

بوسہ نقش پانچھے آئے کہاں سے اُس کا ہاتھ
قصہ شوقِ حافظ کون ہے جو کر گیا عرض

سوادید و من شذر آب حرم بیاض

سیاہی آنکھ کی اشکوں سے ہو گئی ہے بیاض
عجب کاٹ ہے مڑکاں کی آن جنوں میں خل
وہ دھوپ چھاؤں رخ و زلف نے دکھائی ہو
خانا نہ ہوا دھڑاؤ گلے گلا یں تمہیں
غزل بہ قافیہ ضا دغیر مکن تھی
کہاں تک اب مری جاں اور کس لئے اعراض؟
بریدہ جامہ تقوے ہے اُن سے جوں مقراض
اسی سے دیدہ مردم میں ہے سواد و بیاض
بھلا دو قصہ ماضی مٹھے مٹھے ماما ض
یہ مہربان ہے حافظ پہ مبداء فیاض

گردن دار یار من تا نبوت حسن خط

گردن دار یار جب حُسن نے لکھ دیا یہ خط
آبجیات سے عزیز ہونٹوں کی آرزو میں
خال سیاہ کو دیکھ تو عارضِ سیمزنگ پر
بال بکھیرے اور عرق پہونچا چمن میں خیر
گاہ اڑائے جان و دل اُسکی ہو میں نیک گرد
اپنی غلامی میں شہا کجھ کو اگر کرے قبول
نظم سے تیری حافظ آج آہ منہ چھپاے
اُس کو سمجھ کے آفتاب چاند نے راہ کی غلط
آنکھ سے بے کئے رواں آب جو ایک شالِ شط
نیک سیاہ سے ہے دیا عارض پہ ایک نقط
گل ہوا روزِ عرفراں، نیک گلاب سن قضا
آتش عشق آب میں گاہ رواں کی نیک بط
لکھ دوں میں خط بندگی کروں میں مہر و خط
عشق میں اُس کے شکر کس کے تھے اُس؟

ز چشم بد رخ خوب ترا خدا حافظ

ز چشم بد سے رخ خوب کا خدا حافظ
کی ہم سے اُس نے بکوی ہی اور کیا حافظ

تو مانگ بسہ جان بخش نھوں بہا حافط
جواب کے چھوٹے تو زندانی بلا حافط
لڑائی جھگڑہ ہی تجھ سے ہی کم کو کیا حافط
نہ چھو سکے گا اُسے دست ہر گدہا حافط
کہ جان آگئی جی اٹھا مر گیا حافط
ہے شعر تیرا فرح بخش و جانفز حافط

کیا ہو خون ترے دل کا صل بسب نے اگر
نہ زلف و خال تہاں میں پھسایو پھر دل
چل آ بصلح و صفا دوستی کا عہد کریں
کہاں تو اور کہاں دامن وصال اُس کا
عجیب پائی ہے لذت وصال جاناں میں
چل آ سنا غزل ایک خوب طرفہ و پرہیز

قسم بخت و جاہ جلال شاہ شجاع

کہ جاہ و مال کی خاطر نہیں کسی سے نزاع
نہ مانگنے میں دلیر اور نہ موجب اصرار
کہ بوسے خیر سے عاری ہوئے ہیں یہ اوضاع
وہی جو کل نہیں دیتا تھا ہم کو اذن سماع
ہیں ہم غلامِ مطیع اور تو خدا پوِ مطاع
پلید تجھ سے نہ آئندہ ہوں یہ گنج و قناع
ہائیں راگ میں سُر چھڑیں سُر و سماع

گو اہ خشت و جاہ و جلال شاہ شجاع
اگرچہ تشنہ ترے فیض جام کا ہوں دے
خدا کے واسطے خرقوں کو آبِ بے میں گنگا
تھرک رہا ہے وہ طبلے کی تھاپ پر دیکھو
نگاہِ مہرِ فقیروں پہ پانی یہ دولت !
چٹخ یہاں سے ادیب اپنا و غلطاق پہ
ستایا زہنے حافط کے یادہ گوئی سے

قسم بہ دولت گیتی فرد شاہ شجاع

نظر میں ہے مری مالِ جہاں حقیر سماع
علاوہ اس کے سب ایاب و فقرہ و سماع

گو اہ دولت گیتی فرد شاہ شجاع
صریحی اور حریفِ نگار کافی بس !

نہ سہرتے جائیں ہمے جاں کر تہی تجھ شمع
حریفہ پارہ ملا اسے رفیق تو بہ دواع
فقیر کے بھی سہیلے میں ہو قصہ شمع
نشان خاک و کبر پائے شاہ شمع

چلا ہے کے خرابات خالقِ اہ سے عشق
بڑھا دو در و دست پانہ سے مٹانہ چلے
اٹھا لاشیئہ کہ روشن ہو مشعلِ خورشید
کبھی نہ چھوٹے الہی جبینِ حافظ سے

بامداداں کہ ز خلوت کہ کاخ ابداع

شاہِ مشرق کی پڑے چار طرف اٹھ کے شمع
رنگِ عالم نظر آئے ہزار اں انواع
ارغنون ٹھیک کرے اپنا باہنگِ سماع
تمتہ جام لگائے کہ کدھر ہے متاع
ایسی چیزوں پہ نہیں کرتے سمجھ درازناع
کہ بہر حال یہی ٹھہرے بہینِ اوصناع
جامعِ علم و عمل جانِ جہاں شاہِ شمع
نفعِ مونیہ کہ خطا بخش ہے وہ اوزناع
اس سے بڑھ کر نہیں کچھ حافظِ دنیا میں شمع

صبح کھلتے ہی درِ خلوت کاخ ابداع
آئینہ جیبِ اُفق سے ہو کل کر رخاں
خود و طرب خانہ جمشیدِ فلک میں زہرہ
چنگ بنگار کے پوچھے کہ کہاں ہے نکر
طرہ دواتِ دنیا ہے پُر از مکرو فریب
دیکھ لی وضعِ جہاں ؛ ساغرِ عشرت کو سنبھال
نظرِ لطیف ازلِ روشنی چشمِ ازل
طالبِ زندگی شہ ہو اگر چاہتا ہے
مے پئے ساتھ مگر ایک صنمِ خداں کے

درو فائے عشق اور مشہور خوبانم چو شمع

شبِ بین کئے سر بازان درنداں میں بھی شمع
آب و آتش میں محبت کی ہوں نراں میں بھی شمع

ہوں دفامیں اُس کی ایک مشہورِ خوبان میں بھی شمع
اس کے غم نے موم کر ڈالا مرا کوہِ وقار

روزِ میراثِ بے حزنِ جمالِ راگر
 بھیجے وہ ہجر میں پروانہ وصل اب تو خیر
 کٹ ڈالی غم کی پینچی نے تحمل کی رسن
 خوابِ انِ خمد دستِ آنکھوں میں دن ہو نور نہ را
 چل سے اس ماہر کے ہوں کسی شب سرفراز
 صبح کی انہ نفس باقی رہا ہے مجھ میں ایک
 یہ کمیتِ اشک سیرا گر نہ ہوتا تیسرے
 آتشِ ہنس کی حافظہ سے ہوتی تھلہ دن

ہوں کمالِ خست میں درینِ نقصان میں بھی شمع
 ورنہ چنچوں گانہاں پر آہ سوزاں میں بھی شمع
 پھر اسی حالت میں گوں فرقت میں سوزاں میں بھی شمع
 اس کی بیماری میں گریاں میں بھی شمع
 اس کے جلوے سے منور پاؤں ایوان میں بھی شمع
 شگل دکھلا دے تو دور دل پہ یہ جاں میں بھی شمع
 فاش یوں ہونے نہ دیتا رازِ نہاں میں بھی شمع
 اشک سے کچھتی جو ہوتا جائے انساں میں بھی شمع

سحرِ چو بلبل بیدل دے شہیم بہارِ غ

گیا تھا بلبل بیدل کی طرح میں کل باغ
 نظر بڑی گل سوری کی مجھ کو داں صورت
 مگر تھا حن و جوانی پہ کس قدر مغرور
 داں تھے نرگس رعنا کی آنکھ سے آنسو
 کشیدہ تیغِ زباں سوسن اور وہ کھجے
 غرض صراحی لئے سے پرست تھا کوئی
 نشاط و عیش و جوانی کو بس عنایت جان

کیا جو اس نے وہی کرنے کو علاجِ دماغ
 اندھیری رات میں دشمن تھا گویا ایک چراغ
 ہزار گونہ تھے بل کے غم سے اس کو فراغ
 پڑے تھے لالہ حمر کے دل پہ باغِ پیرغ
 دو جا جوؤں کی طرح تھے متعلق بہارِ غ
 تو کوئی سیاقی مست ہاتھ میں اٹھائے یاغ
 تھا دیا نکھے حافظہ ادا کی شرطِ باغ

طالع اگر مدد کند و دش اور م بکف

اے وہ دن خدا کرے دامنِ یار ہو بکف
 کچھ کچھ کوں میں رہے نشاط کچھ کچھ لے وہ نہ شمر:

ہر جگہ یاس ہی ہوئی حسرتِ دل اگرچہ کی
 ہر بنانِ سنگِ دل ناز سے پاؤں کب تک
 اس خمِ ابرو سے کبھی آہ کشتِ دل نہ ہو
 میں نماز و متکلف، اُس پہ یہ طرفہ ماجرا
 ابرو کے یار کو غرض، میری غرض کی یار ہو
 زراہِ دل کو خبر ہی کیا، چہرہ سے پڑھ لے کھاتل
 صوفی شہرِ قہمہ شبِ مرے سے کھاتا ہے
 کون سے دل سے ہے پیوں شاہوں اور طبِ کرب
 حافظ اگر ہو گا مرنِ درہِ خاندانِ عشق

بادِ صبا نے شہرِ بھر کے جہاں میں ہر طرف
 بات نہ پوچھیں باپ کی ایسے کھوتِ ناخلف
 اے غلطِ امید پر سب عذرِ نیر کی کلف
 منجھے گھیرے چہ طرف گامین بجائیں خجکِ دف
 تیرکب اس کمان سے کس نے لگایا بربد
 مستِ ریاب تے تخب اپنی بجی لے یا رکھتے
 خوب دُرم دراز پر پھیرتا ہے سیہ کلف
 پنج میں دل ہو چارو شکرِ غم ہے صفتِ بھفت
 تیری رفیقِ راہ ہو ہمتِ خود شہِ بھفت

زبانِ خامہ نہ دارِ دسربیانِ فراق

زبانِ خامہ نہیں بیلِ بیانِ فراق
 خیالی گھوڑوں کے جھڑپ میں ہم کب تک
 امید وصل میں افسوسِ زندگی ہو اجیر
 قریب ہے کہ یہ اٹاؤ ڈوب ہی جا
 سرفلک پہنچی اُس سر کو دیجے فوجیت
 ہوائے وصل میں اب کن پر اُڑے دل
 فلک نے دیکھ کے دل کو اسیرِ جنہرِ عشق
 پناہ نہ پائی تو گردِ آبِ نعم میں لے پونچا

وگرنہ کھتا مفصل میں داستانِ فراق
 قرینِ محنت و اندوہ ہم غمانِ فراق
 بسرِ ہر عمر نہیں ہو بسرِ زبانِ فراق
 بھنوپیں شوق کے اے بحرِ بیکرانِ فراق
 جو بیکسی سے پڑا ہو براستانِ فراق
 کہ بال و پر تو ہوئے نذرِ آشیانِ فراق
 بٹی ہو صبر کی پچالی کو زبانِ فراق
 ہمارے صبر کی کشتی کو بادِ بانِ فراق

نہ کر سکیں گے کوئی دعویٰ و ممال کہ ہے
یہ تن کشیل تھا کا یہ دل ضائع سراق
فراق و ہجر الہی ہیں کس کے لئے تھے؟
سینا ہجر کا منہ! ابڑے خانان فراق
جو پائے شوق سے حافظا یہ راہ شرفی
نہ دست ہجر میں دیتا کوئی خانانِ اق

مبا و کس چمنِ حستہ بتلائے فراق

نہ مجھ غریب سا بھوکئی بتلائے فراق
تہامِ عمر سے ساتھ تھی بلائے فراق
غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگرداں
اُٹھائے محنتِ آیام و درِ بھلائے فراق
فراق ہاتھ اگر آئے خونِ کر ڈاؤں
دلاؤں آنکھوں سے جو کچھ ہنرِ بھلائے فراق
میں اس فراق کو ایسا فراق میں ڈاؤں
کہ روئِ غن کے انوسہ دیدہ ہائے فراق
فراق و ہجر کے غم سے مفر نہیں ایک دم
عوض ہمارے یارب توئے سہلے فراق
کہ ہر کو جائیے کیا کچھ کس سے غم کہیے
کماں سے داد لے کون سے ہلائے فراق؟
فسراق دیکھو یہ غم دیکھو اور مجھے دیکھو
بخا تھا مجھ کو مری ماں نے کیا بارے فراق
ہے عشقِ باغ تو حافظ ہے بلبلِ سحری
دن اور رات ہو ایک نفساں لائے فراق

مقامِ امن سے بنیش و رفیقِ شفیق

مقامِ امن و صوف اور ایک رفیقِ شفیق
اگر دامنِ میسر میں رہے تو فیق!
جہان و کارِ جہاں پنج و پنج ہی سب جان
ہزار بار سے کہ چکا ہوں میں تحقیق
پناہ کی جگہ ایک ڈھونڈو دمِ عنیت ہے
ہیں راہِ عمر میں پوشیدہ قاطعانِ طریق
جہ کوئی بندہ خدا کا جو ٹھیک راہ سمجھائے؟
نہ پونجی دوست تک سیکے کوئی راہِ طریق

بگمکے بادِ بطل اُس کے ہونٹ یعنی عقیق
ہوئیں سکی نہ کوئی اُس کی تھاہ کو فکرِ عمیق
پہ طفلِ دل کا جھلونا ہے یہ خیالِ و قیق
نمین خاتمِ چشم اپنا کندہ ہے بہ عقیق
محال اس کے تصور کی عقل سے تصدیق
ملاحظہ ہو کہ کس حد ہے یہ سری تخمیت!

فداے غمزہ ساقی ہزارِ دل جس دم
عجیب چادرِ خنداں میں پائی شیرِ نخی
اگرچہ سوئے میاں بھی ہے فہم سے بالا
غیتِ رنگِ ہمیشہ ہے اشک بھی اپنا
چلو بھی! تو بہ زاصل نگارِ دُخستِ جام
ہم سے کتنا کہ قایل ہی طبعِ حافظ کے!

اے دل ریش مرا بالِ بے حق نہک

پاسِ حق نہک! اب جاتا ہوں اللہِ ملک!
تیرا ہی تذکرہ خیر ہے سبجِ ملک
میر لکھوٹا کھراہ میں سونا ہوں تو میری نمک
شرط پوری ہوئی ان ہونٹوں کے دو دیکھے نزدیک
کچھ دہن کے متعلق نہ رہے خلق کو شک
میں نہیں وہ کہ گھیسے پھرے یہ دوزِ فلک
ہٹ رقیب ایک دو قدم ٹھیر پڑے دوسرے

دلِ زخمی کے ہوں پرہیز تو ہے حق نہک
تو ہی وہ گوہرِ کتاب ہے کہ قدوسیوں میں
تجھ کو پتائی میں کچھ شک ہو تو کس کتاب
مست ہے ہو کے دہلوسوں کا تھا وعدہ لیکن
کھول دے پستہ خنداں کہ برس جائے سکر
چرخ کا چرخا کر دس گز نہ چسے سب مراد
اپنے حافظ کے نہ کیوں پاسِ ایکدم ٹھیرے!

اے پیک پے نختہ چہ نامی فدیت لک

دیکھا تھا سا نولانہ کوئی ایسا بانہک
بوسہ دیں شہتِ پاک تو سری جھک کے بیک

نام اے نختہ پے ترا کیا ہے فدیت لک
زیبا ہے گلِ حسین ترے درپہل کے آئین

نظارہ و چشم سے تری صورت پہ مری
 آدم میں جن کا ترے ہوتا جو شائبہ
 صورت گراں ہیں یہ اگر چہ وہ دیکھ لیں
 کوٹھے پہ تیرا چہرہ ہوش تمام رات
 حافظ کی دوستی پہ نہیں تجھ کو گریختیں
 روشن و دل سے ترے دیدوں میں مریک
 رو جاتے مجھ پر نہ کہہ سکتے پھر ملک
 نقش نگار خانہ مٹا دالیں کر دیں حک
 روشن ہے آفتاب سا کوٹھا ہی یا فلک
 کندن ہے اس کو کچھ نہیں اندیشہ حک

اگر شراب خودی جرّہ فساں بر خاک

پئے شراب تو کچھ چھینک بھی لے حصّہ خاک
 چل آج اوجِ فلک پر بے شامیانہ مان
 نہ کھا درین پئے جا بہ شاہِ دودن و چنگ
 ہو دوزخی کہ ہستی کہ آدمی کہ ملک
 فون و خنزیر طرفہ ہوش کھوتے ہیں
 تم ہے تیرے ہی قدموں کی ناز پرور من
 براہِ میکدہ حافظ جہاں سے گزرا خوب
 جو نفع غیر کو ہونچے تو کیا گناہ میں پاک
 اجل کر اے گئی کل تجھ کو سیرتِ روناک
 ہے بیدارین ہی جاری جہاں میں تیغِ ہلاک
 ہر ایک کے دین میں بس کفر ہی تو ہوا ساک
 مباد تا بہ قیامت خراب طارم تاک
 چمٹ کے ان سے اٹھے میری روزِ خسرو خاں
 دعاے اہل دل اسکی حد میں مونس پاک

دو سینہ من نہاں شہ تم ناقصہ جاناں کلینک

کل شب ہونچ ہی میں گیا ناقصہ جاناں چپکے
 دیکھا نگارِ یار کو ایک تختِ زر پر جو خواب
 دو آنکھیاں کر کے دراز آہستہ تر آہستہ تر
 ہلکے قدم رکھتا ہوا آیا دریاں چپکے سے
 دل تھا نیبِ شوق سے لرزناں ترساں چپکے سے
 آخر ہٹا ہی تھا بڑے تاباں چپکے سے

اور ماہِ نوح پر چاگئی زلف پر نیا چپکے سے
سج نہ کہنی بات کرے راحتِ جاں چپکے سے
لے ہی ڈٹے آخر شکر از شکر تاں چپکے سے
بولاکہ پھٹک کو لچا کے رکھ دواں چپکے سے
بول اٹھا اور اہی گھر میں سوخا چپکے سے
سب کی کیفیت بیاگوں سے پنہاں چپکے سے

ایک نیم رگس کھول کر دی سرکش بنش خواہے
بھلا یا کون او بے ادب بولائیں یہ جزوِ بیا
ترساں تھے لب ہر خیز اصل لب لکھن بڑے
چاہی اجازت جانمن مچھوں لگا کر سینے سے
آخر لگا یا سینے سے جی بھر کے ایک دم پار کو
بولاکہ حافظ اٹھ کے جا در خدمت شاہچاں

ہزار دشمن اگر می کنند قصد ہلاک!

جو تُو ہو دوست نہیں کد دشمنوں سے پاک
نہیں تو ہجر سے کس دن نہیں ہی خوفِ ہلاک
تو لحظہ لحظہ کروں مثل گل گریباں پاک
ترے فراق میں اسل کو صبر ہو حاشاک
فَاتِ رَدْحٰی وَقَدْ حَاتَ اَنْ یُّکُوْنَ فِدَاک
تُو زہرِ دیدے یہ بہتر کہ دوسرا تر پاک
بقدرِ فہم ہی کر سکتا ہے ہر ایک اور اک
نہ کہساؤں کئے چاہے جس قدر فراق
رکھے ہ عاجزی اُس در پہ سر بڑے خاک

کریں جو کرتے ہیں دشمن ہزار قصدِ ہلاک
یہاں تو زندہ رکھے ہے امیدِ وصلِ تری
جو دم بدم تری خوشبو مجھے ننگھائے صبا
ترے خیال میں آنکھوں کو خواب ہو ہی ہو
بِضْرَابِ سِیْفَکَ قَتَلِ حَیَاتِنَا اَبَدًا
جو شیرازہ خم ہے کب ہے وہ اور کامِ رام
تو جیسا ہے تجھے کون آنکھ دیکھ سکتی ہے
نہ ہچکچاؤں ذرا کھاؤں منہ پہ ہی تلوار
نگاہِ خلق میں حافظ عزیز ہو اُس وقت

اگر کہوئے تو باشد مرا مجال وصول

تو کون دولتِ دیدار کی ہے شکلِ حصول؟

نہیں ہے کوچہ میں اُس کے اگر مجالِ وصول

خواب گر نہیں مجھ کو وہ گر کس کجول
 ہوا ہے زنگب خرد سے ہمیشہ کو مصقول
 مٹا کہ تیغ غم یار کا بنے مقبول
 کہ طاعتیں بھی تو میری نہیں ہیں مقبول؟
 کسی جہت سے بھی رکھا نہیں حُج و دخول
 کہ کس قدر کا غم روزگار سے ہے ملول
 پس میرے دل تنگ ہیں کنی جائے نزول
 روزِ عشق نہ کر فاش پیشِ اہل عقول!

قرارے گئیں میرا وہ سنبھل سکیں
 عجیب آئینہ دل پہ پھیری حقیقتِ عشق
 دلِ سکتہ حقیقت میں زندگی پائے
 وہ مجھ سے کونسا اے جانِ دل قصور ہوا
 ترے غل میں یہ درویش بے زر و بے پر
 کہدھر کو جائے؟ کرے کیا یہ حال کس سے کہے؟
 خواب تر تیرے غم نے نہ پائی اور جگہ
 خموش حافظ و دم سانسِ دروغِ عشق میں

اے بڑھ دلم را تو بیسکل و شمایل

اب کیوں نہ کشیدہ ہو جاں کچھ پہ ہوا
 کیا تجھ سے کہوں کیا یہ دکھاتا ہوں مراد
 اچھا نہیں یہ معنی نازک سنیں جاہل
 کیونکر ہو مگر چار دہم تیرے مقابل
 ہوں نقدِ سامی تو نہ پہنچ اُس پہ محصل
 دامن سے لگا اُس کے نہ اب اوروں میں کل

دل ہے ہی لیا تو نے دکھا سکل و شمایل
 آہیں کبھی کبھیں کبھی سینے سے ترا تیر
 پوشیدہ رقیبوں سے رکھو نصفِ لبِ لعل
 ہر روز ترا حسن گئے دن سے فزوں تر
 دل ہے چکا لے جاں بھی نہ کر غم کو مسلط
 حافظِ حرمِ عشق کے اندر ہے قدم اب

اے رخت چوں خلد و لعلِ سیل

سیلِ ایسی کہ جان و دل سیل!

رُخ ترے جنت پہں اب ہیں سیل

پا پر اوروں کا گردِ سبیل
 مجھ سے افتادہ ہزاروں قبتیل
 ہو کر مے سے تیرے گلزارِ حلیل
 کیا حال اُس کا نہیں بے حد جمیل
 ہاتھ کوتاہ اور اونچا نارِ جیل
 بکرِ معنی کی یہ صورت بے عدل !
 شمس کی خود شمس ہے اور کیا دلیل
 لایا ہاروت ان کو یا خود جبریل
 کب بندہ ہاتھ کوئی گوہرِ یس قیل
 چو نٹی جیسے ہوزیرِ پائے پیل

سبر و شان خطِ اُس لب کے ہیں گرد
 کونے کونے پر ہیں تیرے حیرتِ م
 آگ یا رب یہ جو میرے دل میں ہے
 دوستو! کس طرح ہو قدِ مجال ؟
 پائے نگ اور عشق کی منزلِ کھٹن
 آفریں نقاش کے مئے قلم
 حن ان اشار کا کیا ہو بیاں
 معجزہ ہیں شعریا سحرِ مبین
 کہہ سکا تھا کون اس خوبی کے شعر
 تجھ پر حافظ پنجرِ دستِ نگار

بعد گلِ شدم از تو بہ شرابِ نخل

کرے کسی کو نہ یوں فعلِ ناصوابِ نخل
 نہیں ہوتا ہڈ ساقی کے تو حسابِ نخل
 کہ دیکھتے تھے کھڑے تیراں اب نخل
 میں تیری وجہ نہیں بیشِ آفتابِ نخل
 نہ ہوتی بن کے بھلا چشمِ پر عتابِ نخل
 نہ ہوں ال سے حشرِ دونِ حجِ نخل
 نہیں تے لبِ علیل سے گزرتا شرابِ نخل

کیا ہمارے ہی تو بہ شرابِ نخل
 صلاح کیا ہو مری؟ جامِ مے یہ تبت
 وہ خونِ شب کو بہا تجھ سے اے سرِ چشم
 ہو آفتاب بھی خوب تر تو شکرِ خدا
 بجا ہے نرگسِ تاناہ سرنگوں ہے اگر
 نہ پوچھے کاش گنہ وہ مزیدِ رحمت
 یہ جامِ زہر سا کیا زیرِ لب ہو خندِ زہا

نہ عمر بھر کبھی اس در سے میں نے نیک پھیرا
اس آستان سے نہیں نکلے گا جنابِ نخل
ہے آج خضرِ عظمت میں، اس لئے کہ اُسے
کرے سخن کی نہ حافظہ کے آفتابِ نخل

بکن تو جو رکہ کر دم، جان و دیدہ قبول

کئے با جو رنجھے بھی ہے جانِ دل سے قبول
نہ قبلہ جس نے کیا تیری ابروؤں کی طرف
کشیدہ خنجر کیں، پھر ہے دیدہ و قتال
ہزار آیتِ رحمت عیاں ہیں چہرہ سے
وہ جس نے دیکھ لی ایک بار صورتِ زیبا
طلب جو بوسہ کیا اعلیٰ ب سے کیا کہتے !
ولایتِ دل حافظہ پہ عشق قابض ہے
نہ بہت اس کے کہ ہر دم ہے تو مجھ سے ملول
نہیں ہو جانبِ کعبہ نماز اُس کی تسہول
خوشا شہید جو ہو اُس کے ہاتھ سے مقول
وے چہرہ سو د کریں گے نہ بندہ پر ہی نزل
خطا ہے ہو جو کسی اور خیال میں مشغول
جھڑک کے بولا کہ لبِا ہویاں سے نامتول !
خراج ہے غم جاں اور دردِ دل محسول !

خوشخبر باش اے نیم شمال

آگے مژدہ دے اے نیم شمال
ماہِ سلیم و من بدایِ سلیم
بزم کو دیکھئے تو خالی پڑی
عَفَا الدَّاءَ اَمَّا بَعْدُ عَانِيَةً
کہ کہ نزدیک ہے زبانِ وصال
ہمیں جیو اُن کا کیفِ احوال
خم و جام و سب وہیں الا مال
ما رڈ الیں گے شہرِ دانِ خیال
نقصہ عشق کا انفسام لہا
وَصَمَتَ هُنَا سَانُ مَحَال

کیوں ملائے نظر ہمارا ترک
اُس کی عظمت تو دلچیز اور جلال!
فی جمال الکمال قلت منی
مصرف اللہ نساۃ عین کمال
یا بنو یمن! اچھے حماک اللہ
مر جاہم جہا اعال تعال
عشق میں حافظا یہ چپ کت کنا
نالہ زبیا ہے عاشقوں کو نکال

دارائے جہاں نصرت میں خسرو کمال

دارائے جہاں نصرت میں خسرو کمال
یہ بجائے نظر ملک عالم و عادل
اسلام کی دیوار پناہ میں کیا پیدا
خلقت کی حمیت نے تری روزِ نزل
ہو خال یہ پرستے خورشید کو حسرت
افس کہ میں کیوں نہیں وہ بندہ قبل
روزِ ازل ایک بوند سیاہی رخِ مسر پر
ٹپکی ترے خامہ سے پے حلِ مائل
مجلسِ تری حیرت بھی ہو تھیں سماع میں
فٹے نہ یہ دوار کبھی ایم ہے شل
مینوش و جہان بخش اکندہ تری ہی ہو
بذواہ کی گردن گٹھی در طوق و سلاسل
خود و دہر فلکِ دل کے ہے خطِ صحیح پر
خوش باش کہ ظالم کوئی پیچھے گاہ منزل
واجب ہوئی تعظیم تری جانِ خرد پر
سب کو ن مکان پڑتے اظہارِ شل
حافظ قلم شاد سے دہری کی ہو تقسیم
انکارِ سعادت کو سمجھ خطرہ باطل

رہرواں راعش بس باشد دلیل

عشق کی کافی ہے تدیل و دلیل
اشک کی رہ میں ہو رہگیر و سبیل
خاک لائے آنکھ میں طوفانِ اشک
وہ جو کشتی راں ہو ہر خونِ قتیل

نیک نامی پر نہیں کچھ احتیاس
بے مے و مطرب نہ جنت میں ہمارا
گر مئی حُسنِ تہاں میں مت مجلس
یارِ سوم پیل ہاں سیکھ لے
فرض کر لے راہِ مقصدِ گم ہوئی
وے نہ ان آنکھوں کو میلِ عاشقی
عز و مال شاہِ عالم برقرار
باتِ مطلب کی کوئی حافظِ بتا
ور نہ بے حاصل ہو یہ سب قالِ قیل

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمانِ گل

ساقی پلائے بادہ کہ پھر ہے زمانِ گل
کمرِ چشمِ خار کو رہ یک باغِ غنایب
تو ملے کہ ٹوٹی ہی ہے تو بہ میانِ گل
آیاتِ خوش دلی ہیں کھلی بر زبانِ گل
گل آچکا چمن میں خزاں کا ہی دار ہو
حافظ وصالِ گل کے لئے بلبُلوں کیلک
چل کر بسا چمن میں کوئی آشیانِ گل
یارِ دے دوسرے ہو اور بوستانِ گل
ہونا نثارِ خاک رہ باغبانِ گل

مرادِ لیت پریشانِ بستِ غمِ پامال

عجب دل ہے پریشانِ بستِ غمِ پامال
شکستہ خاطر و دل تنگ مثلِ حلقہٴ میسم
پھر اُس پر طرہ نہیں کوئی واقفِ احوال
بخارِ سیدہ و قامتِ خمیدہ صورتِ دال

ہے جس کے سوز سے گردِ فُوں میں مالہ نال
 ہوا جوابِ غمِ ایام سے ہے جھک کر دال
 بنایا خاک کہ ہو جاؤں راہ میں پامال
 تنگنچے میں ہے کھنچا دہر پُر جفا کے غوال
 نقابِ فاقہ کیلئے پہرے سے مہ و سال
 کہ نام کو نہیں پاس ایک ذرہ مال و نال
 کسی طرح نہیں خلقت سے منجھ کو وجہ سوال
 اڑے تو کس طرح بیچارہ مرغِ بلے پر وبال؟
 مثالِ شہنہ ہے درکارِ جُرمِ آبِ زلال
 ہے ایک تصورِ باطل ہی ایک خیالِ محال
 جہاں میں کون ہو اب جو کرے نہ تو سوال؟
 کہ آج منع احسان و وجود و بحرِ نوال
 جہاں میں تھی نہ ہے جس کی کوئی نظیر مثال
 ندیم و ہونس واحد وہی ہے درہمِ حال
 گزر کے قبر پر اُس کی یہ خون کرے حلال!

غموں نے بٹ کے تن زباں کو کیا ہتھی
 کفیدہ مثلِ اصفِ قدر تھا میرا تا آخر
 جلا کے آبرو کی خاک آتشِ غم نے
 ہے سراپا سیر کند اور دست و پا در بند
 نصیبِ غم، تم وجودِ چرخ سے شب و روز
 وطن سے دور، غریبی میں اس قدر مغل
 غریبِ مغل ایک ایسے دیار میں کہ جہاں
 وطن کو اپنے چلا جاؤں یہ بھی ناممکن
 ہوں کہ مغلی سے نہیں ہوں طالبِ زہ
 سوائے جو رجوا اس جہاں سے کچھ امید
 غرض کہ رات کو پوچھا یہ عقل سے میں نے
 عروسِ طبع مگا بولی جس لہرِ دل سے
 بنابِ آصفِ دُورِ جلالِ دنیا و دیں
 قسم اسی کے چرن کی کہ غم کے ماروں کا
 تشکیلِ شوق ہو احاطہِ غریبِ تبرا

شمتِ روح و دادِ و سمتِ برقِ صال

چلے تو جانِ دوں خوشبو پہ تیری بادِ شمال
 کہاں ہے صبرِ جمیل اب ہو اشتیاقِ جمال

شمتِ روح و دادِ و سمتِ برقِ صال
 احاد یا لجمال الحبيب كف و انزل

سُکھا میتھ سب چھراں کو ترک کرے دل
ہو یا رہے سب صلیح اور عفو بھی چاہے
چل آ کہ آنکھ کے پردوں میں تیری راحت
وہاں تنگ کے دل میں مرے تصور ہیں
لال مصلحتی تھا مرا مال اس سے
ہزار شک کہ جلوہ نما ہے روز وصال
تو بھول جائے پہنچا رقیب سے جو لال
سجائے پھولوں کی بجیں ہو کار کاو خیال
نہ ہو گا مجھ سا بھی یہاں۔ درپے خیال محال
وگر نہ جان سے اپنی جو اسے کس کو مال؟

ہر نکتہ کہ گفتم در وصف آں شمایل

کھوے جو نکتہ نکتہ میں نے ترے شمایل
دلبر جو اپنا یا ر ایک عاشق کش ایک لگا ایک
کتا ہے رحم ہو گا اس جان ناتواں پر
سولی پہ چڑھ کے منصور اچھا بیاں کرے لگا
اے آہ! اپنے در پر دیگانہ بار دلبر
آنکھوں نے گواٹھائے طوفان روح اکثر
منت آنکھوں ہی اکثر ایک عین گوشہ گیری
تحصیل علم آساں جانی تھی اول اول
یہ دست پاک حافظ تو نید بہ نظر ہے
جس نے سنے پکارا بشد در قایل!
مرفیۃ السجایا محوۃ المصائل
ہو گی نہ جان جس دن خود در میانہ حایل
ممبر پہ شاخھی کیا بولیں گے یہ سایل
گو ہر طرف سے پیدا اس کے کردوں وسایل
پر بوج دل سے نقشہ تیرا ہوا نہ زایل
مستانہ دار گاہے دل ابرؤں پہ مایل
جی کو جلا کے آخر ہاتھ آئے یہ فضائل
ہونے دے اس کو اپنی گردن میں تو حایل

آنکھ پا مال جفا کرد چو خاک را ہم

ٹھو کر دوں میں تو بنا سر نہ و خاک راہ ہوں
پاؤں بھی کر دوں عفو و کرم بھی چاہوں؟

جا کر مستفرد بندہ دولت خواہ ہوں
 کسی جھوٹے میں ہوا کے نہ فنا نگاہ ہوں
 جنبشِ آب سے بہن چھونکے گلِ دانش ہوں
 مت جھٹک دیکھو کہ از دستِ طلبِ تاہ ہوں
 کہ ترے حسن سے اُس آئینہ میں آگاہ ہوں
 ٹھاٹھ تو بھی تو مرے دیکھ وہاں میں کیا ہوں
 باہم بادشہی بندہ تو راں شاہ ہوں!
 دامنِ حسنِ پکڑ لوں کہیں میں شعلہ ہوں!

کر سوں جو رہے کچھ یہ ممکن ہی نہیں
 فرتہ خاکِ ساخوشِ تیری گلی میں ہوں پڑا
 شمعِ قد پر تری لڑاں ہو دلِ شعلہ صفت
 خمِ گیسوت ہے وابستہ تنائے دراز
 پیرے دیوانے ایک جامِ جہاں میں ہر صبح
 چل درامیکِ چھ رہائیس کے ہمراہ
 لطف کی بات کہی خسروِ خاور نے سحر
 نشہ میں چور ہے ہمراہ سے حافظ کو مباد

اگر یہ خمیرِ دازِ دسم کہ با دلہ از شبنم

نہن سے اُس کے میکش ہوں ارم میں کس گلچیں ہوں
 چکھائے لب لائے ساتی لبوں پر جان شیریں ہوں
 رہوں ایک میں ہی بدقتِ نرمان میں ہوں ان میں ہوں
 پریشاں کے ہی دن بھر دکھتا خوش خوابِ بگیں ہوں
 پہ بھولیں خدمتیں میری کہ خدمتِ گارِ دیرین ہوں
 تندر و طر فہ پکڑوں میں ہی وہ چالاک شاہ ہوں
 غلامِ صفتِ دوراں جلالِ الحق والدین ہوں!

جو ہاتھ آجائے اور کیا کہیں بایا رسی میں ہوں
 شرابِ تلخ وہ صوفی نکلن کیا مجھ کو ڈھائے گی
 شکرب طوطیوں کو دیں انے آنکھیں بے پرستوں کو
 نہ دل کھو بیٹھوں سچ، کرتا ہوں توں چاند سے باتیں
 کرے گر خاکِ رومی باؤ بخششِ فیضِ باراں ہو
 نہ کیوں ہر نظم ہر شاعر کی سب کے دل پسند آئے؟
 وفا داری و حق گوئی نہیں ہر ایک کا شیوہ

آنکہ از فکر تو دشا نہ کردست، مہم

جس نے غمخا نہ نہ آباہ کیا۔ میں ہی تو ہوں

جس نے کچھ تجھ سے دشا دیا میں ہی تو ہوں

جس نے جیلے ستم و جور محبت و احسان
سرمزہ انوہی رہا یاد میں تیری جو دام
تھامیں ایک ساختہ پیرمغاں مرشدِ نطق
طرح و بنیاد کئے لوگوں نے کیا کیا نہ سماں
دار دی جان تو شیریں دہنوں پر جس نے
مثل حافظ جو رہا بند بلا میں شب و روز
نہ کبھی نالہ و فریاد کیا میں ہی تو ہوں
بھول کر اور نہ کچھ یاد کیا میں ہی تو ہوں
جس نے خودت نہ کچھ آزاد کیا میں ہی تو ہوں
جس نے کچھ طرح نہ بنیاد کیا میں ہی تو ہوں
خود کو مشہور نہ فراد کیا میں ہی تو ہوں
نہ کبھی غم سے دل آزاد کیا میں ہی تو ہوں

ایں چہ شوریت کہ در دور قمری بسیم

شور کیا یہ ہوا دور قمر دیکھتے ہیں
آرزو دل کی تو یہ آج سے کل ہو بہتر
احقوں کے لئے ہیں قند و گلاب شربت
زیرِ پالاں ہیں لگی پیٹ ہیں گھوٹے عربی
لڑکیاں ڈوبد و ماؤں سے گھروں میں باہر
رحم بھائی میں نہیں دیکھتا بھائی ہرگز
جاؤ نیکی کرو حافظ کی نصیحت مانو!
سائے آفاق میں ایک تلمہ و شمر دیکھتے ہیں
کیا قیامت ہو کہ کل سے بھی تیر دیکھتے ہیں
پیتے دانا ہی کو بس خون جگر دیکھتے ہیں
گردن خرمیں پڑی تھیل زر دیکھتے ہیں
جو پسر ہے اسے بدخواہ پدر دیکھتے ہیں
کچھ پدر کو نہیں شفقت یہ پسر دیکھتے ہیں
اس نصیحت میں بھرے لعل گھر دیکھتے ہیں

از غم خویش چہاں شیفتہ کردی بازم

پھر نہ آیا مجھے آشفۂ غم کرنے سے باز
جو مرے نالہ و شکیرے واقف ہو جائے
یاد باقی ہے تری ہوش تو سب ہیں پرواز
روز روشن کی طرح جان لے میرے سباز

نخل پہچانی پڑے تجھ کو نہ میری آواز
خلق تو جانے ہی بیٹھی ہو مجھے شاہد باز
دور کر پاس قسم ہے مجھے خود سوز سے سزا
خونِ نشانجھے لہ کر دے مجھے قتلِ بہانہ
تیرے گھر پر ہی شبِ دروز کروں گا پُر باز
رنج دکھائے صفتِ خوب ہی ہے سو گدا

خط میں لکھا ہو کہ بلکہ حال ہو کیا؟ حال ہے
میں بھی اب بیچے کے ہلاؤں رنجِ خوب دل
نہ جٹانے کی مرے کٹائی ہو کر تو نے قسم
کس قدر ناز ترا دل کو پسندیدہ ہے
جسم سے ہو کے رہا بھی ترے کو چہ کی قسم
جان پر واز صفتِ گر نہ ثنائے حافظ

برخیز ماطرِ تکلف را کہنیم

یہیں ٹکے کو ٹھاٹھ فقیر سی کے کیا کریں
ہم بیٹھے اپنے صبر کی چادر سیا کریں
شکل ہے پھر کر چھوڑ دیں امن را کریں
نمکن ہے بخش بھی دے اگر کچھ خطا کریں
بہتر ناز سے جو دکھا کر ادا کریں
بولا کہ صبر ہو تو ثمر بھی عطا کریں
اس رنجِ روزہ عمر میں ہم ہی وفا کریں

کب تک یہ راہ و رسم تکلف ادا کریں
پہنے وہ زنگارِ قباسب سے ہو دو چار
آجائے ہاتھ اپنے کسی شب جو وہ زنگار
نادیدہ جس کے رہتے ہیں دن رات یہ کرم
ستر گنا خلق کی نظروں سے اوٹ میں
میں نے کہا کہ کام نہ کچھ آئے تیرے لب
ایامِ سستِ عہد تو حافظ ہیں بے وفا

بہرِ زم تو بہ سحر گفتم استخارہ کنم

ہمارا تو بہ شکن آئے کیا میں چارہ کروں
دہن کو پاک کروں گلیاں غرارہ کروں

بہرِ زم تو بہ سحر کو جب استخارہ کروں
اب آئے لب پہ کبھی نام تو بہ گزے سے

دو اجنوں کی کرنا میں فصل الہ میر گ
 ہے صاف بات تو یہ کیونکہ دیکھ سکتا ہوں
 بناؤں بادشاہ ایک بت کو تختِ گائیں پر
 گل مراد گنفتہ ہو اس دہن سے اگر
 گر ایک بسبب یار کا پاؤں
 گدائے بیکہ وہوں پر جو دیکھو تھی میں
 جو دسترس نہیں اعلیٰ حلال پند راہ
 نہ ختب نہ میں قاضی نہ مولوی نہ فقیہ
 کلی کی طرح کھوں یاد کر کے مجلس شاہ
 چھپاکے پیشے کی تیغ سے لول ہے حافظ

تمہاری بزم سے اہل طرب کنار اکروں
 کہ یار پختے ہوں میں دُور سے نظارہ کروں
 مریض بھوؤں کے ریور سے اُس کو سارا کروں
 رسید ایک سہر دشمن کے سنگِ خار اکروں
 جواں بھوں از سر نو زندگی دوبارا کروں
 فلک پہ نازِ اشائے میں قطب تارا کروں
 تو کیا صلاح ہے؟ میخانے کا اجارا کروں
 مجھے کیا سود کہ میں تیغِ مے خدار اکروں
 پیالہ ہاتھ میں ہو جامہ پارا پارا کروں
 بجاکے ڈھول حقیقت یہ آشکارا کروں؟

بگذار تا بہ شایع میخانہ بگذریم!

جانے دو تا بہ شایع میخانہ ہی ہمیں
 گزرے یہ ہائے ہجر گراں مایہ پیش ازیں
 اڑ جائیں تخت و مندرجہم جس تمام میں
 ہوں گے کمر اہل دست بگمار کے
 دم بھر کے عشق و زہدی کے روزِ بخت اب
 واعظانہ کر نصیحت شوریدگانِ عشق
 صوفی ہیں رقصِ حال میں ہے مغل سماع

تاجِ جبرعد سب ہیں جہاں ایک لین میں
 رخصت ہو اس کے پیشِ نظر ایک گزر کریں
 غم کھائیں یہ تو خوب نہیں آؤئے پس
 پرِ نونِ دل سے دوستوں کے نگیں رہیں
 نمایاں نہیں کہ اور کسی مت میں جا پڑیں
 خلد اور کوئے دوست برابر نہیں ہیں
 دکھلائیں ہم بھی ہاتھ کھڑے ہاتھ کیوں ملیں

مٹی کو قدرِ جل دی پھینک ایک جُرمِ جام
ایک ہم کہ قدرِ ذرہ برابر نہیں تھیں
جب تک رسائی نگہِ کاغذ تک نہیں
اُس نگ آستان ہی پہ حافطائے رہیں

مشرکان یہ کر دی ہزاراں رنمہ در دینم

ہزاروں رنمہ شرکان یہ کر دیں ہیں
ارے ادہمین دل کہ یاروں کیوں غافل
دل و گل ہو گئے غرقِ عرق گل جس چہاں میں
شبِ شب بسترِ حلت پہنچوں قصہِ حورِ احیں
لگی ضربِ صبحِ الخیرِ طبل اٹھ کے آساقی
بٹھائے غیر کو میری جگہ یار اختیار اس کا
جہاں بیرے بیا د اے فر بادکش فریاد
جہاں فانی و باقی نشاۃِ غمِ ساقی
رموزِ عشق و سرمستی سنو مجھ سے نہ داغِ طے
پیامِ شوق کے الفاظ جو اس خط میں لکھے ہیں
ادھر اُدھر ہیں کیا کیا علیل سرسہ آگین ہیں
بہنِ نکت اُس گھڑی جیتاں یاؤں نے رنگیں ہیں
نیم صبح جلدی آنا کر اُس عرق چیں ہیں
جو وقت زرعِ حلت شمعِ توبہ ہو تھکے بالیں ہیں
کہ سر جھٹا گیا میرا خارِ خمر و دوشیں ہیں
لے غیر اُس کی جگہ دل میں یہ نامکن مردیں ہیں
ترمی نہ رنگیوں سے تپتاں ہیں جانِ شیریں ہیں
طفیلِ عشقِ سلطانِ جہاں ہوں غم و تکلیں ہیں
میں با جامِ وقح ہوں ماہ میں گمہ نرمِ پریں ہیں
وہی ہیں بے نفاذِ حاکم حافطائے ملقین ہیں

بیابانِ گلِ برافسانم و مے ساغرِ اندازیم

چلو چل کر بھیریں گل تو ساغرِ گل کے بھر دالیں
نہ دھکی غم کا شکر دے کہ خونِ عاتقان کرے
جو مطربِ خوش گلو ہوئے نکال ایک درِ دھن کی
فلک کی چھت اڑا دیں اور ایک طرحِ دو گڑا لیں
جو ہم تم ایک ہوں ساقی تو غم کو نیت کر دالیں
گیتیں بھرتے بڑھت کرتے پھریں سجدوں میں ٹالیں

نور آ کے کر جانا! یہ مجلس رونے روشن ہے
 گلابِ انیس شرابِ ازغوانی کے گلاسوں میں
 صبا بٹی ہمارے اُس درِ عالی پہ پہنچنا
 کہیں ہیں علی کے غرتے کہیں عرفان کے بحرے
 بہشتِ عدن اگر چاہے چلا آ ساتھ میخانے
 نہیں غیر از میں قدرِ سخندانے و خوش خوانی

ترے رُخ پر غزلِ خواں ہوں تھے قدموں پہ سر ڈالیں
 نسیمِ عطر گرواں کے بھی بھج میں شکر ڈالیں
 شہِ خواباں کبھی جھانکے تو ہم بھی ایک نظر ڈالیں
 چلو رواداد لے کر سب یہ پیشِ داد گر ڈالیں
 کہ وہاں سے عرض کو تر ہی میں کچھ بے خبر ڈالیں
 چلو پردیں میں حافظِ یہ ڈیرا لا کر ڈالیں

بے تو اے سرورِ رواں بالِ گلشنِ چہنم

تجربہ بن اے دوست میں سیرِ گلشن نہ کروں
 خونِ ہد میں تری صورت نہ بھلی دیکھنے سے
 تُو نے مارا مجھے یہ ناوکِ دلہ و زِ فراق!
 زاہد اچا بھی نہ ہو زور و کشوں پر خنداں
 غیرتِ حق جو گرے غیب سے بن کر بھلی
 آتشِ طور بدکار نہیں ہے ورنہ
 شاہِ ترکاں نے غضب ہو کے گزین میں لا
 حافظِ اعلیٰ بریں گھر مرے اجداد کا ہے

زنتِ سنبھل نہ چھوڑ کر مجھے سون نہ کروں
 دل کو آئینہ نہ کروں زکوشِ آہن نہ کروں
 کیا کروں؟ کیا میں اب ایسے ڈیرہ نشین نہ کروں؟
 کھیلِ قدرت کے ہیں سب میں کوئی فن نہ کروں
 کیونکہ میں سوختہ جاں آپ کو ایندھن نہ کروں؟
 کیوں کوئی فکر شبِ وادِ ہی امین نہ کروں
 کیا کروں ہاتھ اگر سوئے تھمتن نہ کروں
 جاؤں اس منزلِ ویراں میں نشین نہ کروں

بغیر از آنکہ نہ شُدیں دانش از دستم

جز، اینکہ دانش و دین نہیں دیئے از دست
 وہ کون شے ہے را جس پہ اپنا بندوبست؟

نہرا رخسار میں عمر عشق میں ہوا آراج
 حقیر ذرا نہ نما ہیں دے بدولتِ عشق
 پلاسے یار، نہیں بیٹھ کر الگ، با یار،
 ہے ہوشیاری کا دعویٰ تو اے نصیحت گو
 میں سرفراز ہوں کیونکہ دوست کے در پر؟
 شکستہ دل پھر حافظا کبھی بھی اُس نے کہا
 قسم ہے عہد وفا کو پہنچے دی نہ شکست
 ہوا میں ہیں زرخ تاباں کی ہرے چوٹ
 نسیب ہی نہیں کب ستیر باز رخ نشستا
 نہ آ کر خراب نصیحت تو مجھ کو جان کے مست
 بن آیا کوں سا قابلِ پسند کا راز دست؟
 کہ لے یہ مرہم خاطر ہوئی جو مجھ نے شکست؟

جہنم گر زندہ دستش نہ گیرم

نہ روکیں ہاتھ اگر تلوار مارے
 کہاں ابرو ہمارے کیوں لیا تیر
 دکھائو آفتاب اے صبح اُتید
 گل دنیا میں پاؤں ڈلگائیں
 نہیں بچے کہ ہلاتا ہے داغ
 دے ایک جڑ عہد، لے پیرِ خرابات
 وہ عقاب ہوں کہ صبح و شام بچھ کو
 خدرا اس جائے تقویٰ سے حافظا
 کہے کرتیر، بے منت ہمارے
 کہ جائیں دست، بازو سے ہی لائے
 دکھائے جگر کی شب نے تو تائے
 تو تھامے ہاتھ ساغر ہی ہائے
 دکھا کر سب اور دو دو کی دکھا
 جوان ہو جاؤں پھر اُس کے ہمارے
 کوئی بدرہ کی شاخوں سے پکارا
 نہ جل اٹھے جو ہو تو گرم بارے

بشرِ آدمی السلامتِ نبوی سلم

بشرِ آدمی السلامتِ نبوی سلم

جان بے سیم دُور کے شمار اس کے ہر قدم
 آہنگِ حُصمِ اُدھر بسرا پر وہ عدم
 اِن اَلْهُوُوْ عِنْدَ لَوْكِ اسْتَبْهَ وَنُم
 اَلْاَن قَدْ نَدَمْتُ وَاَمْنَعُ اَلْاَن م
 بٹکی نہ جزو دیدہ حسرت کہیں سے نم
 بھڑے پیالہ طاق پر رکھ فکر بیش و کم
 کر دوستوں میں غشیں طرب لیکے جامِ جم
 کتنے جم و قباد سے چٹ کر چکی خضم
 گاتی یہی تھی بے ل تباں سرے جم
 کا نظیر فی الحقیقۃ و لَیْسَ فِی الْاَجْم

لایا چمروہ فتح کائے وہ خوشنہر
 کیا باز گشتِ شہ پہ پیا ہی سُر و دشن
 پیاں تیکن کو دیکھی ہمیشہ شکست ہی
 غرقِ بیل ہوتا تھا اور کمنہ ہاتھا چرخ
 تھا جتوں میں غنوکمی ابرِ امید سے
 آسا قیامِ وقت بہار اور زانِ عیش
 دشمن کا خونِ شلِ صراحی بہا کے اب
 اور پوچھ جامِ دباوہ سے یہ زلِ لُوعِ
 دل ناگ جامِ جم ہی نہ کر لکنِ حرمِ طلب
 حافظ کا کنجِ میکہ ٹھیرے قرار گنا

بارہا گفتہ ام و بارہا دگر میگویم

کہ کچھ ان حالاتِ خود ہی میں نہیں رہتا ہوں
 جو کچھ آستِ ادا زلِ بولے وہی کتا ہوں
 جس دُش چاہئے اگتا ہوں میں یا کتا ہوں
 دُریلے راہِ خریداریں دکھ سستا ہوں
 رات بھر گاتا ہوں اور صبح کو مر رہتا ہوں
 قاطعِ رنگِ ریا۔ بد میں نہیں کتا ہوں
 سو گھ کر میں تو آئے شکِ ختن کتا ہوں

بارہا کہہ چکا پھر بارہا دگر کہتا ہوں
 مثلِ طوطی پس آئینہ ٹھکانا ہونٹھے
 پھول ہوں، خار ہوں، کچھ ہوں چینِ اہورا
 دوستوں! بخو نہ مجھ بیدل و حیراں کی کرو
 ہے غم و شادی عشاق کی حالت ہی عجیب
 گیر و دارِ نگ پہ گلگونے سے حینٹ! پہ ہے
 خوب حافظ کو کہا سو گھ نہ میخانے کی بو،

بروئےِ حلیم از سرکہ خبر ز سرند ارم

نہ ہو سر طیب میر: نہ تھے ہوش سر نہیں ہے
مری آگے کر عبادت کہ ہو خودی سے سخت
جو تو کھائے کچھ مرا غم میں غذا کروں ترا غم
کوئی نے طلاؤں پر کوئی لائے جامہ ظہر
مجھے دیکھ اب نہ کہنا کہ تو چھوڑ یہاں کا رہنا
میں ہوں غم پینے والا مجھے پیالہ نہ پالہ
غم دل گمک کے حافظہ بھلائے تو بھڑک دے

مجھے چھوڑ دے خدا راٹھے کچھ خبر نہیں ہے!
بے تاب زوش لب سی وہ اکاگر نہیں ہے
مجھے ہے تو ایک ترا غم ہے غم دگر نہیں ہے
یہ تیرا فقیر مضطر کہ کیا کر رہیں ہے
کہ تجھے تو کہہ بہ لیکن مجھے او گھر نہیں ہے
دے ہاتھ دل پہ ڈالا تو دل دگر نہیں ہے
کہ ضرورت اس کی پیدا کریں در دسر نہیں ہے

یار آئے ساقیا کہ ہوا خواہ دولتم

آ۔ جلد ساقیا تیری دولت زیادہ ہو
حیرت کی ظلمتوں کو گٹھا کر دکھا دے راہ
ہر چند غرق بحر گنہ شش جہت ہوں
بدنام و زند ہوں تو نہ ہو طینہ زن فقیہ
مے پنی کہ عاشقی نہیں موقوف کسب پر
دم مارے تو بھی طرہ مشکین یار سے
کم عمر میں ہوئی مجھے غربت نصیب اب
دریا، پہاڑ، گھائیاں دشواریں ضعیف

جی چاہتا ہے کچھ تیری خدمت زیادہ ہو
فیض فروغ جام سعادت زیادہ ہو
پر آشنائے عشق ہوں رحمت زیادہ ہو
دین اس کی ہے عطیہ نطرت زیادہ ہو
جو ہو حلی وہ کم ہو نہ قسمت زیادہ ہو
ڈر! مجھ کو اسے صبا کہیں غیرت زیادہ ہو
پیرتی و شوق دید میں رغبت زیادہ ہو
اے خضرہ مدد کے کہ اہمیت زیادہ ہو

غائب نہ جانے کہ دل و جان سے مجھے
تاگوںش ہوش تیرے نظر تانے ہوں بھو میں
رخصت ہوں زیر چشم صنم آرزو یہ ہے
اس آستان پر سہنے کی نوبت زیادہ ہو
ہو قہ کی تاک میں تو نہ فرصت زیادہ ہو
حافظ اگر کچھ عمر میں صحت زیادہ ہو

تاسا یہ مبارکت افتاد بہ سرم

وہ راسا یہ سید حبیب اس خاک پر پڑا
برہوں سے بخت نیک کا سایہ فرار تھا
بیدار خواب میں بھی مجھے دیکھتی نہ خلق
تجھ بن تمام عمر تو ہو کر رہے گی یہ
جس رات تو پھر آیا دل تنگ میں نظر
کیا کر سکیں دو اترے بیمار کی طیب
تو نے بھی دی صلاح کہ ترے گناہیں چوں
سب ایک نہ ایک شہ کے ہیں یاں کوڑیاں نام
دوست کثیر و بخت بھی چاکر نظر پڑا
دیکھا جو تو نے میری طرف پھر ادھر پڑا
لیکن خیال میں بھی نہ تو بھول کر پڑا
تجھ نے نہ جان چین مجھے لفظ بھڑ پڑا
کیا کیا جھک جھک نہ ہمارا انگہ پڑا
اٹھا ادھر تو جانے کو اور وہ ادھر پڑا
میں خود بھی ہوں یہاں خیال سفر پڑا
حافظ کے شاہد اور شہزادہ پڑا

ترامے بینم و سلیم زیادت میشود ہرم

تجھے دیکھے تری چاہت زیادہ دل کو ہو ہرم
نہ کچھ سماں کیا۔ غافل رہا تو تجھ سے کیا معنی؟
یہ کیا ترکیب تھی رستے میں سب چھوڑ چل دینا
نہ چھوڑیں گے ترا دامن اگر چہ خاک ہو جائیں
جو تو دیکھ بڑھے کیوں درد دل فوراً نہ ہو کر کم؟
نہ کچھ درماں کیا میرا نہیں تجھ کو ذرا بھر غم
اٹھا اب خستہ جاں کو اپنے پلوچہ احوال کو کر ہم
جو گزرا گور پر چھو لیں گے دامن خاک بنکر ہم

آئے سانس گر مجھ میں، تو دم چھوٹا کرے پھریں
 اندھیری شب سے زلفوں کی رخ روشن میں جانکے
 جو نہی آغوش میں کھینچا بھرا بل مار گیسو نے
 تو حلقے سے دکھا اگر می پڑا دشمن پڑے ٹھنڈا
 بونم لاکے دم ظالم نے رخصت کر دس دم
 سرخ دل میں اس کے جام سل لب پہ لب تر ہم
 وہیں لب لب پہ لب رکھے دل جان لائے اندر دم
 تپاک ایک تپتے میں پائیں ہم غدا کرٹے، بجے سرگم

تو پتو چھی ومن شمع خلوت سحر

جو تو سحر ہے تو میں شمع خلوت سحر
 ہے داغ یہ دل پر داغ زلف چاں کا
 ہزار مردم چشم اس کے دل سیاہ سی
 اداسے شکر تیرا کیونکہ ہواے شکر غم
 کشادہ چشم پڑا ہوں براستان امید
 ہر ایک آنکھ میں جلوے ہیں اس صدم کے مگر
 کفن کو پھاڑ لحد سے شگفتہ ہو جا قضا
 دکھا کے اپنی نہیں دیکھ میری جاں پہری
 بنفشہ ہی مری تربت کی خاک سے ہو ہری
 ہزار موتی بھی گنوا دیں گاہ خیم شمری
 بر ذریعہ کسی حاضر وقت جاں پہری
 نظر کرے وہی پھر جس نے کر دیا نظری
 کسی کی آنکھ نہیں دیکھتی یہ جسد گری
 نسیم کی طرح گزرے تو قبر پر وہ پری؟

ترا گر ماہ و غور گفتم گفتم

مہ و ہر اس کو گر کہہ دیں تو کہہ دیں
 وہ باچیں کھل پڑیں جن دم نہیں میں
 نہیں ہے اس سار غا اور زیبا
 خنہائے پریشاں زلف بن کر
 گئے شمس و قمر کہہ دیں تو کہہ دیں
 انھیں درج گھر کہہ دیں تو کہہ دیں
 پھر اس میں کیا ہو ڈر کہہ دیں تو کہہ دیں
 لگیں کانوں سے اور کہہ دیں تو کہہ دیں

رہنچہ روشن سپہ زانوں کو اس کی
 لہجہ و دندان گلی و شکر نہیں کیا
 اگر شام و سحر کہہ دیں تو کہہ دیں
 لہجہ گلی و شکر کہہ دیں تو کہہ دیں
 جو کچھ زیر و زبر کہہ دیں تو کہہ دیں
 انہیں مند و مر کہہ جائے تھک کر

چراغِ درپے عزم و یارِ خود پاشم

نہ کیوں وطن پس اپنے سوار ہو جاؤں
 نہیں غریبی و غربت کی دل کو تاب لکیر
 نہ کیسے خاکِ کتب پائے یار ہو جاؤں
 نہ اپنے شہر کو چل شہر یار ہو جاؤں
 غلام کیا کہ خداوندگار ہو جاؤں
 غلام کیا کہ خداوندگار ہو جاؤں
 کہ زیر خاک تو چشم یار ہو جاؤں
 کہ زیر خاک تو چشم یار ہو جاؤں
 پھر اس کی شوق میں شوق کا ہو جاؤں
 پھر اس کی شوق میں شوق کا ہو جاؤں
 کروں تو اپنا ہی خود راز دہو جاؤں
 کروں تو اپنا ہی خود راز دہو جاؤں
 اب تک کے لئے شرمسار ہو جاؤں
 اب تک کے لئے شرمسار ہو جاؤں

چل سالِ بیشِ وقت کہ من لائے می زلم

گزرے اس ادا کو چل سالِ بیشِ و کم
 چٹکا کئے سداے روشن سے اپنے جام
 ایک کترین چاکر ہیرِ نیاں ہیں ہم
 پیرِ نیاں کئے کیا ہوں بیاں لطف اور کم
 اب درویش ہیں تو کوئی سو وطن نہ ہو
 اب درویش ہیں تو کوئی سو وطن نہ ہو
 دامن ہے پاک خرم کی کھاتے نہیں قسم
 دامن ہے پاک خرم کی کھاتے نہیں قسم
 اس درجہ میری شاخِ نشین کو چھتے زم
 اس درجہ میری شاخِ نشین کو چھتے زم
 اس شکر میں غن پہ کہ سون بھی کھائے سکم
 اس شکر میں غن پہ کہ سون بھی کھائے سکم

آب دہوائے پاؤں میں نہ منظر پر دہری؟
 صد تئیں عشق و ہمتِ مردانِ پاک کے
 لے لے اکٹڑ یہاں سے کہیں اور جا کے جم
 حافطیہ زہرِ قہرِ قدحِ آکھانہاں؟
 ہر جا ہی صدرِ یکدہ بن کر رہیں گے ہم
 کہہ چڑھو روں میں بھانڈا تراکھو لدوں بھرم؟

حالی صحت و وقت و راں مے پیئم

ہے یہی مصلحت و وقت اب ایک خیر بھری
 جزوِ صراحی و کتاب اور نہ ہویا ر و ندیم
 بہتر اجائے یہ میخانہ میں دل خوش ہو ذری
 جام مے تخام لے و در اہل ریاسے بھاگوں
 دوست کش دوستوں سے چھک گئی نیت ہو بھری
 ڈھے گیا خرفہ بیکار و کار و در تقوے
 فارغ ان اہل جہاں رہوں فکروں سے بری
 کیا چھپاتے ہیں رخِ ساقی و شیشے کی پری
 سینہ تنگ یہ اور بارِ غم اس کا بیہات !
 کیا ہی ہلکی دل سکیں چمکے بل ہے دھری
 پس کے دل خاکِ قدم ہو، پہ نہ دیا یہ نہ ہو
 کہ مرا آئینہ نہ ہر مکہ رہو ذری
 دل و جاں چھوٹکے رنٹ کے ارمانوں نے
 دو گواہ چاہو تو ہر سانس یہ ہے شک بھری
 آصفِ عمد کا بندہ ہوں مراد نہ دکھا
 چرخ سے بھی وہ عوض لے لے کہہ داد گری
 میں اگر نہ خرابات ہوں گر حافطیہ شہر
 ہونچ ہوں سانے سب تیرے حقیقت ہو دھری

حاشا کہ من ہو سہم گل ترک مے کم

حاشا اگر ہو سہم گل ترک مے کروں
 مے سے خمیرِ خاک تھا میرا زل کے دن
 ہنسا ہوں میں تو عقل سے اب توبہ کے کروں
 اے دشمنانِ عقل میں کیوں ترک مے کروں؟
 کچھ روز اب تو خدمتِ مشوق دے کروں
 اگتا گیا ہوں در سہ کی قیل و قال سے

نشان اُسے تصدیق آواز نے کروں؟
 دفترِ ہزار ایسے خدا چاہے کُروں!
 تجھ سے اسے نیک طالع فرسند پے کروں
 جم کر بیاں حکایت کا کُروں دے کروں
 تب ہی سپردِ دہن کی امانت یہ ہے کروں

مغرب کہاں ہے زہد و فضیلت کے آلِ تہ
 ڈرتا نہیں ہوں ہو چہ سیہ سہ عمل
 پیکِ سحر کہاں ہے شبِ ہجر کے گلے
 کیسی وفار ہی ہے جہاں میں پلاؤ جام
 حافظِ یہ جاں پرانی ہو دیکھوں جب اسکو میں

حجابِ چہرہ جاں می شود و غبارِ تنم

خوشا دورِ روز کہ اترے یہ جب کفنِ میرا
 بہ تختہ بند و قفسِ چو طرے سے تنِ میرا
 چلوں نہ روضہِ رضواں وہ ہے چمنِ میرا
 ہو حیف کہے خراباتِ یہاں وطنِ میرا
 درینِ مچھ سے ہی پوشیدہ ہو سخنِ میرا
 بے آگ سوزِ نہانی سے تنِ بدنِ میرا
 ہوا ہے در و دل نافہِ خستنی میرا
 کہ تیرے آگے ہے سب پنج ماؤں میرا

حجابِ چہرہ جاں ہے غبارِ تنِ میرا
 طوائف کیونکہ ہو کر دفنائے عالمِ تقدس
 نہیں یہ زیبِ قفس مجھے شمعِ لحن کے لئے
 تصورِ روحِ رتھے واں میرا ممکنِ واد
 کھلا نہ راز کہ کیوں اور کہاں سے آنا ہوا
 نہ شکلِ پیرِ ہن ز رہ پہ جا کہ شمعِ مثال
 عجب نہیں ہے بُوئے مشکِ انس میں میرے
 جتانے ہتی حافظِ اٹھائے رخ سے نقاب

خرم آں روزِ کریں منزلِ یراں بزم

راحتِ جاں کے لئے ہمرہِ جاں میں چلوں
 پنکھا بھلتا تجھے لے سہوِ خواہاں میں چلوں

کب چُٹھے دیکھیہ یہ منزلِ یراں میں چلوں
 نفسِ مار و تنِ زار سے مانسہ ہوا

رہنا ہو گی بوسے زلف پریشان نہیں چلوں
ساتھ ہیں درویش و دیوانہ گریاں یہ چلوں
ہاتھ بستر ہو جھڑک سبک سلیاں میں چلوں
سارے بازو تھیں آہستہ کہ آسان یہ چلوں
استیخانہ کو رقصاں غورخاں میں چلوں
تالچہ نیمہ خورشید درخشاں میں چلوں
ہجرہ کو کعبہ آصف و دریاں میں چلوں

جو گراہ جائیں مسافرو ہی بھگیں ۔ میری
سر قدم کر کے قلم کی طرح ہو جاؤں میں
کاسٹے کھاتا ہے یہ زندان سکندر بنے ہے
نازنینوں کو نہیں رسم گرفتاروں پر
نذر مانی ہے کہ جس روز یہاں سے چھوڑوں
ہائے بیاباں ہوں دل درہ صفت قص کناں
حافظ اس وقت میں جو بس ہی ایک ابجات

خیال مے تو گر بزر دہ گلشن چشم

جھک کے دل پہ دیدار تا بہ روزن چشم
گئے خزانہ دل سے بہت مخزن چشم
جو نون دل نہ پکڑا لیتا بڑھ کے دامن چشم
کہ میں ہوں عالم اور ایک گوشہ متین چشم
بڑی ہو کچھ تو مرا خون ہو بگردن چشم
ہے راہ باد میں سوراں چراغ روشن چشم
لگائے ناوک دلہ وز مردم انگن چشم

خیال رُخ ترا گورے اگر گلشن چشم
اب کہ اصل و گھر تجھ پہ وارنے کے لئے
اٹھائی ہوئی قیامت ہی اشک نے تو بحر
نہیں ہوا ہ ترے درخویر ہاں کوئی نظر
کما تھا پہلے ہی دن نے دیکھ کر صورت
ہوا کے وصل میں تیری مدام تابہ سو
یہ مروی ہے ؟ دل در دمنہ حافظ کو

خیز تا از در میخانہ کشادے طلسم

چل در میکدہ پر دل کو کشادہ ایک انگیں
بیٹھ کر دوست کے در پر ہی مراد ایک انگیں

تو شہ راہ حرم و دست کا کچھ پاس نہیں
 اُسک آلودہ ہے ہر چند روانی پہ تلا
 لذت داغِ نعم آن پر جو حرامِ مطلق
 نقطہِ خال بنا لوحِ بصر پر نہ درست
 دل و جاں مانگتے تھے عشوہ شیرین و لب
 ہر بل شاد میں آلود بلا غم تیسرا
 ماکا تنگ رہیں مدرسہ میں اٹھ حافظ

لے کے جہولی درمیانہ پیرا دیکھ مانگیں
 اُس کے قابل جو ہو وہ پاک نہا دیکھ مانگیں
 اُس کی بیدا سے گھر کے جو دار ایک مانگیں
 تم سے لے مروک و دیرہ سوا دیکھ مانگیں
 لب تکر خندہ ہووے کہ مراد ایک مانگیں
 پس با امتیر الم خاطر شاد ایک مانگیں
 چل در میکدہ پر دکن کشا دیکھ مانگیں

خیر تاخرۃ صوفی خرابات بریم

خرقہ صوفی کا چلو لے کے خرابات چلو
 تنہ بن کر پئے رندان قلندر ہمراہ
 خلوتی ساتھ ہوں بجام و صراحی تھامے
 رہنری خارِ ملامت سے کرے گزراہ
 حیث یہ خرقہ آلودہ ہنسے سے عاری؟
 وقت کی قدر سمجھ کر جو نہ کچھ کام کریں
 کب تک گم رہیں اس دشتِ فنا میں آخر
 عہدِ جودا دی امین میں کیا تھا اُس سے
 اُس کے کوہ کی ہو گر خاک ملی چہرے پر
 سقفِ مینائی سے فنون کی ٹپا پ نہ بھی

زرق و طامات بھی بازارِ خرافات چلیں
 دلقِ پشیمند و ستادہ و طامات چلیں
 جھانچہ بچتے ہوئے اور گاتے مناجات چلیں
 اُس کو بھی خلد سے لے وارِ مکانات چلیں
 اس حقیقت پہ جتاتے یہ کرامات چلیں؟
 لے کے نجلت ہی بس ایک حاصلِ اوقات چلیں
 سر کریں پاؤں سے یہ راہِ مہمات چلیں
 ارنی بولتے اُس عہد پہ مینات چلیں
 کیا ہی کرتے ہوئے عشر میں مہمات چلیں
 اس میخانے میں لیں چھوڑیں یہ آفات چلیں

چھپ کے پنا تو ظلماتِ بزرگی سے نہیں
آبر و کھو میں نہ ہر نقطہ کے در پر حاسا فقط
دُور کی ہم سے نہ اربابِ کرامات چلیں
لے کے حاجت بدرِ قاضی حاجات چلیں

خیر مقدم مرحبا اے طاہرِ فرخ ششم

خیر مقدم! مرحبا! اے قاصدِ فرخ ششم
صحتِ عشاق ہے بنامِ زارِ راہ لگ
لو گئے وہ دن تالیے تھے جب مجھ کو قریب
خواجہ توراں شاہِ عادلِ جلالِ ملک دیں
مت سمجھ جا ہے تو تنہا متابلِ خصم کے
ساقیائے دے کہ عشقِ وزیدی کے الزام پر
کر دیا دل شاد۔ قرباں تجھ پہ دل سترِ مقدم
جام سے ہو گا ترے ہاتھوں میں اور ہم مہم
یارِ اب پایا، بھکھڑا، عزیز و محترم
بدرِ آفاقِ اعلیٰ، عونِ اعلیٰ، عونِ اعلیٰ
ساتھ ہیں اربابِ دل تیرے اور اصحابِ ہم
پھیر دی حافطہ کے پھر کے کلغیہ اچھلنے قلم

درِ خراباتِ مغاں گزر افتد بازم

پھر خراباتِ مغاں میں جو گزر ہو جائے
دھڑ دھڑا دیں جو درِ تو بہ سا ہم بھی زار
کیوں نہ پڑا نہ کی سی دل کو ہو فارغِ بالی
ماجرائے دلِ گزشتہ سنے، پوچھے، کون؟
رازِ الفت ترا سینہ ہی میں رہ جائے نہاں
چنگ ہی مان کے پہلو میں لے ڈل شاد تو ہو
حسرتِ حور نہیں چاہیے۔ ہو عینِ قصور
حاصلِ خرقہ، دسجادہ صفر ہو جائے
چپ ہی کل پیرِ مغاں مُند کے در ہو جائے
دل بھی اُس شمع پہ پردانہ اگر ہو جائے
ہاں مگر تیغِ غم یار۔ کہ سر ہو جائے
چشمِ تر سے نہ اگر سب کو خبر ہو جائے
ایک نفس نے ہی ترے لب کی اگر ہو جائے
گر خیال اُس کا ادھر سے کچھ ادھر ہو جائے

اڑکے دل اس قفسِ خاک سے بڑیا بن جائے کچھ بنے قبضہ شہباز میں پرو ہو جائے
تھکے تن سحر نہیں اور زلف رسا کے حافظ پایمال قدم ایک ایک وہ سحر جو جائے

در خراباتِ معاں نورِ خدا ہے بینم

ہے خراباتِ معاں نورِ خدا دیکھتے ہیں نور کس کا ہے آگاہ کون ہو کیا دیکھتے ہیں
کون ہے درویش اس میکے میں بارِ الہ کہ یہ گھر قبلہ حاجات و دُعا دیکھتے ہیں
دُون کی ہم سے نہ لے لے ملکِ الحاح کہ تو دیکھا گھر کو ہے ہم گھر میں خدا دیکھتے ہیں
ہر دم اُس حن کے دل میں ہیں رے نقشے ہم سے پوچھے کوئی ان پڑوں میں کیا دیکھتے ہیں
کیا دکھائیں گے وہ مسکِ ختن اور نافہ چین جو تری سمت جب آئے صبا دیکھتے ہیں
زلفِ جاناں سے بھلا نا نہ کشائی کا خیال دُور کی فکر ہے پر اس میں خطا دیکھتے ہیں
منحرف دایرہ ایک نقطہ نہ کم بیش فرما مسئلہ صاف یہ ہے چون و چرا دیکھتے ہیں
سویرِ دل، اشکِ رواں، آہِ سحر، مالہ شب آپ کے لطف و عنایت سے یہ کیا دیکھتے ہیں؟
دوستو ہو نظر بازی حافظ نہ کرو اُس کو منجملہ مُحبانِ خدا دیکھتے ہیں

دروازہ یارست و درماںِ نیرِ ہم

وے وہی درد اور دریاں بھی وہی دلِ فدائے یار تو جاں بھی وہی
کہتے ہیں جس چیز کو بہتر ز حُسن ہے وہی اور بہتر از آن بھی وہی
دو جہاں ہیں ایک فروغِ حُسنِ دست آشکارا ہے جو پنہاں بھی وہی
اب جو پھر تیغے پڑا ہے جان کے کر چکا تھا عہد و پیمان بھی وہی

نگر مسلمان کی دل پر لگا
 عاشقوں کو کچھ نہیں فوٹے کا تار
 جیسی یہ دنیا کے دل نا پایدار
 داتاں پروے میں کہ کر دیجی لی ؟
 وصل کی گھڑیاں کشیں ہر گئی نہ کیا
 غلب حافظ کہ اس نے ہے پرست
 قیمت زلف پریشاں بھی وہی
 استسجا با حکم سلطان بھی وہی
 حال کیا کہ وہی گرواں بھی وہی
 گاتے پھرتے ہیں غر خواں بھی وہی
 نوبت آیام حجب راں بھی وہی
 آصف ملک سیداں بھی وہی

در ہماں خانہ عشرت صنیٰ خوش رام

دیکھ پر دل نہ رہے اک بت توترا کٹے سے
 قدح چند جوں کا شانہ زنداں میں قبول
 ایک سہرا لٹا اور ایک آدھ شوخ سکہ ہاتھ
 عاشق وزید جوں سے غوار ہوں کھل کٹا ہوں
 جب سے ہاں جلوہ نہا ہے خط نگار سی دوست
 رکھ یونہیں بے سرواں نہ نکالوں تو سہی
 حافظا سب غم و شادی جہاں خانی ہیں
 نرج و کاکل کے نہیں نعل انش کے مرے
 نعل شعر سکر میں معنی بے عش کے مرے
 اک سہر تو یہ اور اس لطف و نکاش کے مرے ؟
 سب بدلت ہیں یہ ایک شوخ پریش کے مرے
 پوچھ مت اس دل مجروح بکاش کے مرے
 ٹھنڈی آہوں سے سحر زلف عش کے مرے
 یہی بہتر ہے کہے خاطر دل عش کے مرے

دوتاں قت گل آں بہ کہ بہ عشرت کو شتم

دوستو! موبہ گل ہے کہ بہ عشرت کو ش
 ہے فرح بخش ہوا بیچ خدا یا کوئی
 شورہ بیرمغاں کا ہے کر دے نوشی
 نازنین چاند کا کٹا پلے ہم آغوشی

از غنوں سانس ہے یہ دشمن داناے فلک
 فصل گل خوش پروار ہم پہ نہ ایک تھنٹ پڑا
 قدح الہ سے پیا ہوں شرابِ مہوم
 ابل گئے ابل کرم جانے کو بیٹھی ہے بہار
 کہونکہ قمر باد و فغاں سے ہو یہاں خوشی
 لاجرم آتش حرام میں ہو ایک سر جوئی
 چشمِ بدور ہو بے مطرب دے مینوشی
 اب نہیں رہن مصلے میں کوئی ناموسی
 ہم وہ طبل ہیں کہ ہو عین گل اور خاموشی
 طرفہ تر حال ہو حافظ یہ کہیں کس سے پیا

دوش بیماری چشم تو بروار دستم

چشم بیمار سے شب جی ہی چلا تھا از دست
 عشق بندہ خط مشکیں سے نہیں آج کی بات
 میں ہوں مینا نہ نشیں ابر حل خیر سے دور
 غش کی راہ میں آنسوئے فنا بھی ہیں خطر
 دُرجِ یا قوت پہ اُس کے ٹھہے بوسہ ہے حلال
 قص ثابت قدمی پر ہے کہ اُس کو چہ میں
 دل کو اب تیر گ اندازِ عدو کا کیا غم
 صنم شکر ہی دل ، لے کے ہوا ہو جائے
 مرتبہ دانش حافظ کا فلک پر ہے دے
 لطف لب نے ہی رکھی جان بعد بند دلبت
 بدتیں گزریں کہ اس جامِ ہلاکت ہوں مست
 ٹہل زندوں کی ہی کی جبے ہو ایتک ہست
 مر کے بیکٹھ ہوا ، رہیو اُس راگ میں مست
 ان جھاؤں پہ دغاؤں کو نہ ہونے دی شکست
 میرے اس پائے طلب کبھی جانی نہ نشست
 کہ ہے محبوب کہاں ابرو سے اپنے پیوست
 آہ کچھ داد نہ دے شاہ پھروں باد بدست
 کس قدر اسے غم بالائے بند تجھ سے پست

دوش سودائے رخس گفتم ز سر بیرون کم

سر سے سودائے رخ اس کا بٹیں کروں
 سن کے بولا لاؤ تو زنجیر ایک جنوں کروں

سرو قد کہتے ہی بس ٹھٹھے سے سر اڑا لیا
 بات نا بخیدہ کہہ دمی دلہرا کیجو محافت
 طبع بازک سے تہروں کیوں بے خطا نیلا پڑو
 پا گیا مجھ کو نشان گنج بے پایاں دوست
 اسے نیمِ حضرت سلمے خدا را تا کجا
 اسے نہ نامر باں رکھ اپنے حافظ کی تو یاد
 راست سے بھی گر ہو ٹیڑھا خٹس سا کیوں کروں؟
 عشوہ آوازہ دکھا پھر طبع کو موزوں کروں
 ساقیا ایک جام دے چہرے کو میں گلگوں کروں
 آپ جیسے سونفیروں کو میں تپاؤں کروں
 بستیماں دیراں کروں، دیراؤں کو تہوں کروں
 میں ترے حق میں دُعاے حُسن روزافروں کروں

دید و ریا کنم و صبر بصر افکنم

دیدہ و ریا کروں کانتوں میں کلیجا پھینکوں
 اس دل تنگ گنہ گار سے وہ آہ کروں
 کھائے ہوں تیر فلک پی کے تین جاوون مت
 جرّے جام ایک اس بقیہ رواں پر چھروں
 چشمہ خوش دلی اس جا ہے کہ دلدار جہاں
 برقع زلفوں سے ہٹائے نہ خورشید تھا
 حافظا تکیہ بر آیام ہے سہو اور خطا
 دل کو آنکھوں سے ہٹا کر کوئی دیریا پھینکوں
 کہ اٹھا کر گنہ آدم و خوا پھینکوں
 توڑ کر بندہ کمر ترکش جو زاپھینکوں
 غل غل چنگ سے ڈھا گنبد مینا پھینکوں
 جت جھنجھلا کے کروں دوکوسی جا پھینکوں
 سر سودا زوہ کو دار سراپا پھینکوں
 کل کے وعدے پر نہ جو آج ہو ملتا پھینکوں

دیش بہ سبیل اشک رہے اب میزد

دیریا سا ایک شب کو گمہ خواب تھا رواں
 نقش نگارِ دوست سر آب تھا رواں
 شکل حسین تھی سامنے آنکھوں کے جا رہی
 دور ہی سے بوسہ بر رخ تہاب تھا رواں

ساغرِ بعینِ گوشتِ محرابِ تھارواں
 دل ان مڑوں کے پیچھے کھلے ہاتھارواں
 بن کر ہما بظرو مضرابِ تھارواں
 رقص و سرود و زنگِ سَنابِ تھارواں
 درکار گاہِ دیدہ بے خوابِ تھارواں
 لیتے ہی نامِ دوست برا جابِ تھارواں

ابروئے یار دیکھتے ہی خرقہ چھینکنا ہنک
 آنکھیں کھلی تھیں حُسنِ پُنعوں پہ گوشِ دا
 شاخِ طرب جھانکتا اگر کوئی زائغِ فکر
 ساقی نے اس غزل پہ پھیلاتھا دورِ جام
 نقشِ خیال یارِ سحر تک بریں سر
 کیا خوش تھا حافظ اُس گھرِ حُجی دا و پھینکتا

دیدارِ شہرِ شیر و بوس و کنارِ ہم

احسانِ بخت و منتِ لیل و نہار بھی
 دیکھوں گا جامِ ہاتھ میں دستِ نگار بھی
 کثرت سے ہے اور بتِ میگنار بھی
 دشمنِ سرار بند ہیں آنسو کے مار بھی
 لعلِ بُہاں بہت ہے بے خوشگوار بھی
 مجموعہ غزل ہو صراحیِ دیار بھی
 ہو جائے خاکِ لعلِ گوں اور مشکباز بھی
 ابرو کرم کا رشتہ ہے یہ خاکسار بھی
 چمکا دے آفتابِ دلِ ذرہ دار بھی
 اور خوفِ عدلِ آصفِ جمِ افتداری بھی
 کرتا ہے جاں فدا کو اکبِ شمار بھی

دیدارِ یار حاصل و بوس و کنار بھی
 زابدِ الجھ نہ بخت اگر بخت ہیں مرے
 دل ایک خبر سائیں ہو اُدفعِ محتب
 رہتا نہیں ہے دیدہ بہر ہیں بھی تاک میں
 کیوں زود دست کہہ کے کسی کو ہوشِ غن
 رکھنا دل انتشار میں کچھ زیر کی نہیں
 اک جُرعہ لب کا خاکِ نشینانِ عشقِ پرا
 ہے آبروئے لالہ و گلِ تیرا فیضِ حُسن
 گلِ کائناتِ زندہ یہ تیری ہی بو پہ ہے
 اہلِ نظر کو پھانتا ہے کر خدا کا خوف
 اور ہے رائے اس کی کہ ہر صبحِ آفتاب

گوئے زمین تو کیا ہے کہ چوگانِ تل سے کرے وہ فتح گنبدِ نبلی حصار بھی
 جب تک کہ وہ طورِ فلک کے سپاہی ہیں ق یہ روز و سال و ماہ و خزان و بہار بھی
 قصرِ جال میں یہ امیروں کے جنگلے یہ ساقیانِ سر و تہر و کھنڈار بھی
 عزمِ سبک عنان سے ترسے رازے یمنوں وایم یہ ارض و مرکزِ عالی مدار بھی
 حافظانے مدح میں کئے گوہرِ تو یہ شمار دستِ کرم کے آگے رہا نثار بھی

روزِ عیدِ ست و من امرِ ز درانِ تدبیرِ م

عید آئی ہے تو کیا فکر یہ تدبیر کریں دے کے اجرِ رضاں دستِ قبح گیر کریں
 تین دن ہوتے ہیں ساتی دے و شاہد کو کب تک اور مدارات میں تقصیر کریں؟
 اب نہ جھانکوں نہ جھانکوں گا کسی خلوت میں لاکھ زار ہدائیں دھمکائیں کہ نہ بخیر کریں
 واعظِ شہر کی ہونہر بزرگمانہ وے ہم کہاں ان میں قبول اُس کی جو تاثیر کریں؟
 پتھر مارے جو بیٹھا ہے دیکھو پر وہ اگر آئے تو لیں اٹھ کے قدم پیر کریں
 میکشی ایسی کچھ اور اُس پر مصعبے بردوش کیا سبکے خلق اگر فاشس یہ زور کریں
 کمنہ پیروں کی نصیحت پہ عمل کیا حافظا ریں میری بے کمنہ کی نہ صد پیر کریں

روزِ کارے شد کہ درِ میخانہ خدمتِ مسکنم

عمر گزری کب سے میخانہ میں خدمت کرتے ہیں اس فقیری میں بھی کارِ اہل دولت کرتے ہیں
 کوئی کبک خوشخرام آہی پھنسنے کی لئے دام گھات میں ہیں انتظارِ وقتِ فرصت کرتے ہیں
 لئے حق بھی ناک میں پہنچی نہ زائد کے کبھی اُس کے منہ پر کہیں ہم کیا کوئی غیبت کرتے ہیں؟

جوں صبا افتان و خیزاں جاہے کئی سے دوست
 تابِ رحمت اب نہیں تیری گلی کی خاک کو
 زلفِ دلبر دامِ نگیں، غمزہ ایک تیر ہلا!
 دیدہ بد ہیں نہ دیکھے اے کریم عیب پوش
 حاشِ شہد! گر حسابِ خسرتے ہو چکے برس
 غش کے پہاڑے آئیں کہتے ہیں روحِ الایں
 خسرو! امیرِ اوج و جاہ ہے جس کے لئے
 حافظِ سچی بھی ہم دروئی کش مجلس بھی ہم

لے رفیقانِ ضرور خواست ہمت کرتے ہیں
 بڑھ گئے بارگرمِ تخفیفِ رحمت کرتے ہیں
 یاد ہے دل کب سے تم تجھ کو نصیحت کرتے ہیں؟
 جبرائیل یہ سب جو ہم درگنجِ خلوت کرتے ہیں
 ہنرِ سخن کل کیلئے جو آج عشرت کرتے ہیں
 جب تمہارے بادشاہ ملک و ملت کرتے ہیں
 التماسِ استماں ہوئی حضرت کرتے ہیں
 شمع ہیں ذیبا سے لگا زنگِ صحبت کرتے ہیں

ز دستِ کوتہ خود زیرِ بارِ م

ہے دستِ کوتہ سے سب زیرِ باری
 مری آنکھوں سے پوچھ احوالِ طالع
 پلاوی کیا یہ اے چمپا نہ عشق
 لبِ ساغر کے بوسے لے رہا ہوں
 ہیں اس بازو پہ مجھ کو ناز کیا کیا
 سخنِ انِ میفر و نشوں کے بھی حق میں
 ابو کے گھونٹ اس جنگل میں پینے
 اٹھائے خاک سے ہرگز نہ جھک کر
 میں حافظِ ساہی ہوں سرست لیکن

سہی بالاؤں سے یہ شرمساری
 کہ شبِ تار و زہے اخترِ شامی
 کہ بے ہوشی نہ باقی ہو شیارِ مری
 تبادلی وضعِ دورانِ اس نے ساری
 نہیں ہو یہ کسی بھی دل پہ بھاری
 نہیں کوئی بجزِ منتِ گزاری
 سکھائے تو نے آہوئے تزاری
 بجائے اشک ہو گر لعلِ باری
 بھری اس سر میں ہے امیداری

زلف بر باد نہ دہی بر باد

زلف لہرا دی ہوا میں کہ یہ کی بر باد می؟
 بل دیئے زلف میں یا ڈال دیا پیچوں میں
 رُخ فروزاں ہو کہ حاجت بگل و برگ ہو
 شمرہ شمرہ نہ ہو کہ وہ میں ٹکراؤں گا
 ساتھ غیروں کے نہ پی خون جگر ہوتا ہے
 جی پہ بن جائے پہ کچھ وصل کی صورت نہ دکھا
 یار بیگنا نہ بنے دوست سے کر کے نفقت
 رحم کہ اس دل سکین کہیے سن ے نالے
 جو ر سے تیرے نہ حافظ نے کبھی نالہ کیا
 ناز بس یاد کئے وہ کہ بنا ہی ڈھادی
 تاب طرے کو نہ دی بلکہ مجھے اندادی
 قد نما ہو کہ ملے سرو سے بھی آزادی
 شور شیریں سے ترے سیکھ نہ بوں فرادی
 رام ہو جا کہ نصیبوں میں ہو کچھ توشادی
 دشگیری نہ کرے دیکھے کھڑا اقامدی
 کھائے تو غیر کا غم ہائے مری ناشادی
 ویر آصف پہ یہ دل جا کے نہ ہو فرادی
 قید جس دن سے ہو ازل گئی ایک نازادی

سالما پیروی مذہب زنداں کردم

سالما پیروی مذہب زنداں کر کے
 خود بخود سنبل عطا کی نہیں پائی راہ
 دیکھ تو چل کے خلاف آمد و عادت تو بھی
 بیٹھ اب اس دل ویراں میں مرے گنج مراد
 تو بہ تو بہ لب ساقی سے نہ میں نوش کروں؟
 رندی و عاقلی کچھ بس کی نہیں یاروں کے
 ہو گئے عقل سے اب حرص کو زنداں کر کے
 آئے ہیں پیروی مرغ سلیمان کر کے
 نکلے کو پہونچائیں نشان زلف پریشاں کر کے
 کی جگہ تیرے لئے خانماں ویراں کر کے
 لب چبانے پڑے کیا گوش بنادواں کہے!
 حکم استا و ازل پر ہیں بھی بان کر کے

آج در بانیِ مخلصانہ زنداں کر کے
پھل ملا صبر و دیکھتے احزاں کر کے
چھٹکا گیا جن کو میں بخشش سلطان کر کے
سایا بندگی صاحبِ دیواں کر کے
جو کیا اُس نے کیا خط ہی قرآن کر کے

بارغِ فردوس کی کل لطفِ ازل سے ہو امید
یہ جو پیرتی میں میسر ہے جمالِ یوسف
زیرِ حجابِ فلکِ عیش یہ سب نے کئے؟
کیوں نہ دیوانِ غزل میں ہوں میں اجدائیں
تو بھی حافظِ ساحر خیز و سلامت جو ہو

سرمخوش است و بانگِ بندِ مسکونم

کہ رُوحِ زندگی ڈھونڈتے پیاسے ہیں کوئی
دل آیا دیکھ کے دُرومی کتنوں کی خوشخوئی
تو کھٹ کھٹانے کو دروازہ ہی نہ تھا کوئی
کہ پرورش ہے کسی کی نہیں ہے خود روئی
میانِ مسجد و بُت خانہ کچھ نہ تھی دہلی
تو لالہ باقر حق افتادہ ہوں بہ لبِ جوئی
میں گویا گندہ ہوں گرواں گندہ کی ڈوئی
ہے صیدِ دل کے لئے تیراں کی خوشبوئی
خراب ہوتی ہے انساں کو عافیتِ جوئی
دیئے تڑپڑے جو گر دریا تھی سبِ حوئی

نمروں ہے یہ ہانکے پکائے خوش گوئی
عبوس زہرِ خمارِ طلب میں سُند ملا
اگر نہ پیرِ مناں کھول دیتا دونوں کو اڑ
نہ خودِ دُرومی چمن میں خسوں کو نام رکھیں
خدا گواہ وہی ہر جگہ رہا ہمراہ
بشوقِ زگرِ مستِ بلند بالائست
کشیدہ ایک خمِ چوکاں ہو ابرے جاناں
عبسیر راہِ طلبِ کیمیائے دولت ہو
سنوں گائیں نہ نصیحت تو نا صحائیں لے
منگاکے بادہِ بغتہ اے حافظِ ازلِ پاک

صوفی بیا کہ خرقدہ سالوسِ برشیم

صوفی بس اب یہ مکر کا چلا آتا رہیں
اس دلقِ پُر فریب کے اکڑتا رہیں

نذر و فتوح خانقہ دے کر شرب پس
 زنگیہ ریاسے خرّم کو اُس میں تھارویں
 اسرارِ غیب پرے میں ہونے چھپائے ہیں
 رُخ سے ٹٹا تھا لب وہ متانہ وارویں
 چوکے کے کوہی پُرسِ خلوت میں شیخ کی
 شہا ہر کو لیں و بخت تو سے سب کارویں
 ہم کو نہ دیں وہ روضہ رضواں تو غرق سے
 بھلے جو اُس کا دسمہ ابر و ہلال وار
 لوگوں کے کام آئیں کہ نکتے خدا گناہ
 چوگانِ زر سے گوشتِ خاک ہی کو مارویں
 زیبا نہیں تھیاں حافظ ہے خیال
 جس روز اوداع جہاں کو پکارویں
 چادر سے اپنی پاؤں نہ باہر پسا دیں

صلاح از ماچہ میجوی کہ متا نرا صلا کفیم

صلاح اب ہم سے مت چاہو کہ متوں صلا کہدی
 سلامتِ دستِ نرگس سب کو خستِ فی دما کہدی
 میں چشمِ مستِ ساقی سے خرابِ قنادہ ہوں پھر
 ہر ایک تیر شرہ پر ٹھسے کے سو سو مر جا کہدی
 کما شتا و قد اس کو بخل ہوں۔ یہ شر پایا
 یہ ہمت جین کیوں رکھدی۔ یہ جیتی بائے کیا کہدی
 جگر ایک نافِ نوحں ہو گیا ہے، اور کیا ہوتا؟
 نہ ہو تو مریاں ہم پر۔ پشیمانی اٹھائے گا
 درِ میخانہ ہی کھٹکا۔ کھٹکے گا خانقہ سے کیا
 بچسکا تک عشق میں حافظ دل اس پر نہ گرایا
 نہ اس کی کہ چین زلف از راہ خطا کہدی
 بے دن یاد، پھر کنایہ کب ہم نے کیا کہدی
 کرے باور و گرنہ بات جو تھی ہر ملا کہدی
 بدخمدی گل کی ہم نے صاف بروئے صبا کہدی

صنما با غم عشق تو چہ تدبیر کنم

غمِ الفت کی صنم کیا ترے تدبیر کریں
 کب تک غم یہ سینا لالہ شبگیر کریں

پھر اسی زلف میں بانجھیں آئے پھر کریں
 سیکڑوں جلد میں نکلے کہ تحریر کریں
 جو محلہ لب کہ سراسر انجیس تقریر کریں
 غیر ممکن ہے کہ ہم جیسے دور دور کریں
 ذہن میں نقشِ رخِ خوب کی تصویر کریں
 دل و دین ہا دیں کچھ اور بھی تو فیر کریں
 کان گندے نہ سے و خط و تقریر کریں
 کیا جو تقدیر میں یونہی ہو تو تدبیر کریں

دل دیوانہ اب قابلِ درمان نہ رہا
 مذمتِ جبر میں جو کچھ کہ دل و جان پہ نہی
 زلف سے جملہ پریشائیاں دل کی کہتے
 رنگِ یک رنگ ہیں شاہدِ دے سے صحبت
 جان کشِ نکل کی ہے دیکھنا منظر ہو کر
 ہو اسی طرح اگر وصل کی امید تو ہم
 دور ہو سامنے سے واعظاً آئندہ کبھی
 نہیں امکانِ خلاص اب کوئی غم سے جفا

عاشقِ حُسنِ جوانِ خوشِ نوا خاستہ ام

خارِ غمِ راحتِ جاں کو بدنا خواستہ ہیں
 اب تو سمجھے ہیں کینِ فطرتِ آراستہ ہیں
 بس کے ہر نیچے میں سونا بھی پیراستہ ہیں
 اسی خدمت پہ کمر بستہ و برخواستہ ہیں
 تیری رویت کے جو طالبِ نہ ناکاستہ ہیں
 جو جہیں کششِ دلبرِ نوا خواستہ ہیں

عاشقِ حُسنِ جوانِ گلِ نوا خاستہ ہیں
 زندہ و عاشق ہیں، نظرِ باز ہیں، کُل کہتے ہیں
 حیف اُس خرقہ آلود سے آئے نہ جیا
 جلِ جلی ہے تو جلِ اے شمع کہ ہم بھی شب
 تاسخِ وہ آفتِ دل کے نگہبان نہیں
 جائیں حافظ کی طرح ڈانٹ کے زرِ کارِ بیا

عشقِ بازی و جوانی و شربِ مصلِ فام

عشقِ بازی و جوانی و شربِ مصلِ فام
 جلسہِ اجاب دیا راں ہم نشینِ شربِ مدام

ہم قریب مٹے ہم خوش طبع اور نیک نام
دلبر ایسے حسن و لطافت میں بہار ماہ تمام
نوش ہو محل نگار اور نقل ہو یا قوت جام
درمیان خلد نقل و وضع دارا تمام
دوست فخلص راز دار و ہم قریب کل دست کام
زلف دلبر ہو پچھائے صید کویچ دوم
جو نہ اس عشرت کا خواباں زندگی اس پر کام
بخشش آموز جہاں افروز ہو حاجی قوم

ماتی نگر و بان و مطرب بھر میں سخن
مے بیفت و پاک گویا شکستہ کی
باد گونا گوتیز و تلخ نہ پاک، خوش گوار
بزرگہ ایک دل نشیں ہم شکل فردوس ہرین
صفتش سب کی خواہ ہو پیش عدت با آ
تیج کیلئے عمرہ ساقی ہو پسر عقل پر
جو ہو اس صحبت کا طالب ندی اس پر حلال
نکتہ دان بندہ گو ہے حافظ شیرین سخن

عمریت ماہ راہ غمت و نہادہ ایم

رُو و ریاست آپ کو کیوں رکھے ہوئے
چشم نظر میں وہ خم ابرو رکھے ہوئے
دل بھی ہیں رہن سہل ہنڈ رکھے ہوئے
سکل بنفشہ سر سبز زانو رکھے ہوئے
ہیں ٹھوکر دوں میں ساقی تمہو رکھے ہوئے
سب ککے تیری آدیں ہیں تُو رکھے ہوئے
بیٹھے ہیں بر کرشمہ جادو رکھے ہوئے
ہر دم فرار ہے خم گیسو رکھے ہوئے
کس سخت کو ہے قوتِ زور رکھے ہوئے؛

کب سے ہیں تیری راہ میں ہم زور رکھے ہوئے
ایک ماہ عید وصل کے ہیں ہم نظارگی
جاں نذر اُن دونوں گیسو کو دے چکے
خوشبوئے زلف کے سر سودا خمار میں
پشتینی نیک نامی اجداد نیک نام
محراب و طاق مدرسہ قبل و قال فضل
کیا سحر بوجھائے آنکھ وہ بُسیادِ کار ہم
دل ہوشیار رہے تُو ہی، اپنا تو نقد و خوش
شکر سے کب یہ ہم نے لیا ملکِ عافیت

ہو جائے ایک اشارہ چشم: میدہم
 ہتھیاری عاقلی ہے کہ خود مست و پامپہم
 گدڑی ہے عمرِ امید میں ایک نیم اشارہ کی
 بارِ جہاں رکھ نہ دلی ناتوان پر
 حافظ سے پوچھا دل گشت کیا ہوا
 کب سے ہیں تجھے پر گشتِ ابرو رکھے ہوئے
 زنجیر و بند از جسم گیسو رکھے ہوئے
 تجھ پر نگاہ نہ گیس جادو رکھے ہوئے
 ہیں ان غموں کو طاق پر کمر رکھے ہوئے
 کیا ہیں وہ تیرے حلقہ گیسو رکھے ہوئے؟

عمریت نامن و طلب ہر روز گامے میز نم

ایک عمر سے ہوں و طلب کہ گام ایک رکھا ہوں
 بے مہر دل افروز خود کرنے بس ہر روز خود
 شاید لے کچھ آگئی زبان میں ہی ہو سرور سی
 ہر چند وہ آرام دل بنے نہ دے گا کام دل
 اور نگ کیا کچھ کر کیا، ذکر و فائز ہر کیا
 آخر ہوا آخر قصہ یہ، داخل جائے سب غم غصہ یہ
 پنے سے خود غامی بنیں یہی فطرتا ہی بیٹیں میں
 بہ شفاعت جتوئے نیک نام ایک رکھا ہوں
 دام ایک نیا اور لالہ بھی زیب نام ایک رکھا ہوں
 پونچھوں چمک کر خوش تدو پاس کو کام ایک رکھا ہوں
 فالیں ہی دن بھر دیکھ کر اسید خام ایک رکھا ہوں
 میرا ہو ملک عاشقی اب میں ہی نام ایک رکھا ہوں
 اس کہ خون افسان میں جو صبح نام ایک رکھا ہوں
 رد حانیوں کی بزم میں گنہ شوق جام ایک رکھا ہوں

غم زمانہ کہ پیش کران نمی بسینم

غم زمانہ کی حسد و کران نہیں کوئی
 نشان مرو خدا خفق ہے، کہ کہ پنے مکا
 خواہشہ کو دیں ایک گھوٹ کیا مقدہ
 دو اسوائے بے از غواں نہیں کوئی
 خیون شہر میں اسی کاشاں نہیں کوئی
 یہ اہل دل سے جو عالی جاں نہیں کوئی

نورِ جام میں مکون ہے سیرِ انتریش
نشانِ موتے میاں جس سے لڑن تھا وہ
بارے دید و حیراں پہنچی ہزارِ افوس
نماں جو جب سے وہ قدر جو بیا ہے پرہ
بڑھا سینے کو حافظیہ بحرِ عیاں ہے
تسار و اونچ پہ اب فی زباں نہیں کوئی
نہ ہم سے پوچھے، ہم خود یہاں نہیں کوئی
کہ وہ وہ آہنے صورت حیاں نہیں کوئی
سوائے سر و جز آہِ رواں نہیں کوئی
تماع یہاں سخنِ درِ فناں نہیں کوئی

فانش می گویم وارگفتہ خود و شادم

صاف کتا ہوں یہ۔ اور کہہ کے ہٹا دہی ہوں
طاہرِ قدس ہوں، کیا تم سے کون شرحِ فراق
میں ملک تھا۔ مرا فردوسِ بریں میں تھا تھا
سایہ طوبے و دل داری حور و کوثر
روحِ سینہ پہ ہے نقش ایک الفِ قامت یا
پڑھ سکا کوئی بخشیم نہ مرے طالع کو
جب سے ہوں حلقہ بگوش درِ میخانہ عشق
خونِ دل میرا و مردم دیدہ کو کہ دوں
پونچھ حافظ کے تو زلفوں سے یہ بیلِ شکر
بند و متق دو دِ عالم سے میں آزاد بھی ہوں
بندِ دنیا میں اسیرِ غم و بے یاد بھی ہوں
دستِ آدم سے اجڑا کر ہیاں آباد بھی ہوں
تیرے کوچے کی قسم اب جو بٹھے یاد بھی ہیں
کیا پڑھوں اور پڑھاتے مجھے استاد بھی ہوں
کچھ کعبِ وقت کا مودود میں ناشاد بھی ہوں
مژدہِ غمِ تازہ سے بفریاد بھی ہوں
دل جگر گوشہ آدم کو نہ برباد بھی ہوں
یوں دامِ جوگریں با دمِ نبیاد بھی ہوں

گو فرستے کہ خدمتِ پیرِ نعلِ کشم

نصرت کہاں کہ خدمتِ پیرِ نعلِ کریں
یا پندِ پیران کے طالعِ جواں کریں

برسوں رہے چاوریخانہ دوستو
 تھوڑی کے واسطے نہ تو کھانا کریں
 بڑا کازنگ دیکھئے چھوڑے گا قتب
 جلدی سے زیرِ قلع نہاں کریں
 زور و جوشِ حرام ہے، فرمایا شیخ نے
 فراسے جو وہ چاہتے باہم و جاں کریں
 حافظِ قتب بھونکیں ہمتِ تم کچھ کورسٹ
 چل اس کے پاس اخل و اراہاں کریں

فوتے پر مغالہ رم و عمدتِ قدیم

مہربے پر مغالہ کی بھی یہ فوتے ہے قدیم
 مے حرام اس کو جو دنیا میں ہو بے یار و ندیم
 پھاڑ کر پھینکے یہ دق ریا اور تو کیا
 روح کو صحبتِ ناعنس ہے بس بارِ عظیم
 ارکے ایک چھینٹ ہی شاید جاناں کی پر
 اس طمع پریش ہوں میخانے میں مدت سے مقیم
 حیف کیا صحبتِ دیرینہ فراموش ہوئی؟
 جا لیم حسری، جا کے جہاںِ عمرِ قدیم
 چاہتے اور کوئی چارہ صحت اے دل
 مرضِ عشق میں ناچار دواد اور حکیم
 جمع کر گنجِ معارف کہ ترے ساتھ چلیں
 کہہ دیں غمخسے کہ دل تنگ نہ ہو عمرِ سیک
 دل لیا سینکڑوں امید دلا کر خود ہی
 ایک صدی بعد بھی گزے تو توڑتھا اٹھیں
 سیم و زر گر نہیں حافظ نہ سی شکر بجا
 تھوڑی دولت نہیں یہ لطفِ سخن، طبعِ یلیم
 گل کے مٹی بھی ہوئی ہوں جو مری غمِ ریم
 تھوڑی دولت نہیں یہ لطفِ سخن، طبعِ یلیم

گرازیں منزلِ غربت بسوئے خانہ روم

جس دن اس منزلِ غربت سوئے خانہ جلوں
 ٹھان لکھی ہے کہ رستے ہی سے میخانہ جلوں

خسک نہیں ہو کے بہت غافل و فرزند چلوں
 کیوں نہ گن اس کے میں گناہاں ہر گناہ چلوں
 ہوں نہ مومن جو قدم بھر سونے بیگانہ چلوں
 سجدہ شکر کروں باہمتا شکرانہ چلوں
 تیرے کہنے پہ کہاں تک دل دیوانہ چلوں
 نے پئے ہاتھ لئے یار کا، کاشا نہ چلوں؛

اس عمر سے جو پھروں زندہ وطن کو واپس
 کیا پرا زکشت و مقامات ہے یہ سیر سلوک؛
 آشنا یا بن طریق اب تو کریں قتل بھی گر
 پھر کے دیکھوں وہ اگر ابرے محراب نما
 آج سے پاؤں مرا اور وہ زنجیر زلف
 حافظا کن گھڑی ہو گی جو میخانے سے پھر

گرچہ از آتش دل چوں خم می در جو شتم

خون کے گھونٹ پئے فہر بہ لبوں خاموش
 خود کشتی میں یہ عجب دیکھنے میں ہو خدکوش
 ہندو سے زلف نہاتے ہی ہیں حلقہ بگوش
 گاہے ماہے قہج ایک دو جو بھی کر کوش
 عفو اس کا نہ رکھے بار گنہ ہی بر دوش
 با خلف ہوں جوئی ایک گنہ ہوں خلد فروش
 سینکڑوں عیب ہفتہ کا ہے خرقہ سر پوش
 ڈانٹ کر ہر میخان کہ چکا ایک بار نہ نوش
 شعر حافظ کے کیا چاہیں ہی پھر تو مد ہوش

اٹھتے ہیں ل میں خم کی طرح جوش پہ جوش
 خود کشتی ہے لب جاناں کی تمنا کرنا
 پھٹ چکا وہ خم جاناں سے کہ ہر دم جس کو
 بخدا میں نہیں مغرور ہوں اس طاعت پر
 ہے توقع کہ علی الرغم عدد و روز جزا
 ادا آدم نے دو دیکھوں پہ کئے تھے کوئے
 خرقہ پوشی یہ نہیں غایت وینداری سے
 تے بیوں غیر مرقی یہ نہیں ہو سکتا
 رہن عشق ہے مطرب گراہی ہاتھوں سے

گرچہ افتاد ز زلفش گر ہے در کارم
 چشم امید ہے تجھ پر اکرم یا رنگی
 گرہ زلف بے گونچ میں دشواری

خونِ لیل ہو جو بہا آنکھوں سے خاروں پر
 فاشی پر وہ نہ کہے پڑا جو چھڑا مہربان
 لئے حسرت کہ چاہا چھوڑے اوئے پنج خنجر
 میں نے شاعرِ ساحر کہ بافون سخن
 آنکھ طالع کی مرے نام کو سن لگ ہی گئی
 جڑو صبا کوں کہے جا کے، ادھر یہ نکل
 بے پٹی نکل ریا، دیکھ تو حافظ کی جہیں؟

سرخِ اشک تمہیں سُرخِ رُخسار لگی؟
 قید پڑے کی وہاں پہلے ہی ایک بانگی
 بہری اس دلِ گم گشت کی توار لگی
 شدہ و نگر کی قسم سے مرے انبار لگی
 تجھ سے اب بٹے کرم ہو گی یہ بیدار لگی
 اُس کو ایک جھونکا ہوا کاہن توار لگی
 خاک کس در کی ہو جز حضرت دیوار لگی؟

گرچہ مابندگانِ بادشہم!

یوں تو ہم بندگانِ بادشہ ہیں
 گنجِ درِ آستینِ جیب تہی
 ہوتا یہ حضورِ مستِ غرور
 شاہِ بخت جب کر شہم پائے
 بس عنایت سمجھ ہمیں بھی ہم
 شاہِ منصور جانتا ہے ہیں
 دشمنوں کو پنھائیں لالِ کفن
 رنگِ ترویر ہم سے دور کہ ہم

ورنہ شاہانِ ملک صبح گہ ہیں
 جامِ گیتی نسا و خاکِ وہیں
 بحرِ توحید و غرورِ گنہ ہیں
 اُس کا آمیزہ ہم مثالِ نہ ہیں
 خواب میں بھی تجھے رکھے نہ ہیں
 ڈٹ کے بٹ جائیں پھر جو ہم نہ ہیں
 دوستوں کو دیں فتح کی کلمیں
 شیرِ سُرخ اور افمی سیہ ہیں

قرضِ حافظ کرا دے اُس سے ادا

لب نے حامی بھری تھی ہم کو وہیں

گردست دہر خاک کف پائے نگارم

ہاتھ آئے اگر خاک کف پائے نگاری
 پہنچے ترا پروانہ اگر جاں کی طلب میں
 ہم خاک شدوں کو نہ جھڑک اور جھٹکیوں
 نکلت ہے اُس آغوش کی ہوں غرقۂ امید
 دلہاری عشاق کا افسر رات تھار لفظو
 یہ قلب سیہ پر کئے اگر یار محک پر
 ستراب و فاسے نہ کسی دن ہو، خدر کر
 ساتی مجھے اُس جام سے ایک گھونٹ عطا ہو
 ہے جان عزیز اپنی لب لعل وہ حافظ

گردست دہر در خم زلفین تو بازم

ان ہاتھوں اگر پھر گرہ زلف ہو باز ایک
 وہ زلف مری عمر عزیز اور یہ سہ دیکھو
 پروانگی تجھ تک جو ہو اسے شمع تو ایشب
 میں زند بھلا میری نازوں میں کہاں نیاز
 مسجد ہو کہ میخانہ، ترے خیال میں دل کو
 جس شب مری خلوت میں تری جلوہ فردی

سہر چڑھ کے زمانے کے میں کرتا پھروں ناز ایک
 ہاتھ آئے سہر نہونہ از آں زلف دراز ایک
 دُوں شمع صفت دل کو ترے آگے گلاز ایک
 میخانے میں بے شک ہو مجھے سوز و گلاز ایک
 محراب کہاں ابرو سے دایم رہے ساز ایک
 اُس صبح جہاں میں مرے سر کو بھی فراز ایک

محمود ہو وہ عاقبت کار۔ جو رکھ دے
 ہنسا ہوا دم دیدن صراحی کی طس میں
 سر اپنا نہ عشق میں رکھتا ہوا یا ز ایک
 حافط غم دل کس سے کہوں، وقت یہ وہ ہر
 وہ مست دو ابرو میری پڑھو ادین نماز ایک
 جو جام نہیں چاہتے اب محرم راز ایک

گر من از سز نش بد عیان اندیشم

لاکھ مانع ہو بخمے سز نش بد اندیش
 زہر زندان تو آموز ہے ایک راہِ غلط
 عادتِ مستی درندی سے تو کچھ جائے نہ پیش
 ہو یہ بدنام جہاں اور تو کیا خیر اندیش
 ایک دم سے ہوں اس کم خردی میں بھی تو پیش
 لوگ جانیں تو ترمی جھینٹ ہوں اکافریش
 جس کے نرگان یہ بہرِ رگ جان نہیں میسر
 پلنے دامن کو بچا جب یہ کچھ جائے دل ریش
 تازہ دیکھے کہ ہوں اس قس میں کیا نابردیش
 عارفِ وقت ہوں اور حافطِ راز دل خیش
 شہِ نور یہ سراں دیں کہ لقبِ ساماں
 خونِ دل سے مرے ایک پیکانگامتے پر
 شہِ خونبار میرا یاد کو اے دوست سنا
 چھینٹ اڑ کر نہ پڑے اُس کے لہو کی تھج پر
 حُسنِ ظن اپنا دکھا جس لہ گزر بہرِ خدا
 رند ہوں، شیخ ہوں، کیا کام کسی کو کچھ ہوں

ماہرِ آریہ شبے دست و دعا کے بکینم

ہاتھ اٹھا کر کسی شب یا تو دعا ایسی کریں
 دلِ بیمار چسلا۔ تھانیا یا روجب تک
 یا کوئی سہی جو دے اُس سے بلا ایسی کریں
 چارہ گر آئیں۔ یہ جی جائے دوا ایسی کریں
 پھر پُتپ جائے وہاں نشو و نما ایسی کریں
 آئے پھر ہونہ خفا صلح و صفا ایسی کریں
 خنک ہے بیخِ طرب۔ بے کے خواباتِ حلین
 بے خطا ہو کے خفا۔ تیر لگا چل جو دیا

سینہ بُت خانہ بنا۔ آہ کے ہی لے کر تیر
 دل مدد خاطر زنداں سے طلب کر کہ مباد
 نفس اداس کے یہ بُت حائیں غزا ایسی کریں
 کام نازک ہے بگڑ جائے خطا ایسی کریں
 دل ٹھہر جائے مگرا گوش صدا ایسی کریں
 دم چلا حافظ خوش لہجہ سنا اپنی غزل

مادر گاہِ جلالت بہ پناہ آمدہ ایم

لینے درگاہِ جلالت میں پناہ آئے ہیں ہم
 نکلنے تے ہوئے طے کر کے بہت فشتِ خفاک
 شرم سے آبِ پئے غدرِ گناہ آئے ہیں ہم
 بھگی پڑتی ہے زباں بر سرِ چاہ آئے ہیں ہم
 ایسے گرداب میں غرقِ تباہ آئے ہیں ہم
 عفو کر لبِ تپنے نالہ و آہ آئے ہیں ہم
 سر پر سامان ہے گم گشتہ کُراہ آئے ہیں ہم
 روزِ اول ہی سے خود نامہ پیاہ آئے ہیں ہم
 خیرِ غم نہ ہم سے بھلا کیا ممکن؟

من نہ آں زدم کہ ترک شاہد و ساغر کنم

ہم نہیں ان میں جو ترک شاہد و ساغر کریں
 لالہ ساغرِ گہر، نرگسِ مت ہم بزمِ مفت
 محبت واقف ہے ایسے فعل ہم کتر کریں
 داد گر چاہیں الٰہی تو کسے داؤد کریں
 غوطہ زن ہو کر یہاں اُدنچا کہاں پھر کریں
 بر کنارِ چشمہ خورشیدِ دامن تر کریں
 گر قبولِ فیض خورشیدِ بلند اختر کریں
 تنگ چشمی سے نظرِ بر چشمہ کو تر کریں
 ہم نہیں ان میں جو ترک شاہد و ساغر کریں
 لالہ ساغرِ گہر، نرگسِ مت ہم بزمِ مفت
 عشق کو ہر دانہ ہم خواص، دریا میکدہ
 گرد آلودِ فقیری ہیں مگر آتی ہے شرم
 با وجودِ بینوائی۔ ہوں سیرِ رُوشلِ ماہ
 لطف جانا چاہے دوزخِ یقین چہ حریف کر

کیا خوشامد تیری لے گرد و دُنوں پرور کریں
 عہد پیمانے سے اور پیمان باساغ کریں
 زاہد اگر وعدہ فسردا تر ابادور کریں
 بڑگئے اس میں ہی اب کیا پیشہ دیگر کریں
 ہم بھی جنوں وار نیٹھے درس عشق ازبر کریں
 راہ کو سجدے منقش آشک پر گوہر کریں
 ہم نہ تھے اُن میں جو ایسے چٹکے باور کریں
 اتنی مہلت ہو صلاح شاہد و ساغر کریں
 اندر زوں بونگے ہی کار ورس یا دفتر کریں
 چاہیے پڑھ کر "اعوذ" اندیشہ دیگر کریں

ہے گدائی میں بھی حاصل لطفِ طافی ہمیں
 عہد و پیمان فلک کا کچھ نہیں ہے اعتبار
 آج ملتی ہو بہشت نقد تو احمق نہیں
 شیوہ زندگی نہ تھا لائق ہمارے گو مگر
 گوشہ محراب ابرو میں جگہ ہو کر نصیب
 ہو غنا گیر ایک دم لے ترک شہرِ ثوبتا
 کیسی کیسی سب نے رات کی عشوہ گری
 فصل گل میں توہر کی تاکید لکھوں پرست
 شبنم شفاف سے دھلتے ہوں جب اوراق گل
 تو بہ فصل گل میں حافظ یہ بھی ایک داسجھ

ماسر خوشان مست دل از دستِ ادہم

ہم آشنائے عشق ہیں ہمرنگ بادہ ہیں
 تب جا کے اب یہ ابرئے جاناں کشادہ ہیں
 ہم ہیں ثقایقوں میں کہ باذراغ زاہد ہیں
 ایک داغ ہم بھی بردلِ خونیں نہادہ ہیں
 چھانے وہ بادہ عذر کو ہم ایتادہ ہیں
 فریادے کے راہ سے دُور اوفادہ ہیں
 پڑھئے نہ گز علط تو وہی لوحِ سادہ ہیں

خوش ہیں، مگن ہیں، مست دل از دستِ ادہم ہیں
 ہم پر بہت گمان و ملامت ہوا کئے
 گلِ کتجہ کو صبح جامِ صبحی ہوا نصیب
 خالی ہے ہنرِ لالہ قدح دیکھ تب بچے
 توہر سے گر ہماری ہو پیرِ میناں بلول
 تیرے بغیر رہ نہیں پائیں گے رہنا
 کیا رنگ کیا خیال ہیں حافظانہ بوجھے

ماور و سحر بر در میخانہ نہادیم

راتوں کے دلیپنے صفِ میخانہ پہ چھوڑے
خروں میں رہ سکتے تھے بیش اس سے منافق
مجھ سے ہی ہیں سب پیدل و دین سکھ خدا کا
ہر زاد و عابد کا جلا ڈالیں گے خرقہ
سلطان ازل نے مجھے دی عشق کی دولت
امید نہیں کشتی سرکش تہ کو گرداب
دل دخل دے ہنر تیاں کو لب شیریں
جو بوسہ لب ہاتھ لگے یار کے رگن کر
قانع ہوں نقط خیال پہ آئین گدائی

اوقاتِ دُعاس در جانانہ پہ چھوڑے
بنیاد رکھی شیوہ زمانہ پہ چھوڑے
جو جو تھے گماں عاقل و فزاندہ پہ چھوڑے
یہ داغ جو روشن دل دیوانہ پہ چھوڑے
صدق گنج زرا یک منزلِ یرانہ پہ چھوڑے
ثابت طلب گوہر یکداندہ پہ چھوڑے
ایک تھر لگی دل کے درخانہ پہ چھوڑے
واپس بہ دیانت لبِ جانانہ پہ چھوڑے
حافظ نہ کوئی ہمتِ شانہ پہ چھوڑے

ماہرینِ در نہ پئے حشمت و جاہِ آمیم

مانگنے ہم نہیں کچھ حشمت و جاہ آئے ہیں
رہرو منزلِ اُلفت ہیں عدم سے بوجہ
بارغِ فردوس میں دیکھا تھا ترابِ سبرِ خط
گنجِ روحِ الامیں رکھتے ہیں پٹے گدردن میں
لنگرِ حلمِ بڑا حاشتی توفیقِ ادھر
آبرو جاتی ہے اسے ابر خطا پوش برس!

ڈھونڈتے دستِ حوادث سے پناہ آئے ہیں
جھیل کر فاصلے اور سختی راہ آئے ہیں
تجھ سے لینے دہی ہم ہنر گیاہ آئے ہیں
جھولی ڈالے ترے دروازہ پر شاہ آئے ہیں
تجھ میں اسے بحرِ کرم غرقِ گناہ آئے ہیں
پیش دیوانِ عمل نامہ سیاہ آئے ہیں

دُور رکھ خرقہٴ پشمینہ کو ہم سے حافظ ہم لئے فافلے میں آتش آہ آئے ہیں

مازیارال پشم یاری دہشتہم

ہم تو یاروں سے تجھے یاری جانتے کیا غلط یہ بھی ہمارے دھیان تھے!
 کب پہلے کیا جانیں کل دوستی ہو دیا ایک بیج یہ ہیں جانتے
 گفتگو آئین درویشی نہیں ورنہ دل میں موجزن طوفان تھے
 تیری آنکھوں پر برستی جنگ تھی صلح سمجھے ہم بھی کیا نادان تھے
 بحث تو اتنی بڑھے رنجش نہ ہو؟ پاسِ خاطر دونوں تھے پہچانتے
 گلبنِ حسنِ آپ کب دلکش بنا ان دعاؤں کے کرم احسان تھے
 دیکھ کر مایل تھے انہیں اپر بجھ گئے جو وصلے ارمان تھے
 دل دیا حافظ نے خود اپنا قصو وہ محصل نہیختے تو مانتے

مانگویم بدو میل بناحق مکینم

عیب و ہر گویا طرفدارِ یاریِ ناحق نہ کریں رُوسہ کر کے کوئی چہرے کی رونق نہ کریں
 بیدھڑک دفترِ دانش کی نہ کر دیں تعلیم سحر و اعجازِ جہا چہ نہیں طق نہ کریں
 نہ کریں نصیبت درویش و غنی تھوڑی بھی ہر بُری بات مناسب ہے کہ سطلق نہ کریں
 خوش گزرا آئیں نظر دیکھنے والوں کو مگر رشکِ اسپِ سیہِ زینِ مفرق نہ کریں
 پاش کرتا ہے فلک کشتیِ اربابِ ہنر قابلِ تکیہ نہیں کس معلق نہ کریں
 اب زمانِ پئے شہرِ جوہرِ آداب تمام بوجی اس کی وہ بے صافِ مروت نہ کریں

کیوں بری سے کسی حاسد کی پڑے بیچ میں دو
ہو شہنشاہ جہاں گوش با حق نہ کریں
بر سر حق نہیں دشمن تو لڑائیں کیوں حافظ
حق بجانب ہو اگر سرزنش حق نہ کریں

مرامدیت با جاناں کہ تا جاں بدن ارم

دیا ہے عہد جاناں کو کہ جب تک جان تن میں ہو
کرے شمع چگل سے دل فروزاں خلوتِ باطن
بقدر آرزوئے دل ہمیں خلوت ہو خود حاصل
اگر صد شکر غوہاں چڑھ آئیں دل پہ کیا طاقت
خدا را اے رقیب آنکھ اپنی جھپکائے ذرا شب
خرا ماں گلشن اقبال میں ہوں جس کے حُسن کس کا
بجائے نقشِ عمل لب پہ دعوائے سلیمانی
وہ جام خوشگوار اپنا وہ ساتی کون؟ پیارا اپنا
مئے گھر میں ہو خود وہ سر جس کی چھاؤں کی ٹھنک
نہ روک اسے پیروزانہ مجھے جانے سے مینا نہ
ہو ازمدی میں حافظ شہر ان تقودں پہ کیا ڈھو

ہو اداری ترے کوچہ کی دم کے ساتھ میں ہے
فروغ دیدہ ظاہر تو اُس مادِ حق میں ہے
ہمیں کیا خوف بدگوئیوں سے اُس کی آہن میں ہے
وہ طاقت حق نظرِ میرے بتِ شکر شکن میں ہے
لب خاموش سے دل اُس کے نہاں کچھن میں ہے
نہ لالے میں نہ نسریں میں نہ گل نے یاسن میں ہے
پناہ اسمِ اعظم میں ہوں ڈر کیا اہرن میں ہے
بتاؤ کریں کیا یار یا سائیں پر یازن میں ہے
نہ سرو بوٹاں میں ہے نہ شمشاد چمن میں ہے
کہ قصدِ ترکِ پیما نہ دل پیاں شکن میں ہے
مرا بھی ہاتھ دامنِ امین الدینِ حق میں ہے!

مرحبا طایر فرخ رُخ فرخندہ پیام

خیر مقدم ترا اے نیک قدم نیک پیام!
یارب اُس قافلے کا لطف ازل لایہنا
جم جم آہِ فردہ سنایا رکا گنہ کوچ و مقام!
جس نے دشمن کو حق دلا دیا دوست کو رام!

جس کا آغاز نہیں اُس کا بھلا کیا انجام
 مَنْ لَمْ يَشْكُلْ دَوَاعِيَ عَجْبًا كَيْفَ يَنْتَهِم
 ذَاكَ دَعْوَاهِی وَهَآءُ نَتِّ ذَٰلِكَ الْاِیَّامُ
 سِرِّدِکَا اِنْطَحْنَا اِجْعَانِیْس۔ لَمْ یَخْرَامِ
 دَانُ خَالٍ بِہِ تِیْرَے ہِی پھنسا اُن کے دم
 لکھ پڑے شیخ اتر خرقہ ہوا تن پہ حرام
 طاق و محراب میں رہتا ہی ہوا لشد کا کلام

میرے اور اُس کے علاتے کا نہ پوچھو یا یاں
 کیا میرے دیدہ خوبا کے آرام کی شکل
 نہر باں مجھ پہ نہ ہو گا نہیں ہو گا ہرگز
 گل کا اترانا بڑا حادثے دکھا رنج بخدا
 شاخِ سدرہ پہ جو تھا نعمہ نوا طایرِ روح
 زلفِ دلدار تو زنا رہنمائی ہو ہمیں
 سیلِ حافظ کو ہے گر جانبِ بڑ کیا ہے

مرد کہ در غم ہجرت از جہاں برویم

یہ دیکھ اُٹھتے ہی اُٹھتے ترے جہاں سے چلے!
 وگرنہ ہم یو نہیں بیکار اس جہاں سے چلے
 ذرا سا کام ہے یہ بھی نہ اُس اہاں سے چلے
 یہ ہوش جائیں وہ تھامے۔ کچھ کہاں سے چلے
 نہرا حیف کہ محروم آستیاں سے چلے
 پہنچ ہی جائیں گے ایک ن جو اُس نشان سے چلے
 جو اور حکم تھے اُن پر تو چشمِ دجاں سے چلے!

ٹھہر کر جاتے ہی تیرے ہم اپنی جاں سے چلے
 بلا دے ہونٹ کہ قربان اُن پہ ہو جائیں
 روا نہیں کہ لبوں پر ہو جان مرنہ سکیں
 الہی پھر بھی ہو ایک بار وہ دہن پہ دہن
 گدا کے کوچہ ہے تیرا تجھی سے مانگتا ہے
 پتہ دے وصل کا جس راہ سے وہ ممکن ہو
 یہی نہ کہنا کہ حافظ یہاں سے جا، لشد

مزن بردل ز نوک غمزہ تیرم

نہ مارے نوکِ غمزہ سے جو تیرا ایک
 دکھائے چشمِ بیارادِ خسریہ بر ایک

نصابِ حسنِ کمال ہو چکا ہے
قدح بھر دے طفیلِ دولتِ عشق
فضائے سینہ ہو اور دوست ہی دوست
بہر جامِ دستِ رب ہی ہو وہ بھی
نہیں کچھ پوچھ جس غوغا میں۔ یہ ل
وہ طائر ہوں جو ہر شام و سحر گاہ
اجارہ میفرشو! شرط یہ ہے:-
خوشا وہ دم! جب استغنا کا عالم
بہت سے گنجِ سینے میں بھرے ہیں
اٹھایا ہاتھ حلقہ سے جو دیکھا

نر کو قبابِ پائے میکن فقیر ایک
جو ان سخت جہاں ہو جائے پیر ایک
نہیں رکھتا فیکر اپنا ضمیر ایک
جو تفتی قلم کھینچے لکیر ایک
ترا پیر مٹاں منت پذیر ایک!
مٹے عرشِ معلّے سے ضمیر ایک
یہ ہاتھ اور جامِ زمانہ وقتِ اخیر ایک!
غرض رکھے نہ از شاہِ دوزیر ایک!
نظر آتا ہوں دشمن کو فقیر ایک
ہے ساقی اس کا یار ناگزیر ایک

مردہ وصل تو کو کر سرجاںِ برہنیزم

مردہ وصل سدا دے غم جہاں سے چھوٹوں
ہر بار ان ہدایت کو خدا برسا دے
قسمِ الفت کی پکار سے جو توبندہ کہہ کر
بے سے و نعمت ہی آگور پہ، خوشبو سے تری
پیر ہوں بھینچ کے پہلو میں سلائے شب بھر
سنگِ درجان، یقیں مان تری چو کھٹ سے
سرو بالا جو دکھائے بُتِ شیریں حرکات

طائرِ قدس ہوں میں ام جہاں سے چھوٹوں
خاکِ اُڑ کر نہ میں گردِ بارِ ماں سے چھوٹوں
ہوں سلطنتِ کون و مکان سے چھوٹوں
جی اٹھوں، قصِ کمالِ گناہ سے چھوٹوں
ایک جو اس صبح کو آغوشِ جاں سے چھوٹوں
زلزلوں سے نہ میں آفاتِ ماں سے چھوٹوں
حافظِ آزاد ہوں غمائے جہاں سے چھوٹوں

من ترک عشق بازی و ساغر نمی کنم

اب ترک عشق بازی و ساغر نہیں کروں
 باغ بہشت و سایہ طوبیٰ؛ قصر و حور
 کافی جہاں میں اہل نظر کو اشارہ ایک
 سر کے بھی صبح ہوش نہیں ہوتے جب تلک
 زاہد کہتے یہ طعنہ زنی ترک عشق کو
 معقول بحث پر مٹاؤں نہ کیوں سنوں
 پی جاؤں؟ تھکا ہے اعطاکہ مے خور
 تقویٰ یہ بس کہ دعا غلو کی جبرص سے کبھی
 حافظ جناب پر مخاں ہو وفا کا گھر

سو بار تو بہ کر لی مکر۔ نہیں کروں
 اس در کی خاک کے بھی برابر نہیں کروں
 ایک کر دیا اشارہ دیگر نہیں کروں
 میخانہ میں ہنر کہیں سہ نہیں کروں
 ”شایان بنگ نیست ہر روز نہیں کروں
 زاہد ترے حال کو باور نہیں کروں
 کچھ التفات بولے اگر خرنہیں کروں
 ناز و کشتہ بر منبر نہیں کروں
 ہرگز جدا جیس میں یہ در نہیں کروں

من کہ با شتم کہ بر آں خاطر عاظر گزرم

مجھ گدا کا ہو تری خاطر عاظر پہ گزرم؟
 دلبر! بندہ نوازی یہ کہاں سکی تھی؟
 ایک دعا ہر تہ راہ کر لے طائر قدس
 اسے نسیم سحری کہتو با داب تمام
 شاد وہ دن کہ روانہ ہوں میں اس منزل
 خلوت خاص تلک راہ نمائی ہو میری

یہ غایت! ترے قدموں ہی میں کھڑے ہوں
 پاس والوں نے سکھائی یہ نہیں ہے باور
 راہ مقصد ہے دراز اور میں نا کردہ سفر
 کہ فراہوش دعا میں نہ رہوں وقت سحر
 اور ترے کوچے میں پائیں رفا میری خبر
 ہے پیوں ساتھ ترے سائے غم سے چھٹکر

پایہ نظم بلند اور ہما گیر بھی ہے
شاہِ بحرین دہن میں سے ہرے گہر
گوہرِ جہل کی خاطر جو یہ شایاں حاشا
وہ بحرین نہیں غوطے لگیں آٹھ ہر

من و وسداہ روئے خوش و موئے دلکش

بھاتی ہے مہں کھی بھبے بارہی دلشی
مہوشی خیم مست کی گالوں کی بخششی
عاشق کو ناگزیر ہوا ایک سوزِ تیلِ شمع
جلتے کو کیا جلانے گا اے سوزِ تیشی
شیرازِ معدن لبِ لعل اور کانِ حن
میں جو ہر تہیِ مفلس و لائقِ مٹوشی
میں آدمِ ہشتی تھایاں کے طرہ شد
ہو اب گلے کا بارِ حسینوں کی ہوشی
وہ خیمِ مست دیکھی ہو اس شہر میں کس
بے میکشی ہی رہتی ہے اللہ سے خوشی
ایک شہرِ بزرِ عجائبِ شش جسکے خیم
پیسے کے نام پاس نہیں گولی بخششی
رازِ ازل کی پوچھنی چاہو اگر ایک مق
کروں میں پہلے ایک دو پیمانہ میکشی
حافظِ عروس طبع کو ہے جلوہ آزد
یہاں آرسی ہے آہ کی تا آسمانِ ششی

نازِ شامِ غریباں چو گریہ آغاز

شروعِ شام سے غربت میں گریہ کا آغاز
بغیرِ بچہ ہی ہے دل کو ارادہ پر داز
بیادِ یار و دیار اس قدر ہوں زار و فزا
کہ راہِ درم سفر کا الہی ڈوبے جہاز
کہاں دیا حبیب اور کہاں بلا و قیسا
دیارِ کوہِ پونچھوں میں آیا صاحبِ با
خضر خدا کے لئے کچھ مری مدد کر دے
خودِ ضعیفی سے میری مواخذہ مت کر
کہ قصرِ میکدہ ہی سے ہوں پھر علم افزا
ہو ایک طفلِ صنم پر یہ دلِ محبت باز

سو انیم و صبا کس سے جان یا پہچان
ہوا سے منزل یا ر آب زندگانی ہے
بجز ہوا بھی ہے کوئی عزیز اور ہمارا
صبا خدا کے لئے کیلئے کیلئے شیراز
بہا ایک آنسو کیا راز فاش ہوا رپوش
گلہ کیا غیر کا حافظ جب اپنا خود غماز

ہر چند پیر خستہ شدم ناتواں شدم

ہر چند پیر خستہ ہوا ناتواں ہوا
سادہ تھا کل ورق برے حرفِ جو
آیا ادھر وہ یادِ اُدھر میں جواں ہوا
کتب میں آج عشق کے میں کٹھن اں ہوا
جب سے میں ساکن در پیرِ میناں ہوا
کم مجھ کو خوفِ فتنہ آخر زماں ہوا
تا انتہائے مقصدِ دل کا مراں ہوا
ساغرِ بکفِ مرادِ دل دوستاں ہوا
ہر چند میں کہوں کہ چنیں اور چناں ہوا
میں جس کے سائے مہلِ باغِ جناں ہوا
گر راجہ تیرین کے میں جھک کر کہاں ہوا
باز آ میں مغفرت کا بھی خاصاں ہوا
پھوٹے پھلے سدا وہ مرا گلبنِ جواں
در شاہِ رو دولتِ سرِ تختِ بخت
قسمت اشارہ سوئے خرابات ہی کرے
میں سال و ماہ سے نہیں بڑھا وہ یونا
شب مجھ کوئے گئی یہ بشارت بھی فنا
باز آ میں مغفرت کا بھی خاصاں ہوا

اے نور چشم من سخنِ ہمت گوش کن

اے نور چشم کہنا جو کچھ تجھ سے گوش میں
کہہ دی یہ آزمائی بزرگانِ پیر کی
بسرِ بزمِ جام ہو تو سبھی ناؤ نوش میں
بڑھا ہوا جو ان کے اسکو گوش میں

ہاتھ آئی زلفت یار مگر ترک ہوش میں
یہ لطف پائیں گے علی سے فروش میں
سر رکھ دے پائے یار نصیحت ہوش میں
ہمتیار! گوش دل ہو پیام سر دوش میں
اے چنگ نالہ کش ہو تو آدھ ہوش میں
ایک لطف کی نگاہ قریح درد ہوش میں
دوسے بوسہ نہ رہا فطرت پیہر ہوش میں

یکجی: ہوشمند پہ پڑتی کسند عشق
تبیح و خرقہ دین گئے نہ کچھ لذت و سُر
حاضر ہو دو منتوں کے لئے جان مال سے
نواہر من کے دوسے ہیں راہ عشق میں
برگِ نوا تبساہ ہو ساز طرب جلا
ساتی بھرا پر اسے صافی سے تیرا جام
سُرت جب تباہے رافاں پہن کے آ

افسر سلطان گل پیدائش از طرف چین

گل کا آنا ہو مبارک تم کو اے سرور چین
لوگ بھی بیٹھیں قرینے سے بجائے خوش چین
بوسے رحمت سے ہم آغوش آتی ہو باو چین
اسمِ اعظم نے کیا اس پر سے دفعِ اہرین
شہسوار آ کر ہوا میدان میں چوگانِ چین
بوہن مالِ عدل داد اور ہود و کانجِ چین
شاہناموں میں ہو اب تک استانِ چین
دشت سے ایران میں کے نافہ متکِ چین
رخ سے برقعِ بر طرفِ طرفِ کلہ میں تکیں
جامِ بختی ہم کو جامِ زر سے خود ہو کر مگن

شاہ گل کے تاج کی چکی گستاں میں کرن
کیا ہی زیرِ پا ہو شستِ خسروی اپنی جگہ
تا ابد آبادِ خیر یہ جس کے ور سے دمدم
خاتمِ جم کو مبارک فالِ حُسنِ خاتمہ
نخک چوگانِ فلک کو رام کر کے زیرِ راں
رکشت زار ملک کو رکھ تازہ آبِ تیغ سے
شوکتِ پورِ تنگ اور اس کی عالمگیر تیغ
کیا عجب گر ہو کلفتِ تیری بوسے خلقت سے
منتظرِ خلوت نشین ایک جلوہ خوش کے ہیں آ
ساتی بزمِ آناک سے صبا جا عرض کر

عقل سے کی مشورت بولی کہ حافظ پی شراب ہاں پلائے سا قیامِ شکارِ موثرین !

اے خسروِ خوباں نظر سے گدائے کن

اے خسروِ خوباں نظر ایک سوئے گدا ہو
حسرتِ دل درویش کو ہے ایک نظر کی
ہے چاند کو دعویٰ کہ وہ ہم کل ہے تیرا
اے سرورِ رواں بزم میں آجائے جو اکدم
شمعِ وگل و پروانہ و بیل ہیں سبھی جمع
دل باختوں پر جو رو جفا تا بکے آخر
مت سن تو کسی دشمن بدگر کی خدارا
رحم اس سرورِ پا سوختہ پر بھی تو شہا ہو
اس چشمِ بیہ مت سے گردِ دیکھئے کیا ہو
منہ اپنا دکھا دے کہ وہ انگشتِ نما ہو
ہر جائے صد چاکِ نیابن کے قبا ہو
تنہائی پہ اب تو مری دل نرم ذرا ہو
آہنگِ وفاء ترکِ بھا بہرِ خدا ہو
کہ حافظا میکین سے اپنے جو وفا ہو

اے رشتے ماہِ منظر تو نو بہارِ حسن

صورت یہ چاند سی تری لے تو بہارِ حسن
ہے چشمِ پر خمار کہ جا دو بھرے ہوئے
غوبی کے آسمان پہ چمکا تھا کب یہ چاند
شیریں تری ملاحوں سے عہدِ ببری
اس دامِ زلف و دانہ مشکیں سے بھریں
ہوٹوں پہ تیرے کیوں نہ بنفشہ ہوتا زہ تر
حافظ بھی ڈھونڈھ ہار نہ پائی نظیرِ دوست
یہ خط و خال مرکبِ لطفت و مدارِ حسن
ہے زلفِ در فرا کہ ثابت قرارِ حسن
اس قدسا کب تھا سرو لب جو بہارِ حسن
فرخندہ ان لطافتوں سے روزگارِ حسن
ایک مرغِ دل نہیں نہ ہوا جو سکارِ حسن
آبیحات پیتی ہے بر جو بہارِ حسن
دیار اور کون ہو تجھ میں دیارِ حسن

اے لب آب حیات وائے قدتِ سرِ حمن

لب ترے آب حیات اور قد ترا سرِ حمن
مثل ابرودیکھا کن آنکھوں نے کس نے کہا کہ
رشتہ جاں ہو کسی کا یا سرِ مٹو ہے ترا
ایک بوسہ پر بگڑ کر ہونٹوں میں مت چبا
گل نے گلشن میں تھا دیکھا رخ ترا سرِ روا
تیری ہی صورت کا دیوانہ ہوں اپرہیں
تیری الفت میں حافظ تو خوں بچھ پر ہوا

رخ ترا خورشیدِ خاؤ خط تر مشکِ ختن
عل لب سا بھی حقیق اب تک پایا دھن
دلیج گوہر ہو دھن دنیاں ہیں یادِ رخت
زخم پر چرکا نہ ہے جانِ حزیں کو جانِ من
چاک کرنے میں ہو اب تک شرم سے گلِ پیرن
جانے ہیں آئینہ کار اس کو یہاں سب مردوزن
لے نہ تجھ سے اس کا بدلہ روزِ محشر ذوالمنن

بالا بلند عشوہ گر سرو ناز من

کیا کہتے اس شیرِ برقدِ سرو ناز کو
کیا کی فیضِ آہ یہ پیری و علمِ ذرہ ہا
اس بڑے دیدہ نے بھی لگائی ہو ایک لگ
ایمان کی بھی خیر نہیں آتی اب نظر
وہ مست ہو کہ یاد بھی اجاب کی نہیں
یارِ بدہ کب چلیگی ہو ا جلی بٹے خوش
خندان میں عینِ گرین میں ہی شلِ شمع
ثابت نشانِ گرین ہیں اب تک تو نقشِ آب

کوہ ہی کر گیا مرے زہدِ دراز کو
دیکھا بھی میرے دیدہ معشوقِ باز کو
آفاق بھرمیں فاش کیا میرے راز کو
محرابِ ابرو سے وہ زلّیں ہیں ناز کو
یادش بخیر اساقی مسکین نواز کو
جنش میں لائے اُس کرم کارِ ساز کو
اُس نگدل میں کیا ہوا اثرِ سوز و ساز کو
کب کب کھیں دیں لباسِ حقیقتِ مجاز کو

محمود پورا ہوئے لگا جب ایابِ عمر
میرا یاز و کتا سدا حارا یاز کو
زادہ ترمی نازوں سے نکلا نہ کوئی کام
لا کام میری مٹی و سوز و نیاز کو
حافظ کو غم نے کھایا دے کوئی اطلاع
اُس شاہ دوست پر در دشمن گداز کو

بہارِ گلِ حربِ انگیز گشت و تو بہ شکن

بہار ہے حربِ انگیز اور تو بہ شکن
بٹائیں سر سے گلشن کی خار غم کی چھجن
دہنیم سے کیا کھل کھلاتی ہیں کیا
ہوئی ہیں جامہ سے باہر ہی پھاڑ پھین
صبا کی شوخی نے گوندھے ہیں گرو گل چھن
سینکھ گیسو سے سنبل ہیں زیب دئے سمن
عروسِ غنیمت لدی زبوروں میں اتارے
تو ہوشِ عقل ہیں پتراں بوجہ احسن
پکار بلبلِ شوریدہ کی نفسیر ہزار
یہ وصلِ گل کے لئے زور شورِ قلبِ حزن
طریقِ صدق کالے آبِ آبجو سے سبق
بسکھائے راستی آراوگی سر و چین
غم زمانہ دے۔ لے جام ہاتھ میں حافظ
بقولِ مطرب و فتویٰ پیر صاحبِ فن

بشکنِ جہتِ زنداںِ نظرے بہتر ازیں

ڈال پھر کے سوئے زنداںِ نظر ایک بہتر ازیں
جانبِ میکدہ فرما گزرا ایک بہتر ازیں
لطفِ سنجب ہیں حق میں سران ہونوں کے
تدعا اور ہے دل کا گرا ایک بہتر ازیں
غور سے جس کے گرہ کار جہاں کی کل جائے
پھر وہ فرمائے دوبارِ نظر ایک بہتر ازیں
دل نہ کیوں دئے دلا رہا ہو غش کب دیکھا
پہلوئے دہر سے پیدا پسیر ایک بہتر ازیں
ناصح کتا ہو کہ جز غم ہو صفتِ عشق میں کیا
تو ہی تباہ دے نہ اچھا ہنر ایک بہتر ازیں

ان لے دل جو کہوں، تمام قہج چوم جام
دے سکے اور صلاح کیا بشر ایک بہتر ازین
کلب حافظ ہے عجب شاخ نبات و شکر
ہے کسی باغ میں مٹھا ثمر ایک بہتر ازین؟

چو گل ہر دم بھویت جامہ برتن

بنوں گل ہو وہ نکلت جامہ تن
کروں ٹکڑے گریباں تا بہ دامن
ترا تن دیکھ کے پڑے کئے چاک
نہیں گل مست ہے گویا بہ گلشن
وہ تن در جامہ گویا بادہ در جام
وہ دل سینے میں یا چاندی میں
مجھے مکمل پانا دل کا تجھ سے
نکھ کیا چپس لینا دل کا پرفن
بقول دشمنان برشتہ ہم سے؟
ارے دیکھا کہیں بھی دوست دشمن؟
چمک بھی اشکباری میں دکھا چشم
یہ سوزِ دل ہو لوگوں پر بھی روشن
نہ جا سینے سے یہاں آہ جگر سوز
نکل جائے نہ چھت میں کر کے روزِ ن
نیوں سیارہ دل زدند ظالم
ہے ان کا سب سے اونچا سر پہ سکن
دل حافظ ہے اٹھا اس کے اندر
نہ سرے پاؤں تک ہو زلت افکن

چند انکہ گفتم غم با طیبیاں

احوال سن سن کھسکیں طیبیاں
دیکھے نہ کوئی نبضِ غریباں
کہہ ڈالا اس سے حال نہان بھی
کہہ ڈالیں جیسے پیش طیبیاں
ہاتھوں میں ہر دم کاٹا لے ہے
صد شرم اسے گل از عندلیباں
درجِ محبت کی مرگم ہے
ہے ہے نہ ہو یہ کام رقیباں؟

اے منعم آخر بخوان نعمت
خردم کب تک ہم بے نصیبان
حافظہ ہوتا رسوائے عالم
سنا اگر تو پند او یساں

چوں شوم خاکِ مہشُ امنِ بقیانِ زمیں

بن جاؤں گر خاکِ گردِ امنِ جھک کر ہو دوں
نغمہ گریو روں شمعِ ساں مہشِ دے دھجھ پر نسلِ صبح
رخسارِ رنگیں تر ز گل، ہر ایک کو کھلاتا پھرے
پیا سادہ میرے خون کا، میں تشنہ لب، دیکھئے
آنکھوں کو دی دل نے صلاحِ جی بھر کے ایک دم دیکھو
نرہا دوں افسوس کیا ملنی سے گریں جانِ دوں
حافظہ سبق یہ عشق کے تجھ سے رہیں گئے یادگار
چاہوں اگر دیکھے ادھر لکھیم چمک کر ہو رواں
ربنجیدہ خاطر ہوں اگر بن کے رنگ کر ہو رواں
کدوں جو لازم ہے حیا نہ مجھ سے کھٹک کر ہو رواں
پھینوں میں بوسہ یا چھنے مجھ سے کھٹک کر ہو رواں
بلیں ابھی ایک جسے خوں ٹپ ٹپ ٹپا کر ہو رواں
شیریں قصص، بجائیں یہاں شیریں شکر ہو رواں
گایا کریں گی بلبلیں اب تو چمک کر ہو رواں

خوشتر از فکرِ دجامِ چہ خواہر بودن

خوشتر اس فکرِ دجام سے کچھ اور بھی ہو؟
سے پیس، اکھائیں نہ غم، پندِ مقلد نہ نین
غمِ دل کھانے ہی میں ختم پہ پہنچے ایام
مرغِ کم حوصلہ جا۔ دام کجا۔ جسم کجا:
پیرِ نغانہ نے کلِ خوب نعمتے میں کسا
ہو پینے کی کما فی تو کسی کام پہ مرن
بے خبر کر دے جو انجام سے کچھ اور بھی ہے؟
پوق تر اس سخنِ عام سے کچھ اور بھی ہے؟
ہو کے فارغِ غم و ایام سے کچھ اور بھی ہے؟
تو نے جانا کہ غرضِ دام سے کچھ اور بھی ہے؟
پڑھ کے فرجامِ خطِ جام سے کچھ اور بھی ہے؟
ہے یہی جبکہ نہ ہو کام سے کچھ اور بھی ہے؟

دل حافطت و چنگ و غزل بھلایا جز سزا کیا مرے انعام سے کچھ اور بھی ہے؟

خدا راکم نشیں باخرقہ پوشاں !

چھٹیں بٹہ ! یہ تجھ سے خرقہ پوشاں
بسی ان خرقوں میں بدبو ہے، ان سے
تو نازک طبع تا اب اس کی کہاں ہو
کہاں کا درد ان صوفی دشنوں میں
فریہوں سے ہو ان ساویسیوں کے
بنا کر مت پھر ستور کیوں ہے؟
لب میگوں و چشم مت دکھلا
تیں زندان بے سماں - ہو کو شاں
بسا خوشتر قبائے میفروش
کہ جھیلے زورِ مشتِ دلق پوشاں
صفا تر ان سے دُرِ بادہ نوشاں
صراحی نوں بلب - بر بط خروشاں
نہ دے کر نوش ہو پھر زہر نوشاں
تمنا میں بے تعلیں ہے جوشاں

خدا حافط کی طبع گرم سے کر

ہے سینہ اُس کا مثلِ دیگ جوشاں

دو یار ہم داز بادہ کھن و من

دو یار ہم نشیں، اور بادہ کھن، دو من
یہ ہاتھ آئیں تو دنیا و عاقبت کو نہ دوں
کچے جو کچھ فضاغت یہ گنج دنیا کو
خمش گوشے میں بیٹھا ہوا تماشہ کر
بیانِ واقعہ و شرحِ غم شرب سے ہو
فراغت اور کتاب اور کوئی گنجِ حین
زمانہ بھر مرے سر پر کیا کرے جھن جھن
فروختِ یوسفِ مصری ہو بے ہاؤشن
عواذاتِ زماں بانباتِ قند دہن
نہ ہو بھروسہ کسی پر دریں زمان و زمن

ان آنندھیوں میں حوادث کی کیا نظر آئے
یہ سچ آئینہ پر طرفہ نقش بند ہی غیب
چھلے وہ صحنِ چین میں سموم کے جھکڑ
نگار اپنا کیمنوں کے ہاتھ میں ہیماں!
نہ مبتلا ہوا اے دل خدا خواستہ کیوں
نہ فرق لائیں گے رستہ کا رخاں
مزانِ دہر ہے ناساز اس بایں بلائیں
پڑیں قلائے وہاں گردنِ سگاں میں عجب!
گلے میں اے نہ حافظ کے کوئی بٹ کے رن؟

دانی کہ صیت دولت دیدار دیدن

دولت ہے کیا۔ وہ ہم کو دیدار دیدیں
دل تنگ کیوں تیں گلشن میں نہیں کے مثلِ غنچہ
باد صبا سے جھک کر کچھ گوشِ گل میں کہہ دیں
آخر لول ہوں وہ دانتوں سے ہاتھ کاٹیں
بلنا یہ صد نصیحت! پھر یہ دورا بہ منزل
جاں سے تو ہاتھ دھونا آساں ہو یا دلکین
ہم لیں گدائی تاج شاہی آمار دیدیں
پیرا ہن آبرو کو کر تار تار دیدیں
بلبل سے رازِ آفت سن استہار دیدیں
لب تک جو ہونٹ لاکر بوسہ نہ یار دیدیں
ہرگز نہیں بلائے گو جان زار دیدیں
استغفا دوستوں کو کس طرح یار دیدیں

نشاہِ تجلای ہی بیٹھا حافظ کو شاہِ منصور

یا دگدا پھر اس کو پروردگار دیدیں!

دلم را در سر زلف تو مسکن !

مرے دل کا ہے تیری زلف مسکن
جو دل پھلے زمیں پر ہمہ زلف
اندھیرے میں جو تُو اے شمع آجائے
ارم درکار کیا ہے تیرے ہوتے
نہ وصف سر و قد سے بیٹھوں خاموش
نہ جھپکے مور جھیل کی جھپکیوں سے
نہ موڑے غم سے منہ ڈرہ ہرگز
بجز حلقہ کے لطفِ عشق بازی

نہ موڑ اُس کو نہ بچی چھوڑ پُرفن
بنہالے پاؤں کی کرنے نہ روندن
معا ہو جائیں دونوں دیدے روشن
جدھر دیکھو اُدھر گلشن ہی گلشن
ہمہ تن گرز باں میں بھی ہوں سون
گس بیٹھے پہ اڑ کر جائے فوراً
ذرا بھانکے تو ہزار راہِ روزن
کہے گا کون یوں برو جہِ حسن !

دلبرِ جاناں من برو دلِ جان من

دلبرِ جاناں مرے - یجا دلِ جاناں مرے
اے لبِ جاناں مرے جانِ تنِ قوتِ دل
روضہِ رضواں مرے ہیں درو دیوارِ دوست روضہِ رضواں مرے
دیدہ حیراں مرے والہ و شیدا ترے دیدہ حیراں مرے
یوسفِ کنعاں مرے مصرِ راحت ہے تو
سر و گلستاں مرے قد و رخِ دستاں مرے

یجا دل و جاں مرے دلبرِ جاناں مرے
جانِ تنِ قوتِ دل لے لبِ جاناں مرے
ہیں درو دیوارِ دوست روضہِ رضواں مرے
والہ و شیدا ترے دیدہ حیراں مرے
مصرِ راحت ہے تو یوسفِ کنعاں مرے
قد و رخِ دستاں مرے گلستاں مرے

حافظ خوشخواس مرے جان کمال غیاث جان کمال غیاث حافظ خوشخواس کے

زور و آدشتان مامثور کن !

اٹھا دے برقع شہستان دل مثور ہو
ہمہ کئے دل جان مکو چشم دابرے یار
چرخ لطف و شبایل عطا جو تیرے کوئے
نیم غلہ ہماری ہی خاک مجلس کا
طمع نہیں ہیں نقد وصال کی تیرے
ہر شاہان چمن جگر زیر دست نہ کیوں
گھٹا دم انجم جہراں کی ٹمباہٹ سے
دکھا کر شمع کہ دلق ریاسے دل ہماری
نفسول طول حکایت کہتے ہیں باقی
گر پیالہ بے جھٹلا کے ہے پرستوں کو
جمال ہو نہ ہجوم شعاع میں ادراک
پس از ملازمت عیش و عشق نہردیاں

دماغ مجلس روحانیاں معطر ہو
ابن میں ہکتے تاشائے باغ و منظر ہو
ہماری بزم میں لاشع پر بھی افسر ہو
لے ایک شمع کہ اس کا وہ عود و مہر ہو
عطا ہیں تو ذرا سی وہ لال شکر ہو
سمن کے دھڑے اڑیں ناز بر صنوبر ہو
وہ شمع دیکھے کب بام سے آجا کر ہو
چھلانگ مار کے صوفی منش قلندر ہو
تو اپنے کام سے کھ کام سے ہو، ساغر ہو
کہ اس عمل سے مقام عقل کا معطر ہو
مگر یہ خمیہ خورشید تو مثور ہو
رہے یہ شغل کہ دیوان حافظ ازبر ہو

شاہ شمشاد قدان خسرو شیریں دہناں

شاہ شمشاد قدان خسرو شیریں دہناں
دامن و دست پکڑ چھوڑ دے دنیا لہ غیر

نوک ٹرگاں سے اٹھے جو دل صف مکنان
مردیز داں ہو کہ پھٹکیں نہ قریب اہر میناں

مست درویش کے نزدیک سے کتنا گزرا
 یم و زر سے تھی کیسہ تر آنحرکب تک
 دل دکھا مہر کا طالب ہو، کم از قدرہ نہیں
 رکھ پڑا ز بادہ قدح تکبیر آیام نہ کر
 پیر بیانیہ کش اپنا کہ سُرگ ہائش رہے!
 چمن لالہ میں کل بادِ سحر سے پوچھا
 بولی حافظ نہیں اس سر سے سروکار ہیں

شرابِ لعل کش و روئے مہ جیناں میں

شرابِ لعل پی اور روئے مہ جیناں دیکھ
 چھپی ہیں زیرِ مرتع کند ہائے دراز
 نہ دولتِ دو جہاں کے لئے جھکیں ہرگز
 کسی سے نام نہ عہد وفا کا آہ سنا
 اسیرِ عشق ہو تہمیرِ غلصی یہ ہے
 غبارِ خاطرِ حافظِ ثناء دے صیقلِ عشق

بکا کرے کوئی، تو جانبِ جیناں دیکھ!
 بڑھائیں ہاتھ یہ جب کو تہ آئیناں دیکھ
 غرورِ دگر گرد یا انِ خوشہ جیناں دیکھ
 وفائے صحبتِ یارانِ ہمنشیناں دیکھ
 مالِ عاقبت اندیش پیشِ بیناں دیکھ
 صفائے نیتِ پاکانِ پاکِ بیناں دیکھ!

صحبتِ ساقیا قدحے پُر شراب کن

ساقی سحر ہے اٹھ کے قدح پُر شراب ہو
 ہو جاؤں پہلے بادہ گلگوں سے تینِ حرب
 دُورِ فلک کو تاب نہیں ہے تاب ہو
 پھر چاہے جب یہ عالم فانی خراب ہو

خورشید سے کامشرق ساغر سے ہو طلوع
 کوئے ہماری خاک کے ڈھانکنے دور چرخ
 کیا جانیں زہر و توہر دطامات ہم غریب
 دیدے کھلے نہیں ہیں قہر میں جہاں ہیں
 ایام گل میں عمر کی مانند تیز رو
 حافظہ نہ مانے بادہ پرستی کو گر صواب
 ہویش کا خیال تو بس ترک خواب ہو
 پھر ایک دن یہ کاسہ سر پر نہ شراب ہو
 ہم سے تو جام و بادہ سے صاحب خطاب ہو
 بس یاد کار خانہ بھی شاید بر آب ہو
 ساقی کا دور بادہ گلگون شتاب ہو
 تو اٹھ کے جلد عازم کارِ ثواب ہو

فاتحہ چو آمد می بر سر ختمہ بخواں

ڈھیر پر گشتے کے ہے تو فاتحہ پڑھ لے یار پہاں
 بہر عیادت آیا تھا جاتا ہے پڑھ کے فاتحہ
 دیکھ طبیب خستہ گاہ میرے زبان چہرہ کو
 آبِ دو دیدہ سے ہے ایک چھینٹا مرے بنار کو
 گرمی بہراستخواں سوختہ کر گئی مرے
 حال مرا کہ خال ہو آتش رخ پہ در سکوں
 دے جو دماں شیشہ وہ بادہ لعل سے بھرا
 شربتِ دآب زندگی شرہیں تیرے حافظا
 ہونٹ ہلایہ لعل لبِ مرے میں الدیں گے جاں
 دم ہی نہیں کہ روح بھی ساتھ کو ساتھ ہو رواں
 سانس یہ اور نہ کی بجائے تش دل کا بھو خواں
 دیکھ تو نبض میں کہیں زندگی کا بھی ہو نشان؟
 سردی مہر سے بھی تو سرد پڑی ہیں ہڈیاں
 جم غلیل چشم یار، زار و نزار و نا توں
 پیش طبیب بار بار جائیں کیوں میری نیشیاں
 طاق پہ رکھ طبیب کو اپنا علاج کر میاں!

کرشمہ کن و بازار ساحری لشکن

دکھا کرشمہ کہ بازار ساحری ٹوٹے اداسے رونق بازار ساحری ٹوٹے

ربے خبر سر و دستار کی نہ عالم کو
سنوار زلف کو آئین سر کشی چھوٹیں
وہ کر خرام کہ سب مات ہو کے رہ جائیں
ہو امیں آئے جو خوشبوئے کاکل سنبل
یہ مرگ نین کریں شیر آفتاب کو صید
ہے عندیہ فصاحت بنا ہوا حافظ
کلاہ گوشہ جو بر طرزِ دبیری ٹوٹے
لگا وہ طرہ کہ قلبِ سنگری ٹوٹے
غورِ جو رو پرِ نخت پری ٹوٹے
در اس کی کھولے ایک لہ غمیری ٹوٹے
خمیدہ ابروؤں سے قوسِ مشتری ٹوٹے
ذری تو بول دے زعمِ خنوری ٹوٹے

گلبرگ رازِ سنبل مشکیں نقاب کن

گلبرگ ترِ پُسنبل مشکیں نقاب ہو
عشوہ دکھا دے نرگس مستِ خراب
بوسے بے نقبہ سو گھلے کے زلفوں کو چھیر لے
زخار پر عرق ہو تو صحنِ حینِ تمام
عادت ہو اور رسم ہو عاشق کشی تری ق
نخت اپنے اور جو تری نوک نے مائے ہیں
حافظ وصال باگ اٹھا کر دعا کے ہج
تو منہ چھپا بلا سے جو دنیا خراب ہو
جل کر حد سے نرگس رخا کباب ہو
لالہ کارنگ دیکھ کے دورِ شراب ہو
ایک ڈبڈبایا شیشہ زنگ کباب ہو
پھر کیوں نہ دشمن دل کے لہو سے خناب ہو
اوروں کے ساتھ میکشی ہم پر عقاب ہو
یارب دناے خستہ دلاں متعجب ہو

ماسرِ خوشیم بادہ ماورِ پیالہ کن

سرخوش ہیں ہم ہیں تو عطا ایک پیالہ ہو
جب آفتاب بادہ دھنساو جام میں
بدمست ہوں تو غمزدہ ساتی حوالہ ہو
دن پر نقابِ سنبلِ بگوں نے ڈالا ہو

ابے پر خافہ کبھی میکہ میں بھی
ایک شوبے کے توبہ ہنسا د سالہ ہو
لے نسخہ دیکھ شمع ہے ٹپکس میں راز راہ
بسل ہیں ہم تو ابھی رواں آہ ذالہ ہو
حافظ جو دختِ زر ہو یہ راضی نکاح پر
دونوں جانِ ہر میں درجِ قبالہ ہو

مرغِ دلم طایرِ لیت قدسی عشاں

دل ہے ہمارا طایرِ قدسی عشاں
تن کے قفس سے دل لولِ طبیعت از جہاں
چھوڑ کے خاکدان یہ طایرِ قدس جب اڑے
پھر وہی ہوشین اور پھر وہی شاخِ آشاں
سایہ نگن ہما ہو پھر عالم بد نصیب پر
گردہ بلند آشاں جھاڑ دے بال پر یہاں
تول کے پڑاڑے تو ہو شاخِ پیسہ کی مقیم
اڑہے اس عقابِ کاشمیر عشاں آساں
جائے دوائے دو جہاں کانِ مکانِ لاماں
جائے نہ معدن اور نہ کانِ گھر کوئی نہ کچھ مکا
عالمِ علوی جلوہ گہ مرغِ ہمائے دل کی ہے
وحدت اگر بائے تو تفرقہ چھوڑ حافظا
دائے دآب دیتے ہیں خلد وارم کے باغباں
ایک ہوں سب نگاہ میں وحش و طیور انس و جان

منم کہ شہرہ شہرم عشقِ درزین

میں ہی ہوں شہرہ آفاق عشقِ درزی میں
میں ہی ہوں شہرہ آفاق عشقِ درزی میں
وفا دکھائیں، ملامت اٹھائیں شاد رہیں
ہے کفر دین میں اپنے کہ میل ہو جی میں
ڈبونا چاہتا ہوں نقشِ خود پرستی کو
بہا کے نفس کو بے طرح سے کی ہندی میں
کہا جو پیرِ نیاں سے کہ حربے راہِ نجات؟
اٹھا کے جام دکھایا کہنے پرستی میں
چلو بھی میکہ۔ واجب بھی تو نہیں سنا
نہ وعظا بے علماں کچھ جسک کہے جی میں

ہست مردم چشم آس کے رخ سے گل بینی
 ہو دل ہی برتہ الطاف لطف اور سرے کش
 سبق لے نہز خط خوب روئے جان سے
 نہ چوم جڑ لب مشوق و جام نے حافظ
 ہے اور کام ہی کیا سیر بارغ ہستی میں
 نہیں تو فائدہ کیا ہے فضول کو شہی میں
 ہے گرد عارض محبوب عیش گردی میں
 خطا ہے زہد فروشوں کی دست باسی میں

میوزم از فراقت روز بخوابگرداں

جاتی ہو جہر میں جاں لب شد جفا کو چھوڑے
 مہ سبزو فلک پر نکلا تو رخس پر ام
 نیلے عقل و دین کو ست خستہ ام آجا
 سنبھل کی ضد پر گنگر و کاکل میں جوں تو خوشبو
 دیدہ فروزستاں ہے میں انتظاری
 خطا عارض تھاں پر لکھ دے زمانہ یارب
 لکھی جو خدیووں سے تھی وہ بائی حافظ
 ہجراں بلا ہے میری ہے ہے بلا کو چھوڑے
 ایک ایڑے کے غش ہو براس ادا کو چھوڑے
 کج گوشہ نگہ ہو نیچا تبا کو چھوڑے
 گرد چین چرا کر مگرہ صبا کو چھوڑے
 نئے لے کے وہ ساغرے رقص پا کو چھوڑے
 بندہ پر شوق تیرے بدنا کو چھوڑے
 حکم فضا کو بدلے تب تو رضا کو چھوڑے

نکتہ دلکش بگویم خال آں نہر بہیں

نکتہ دلکش تو سن! خال رخ نمود تو دیکھ!
 دل کو سمجھایا کہ کیا وحشت ہے ہر حالی نہ بن
 دیکھ کر پوچھیں اُسی کو بند گان آفتاب
 سم مژگاں سے ہیں لرزاں جملہ دست پائے ہر
 عقل و دین دونوں بند ہے ہیں حلقہ گیسو تو دیکھ
 بولا آنکھیں نیم مست اور آن میں وہ آہو تو دیکھ
 اسے نصیحت کر غدارا۔ رُو تو دیکھ ابرو تو دیکھ
 خوں جگر نافوں کے ہیں۔ وہ زلف حنبر تو دیکھ

حلقہ زلف ایک ٹانگا گھڑوانے کر دیے
 پھانسی گردن صبا کی بھی ہے زلف دل پسند
 جتھیں جس کی میں خود عقل سے بیگانہ ہوں
 منہ پیسیراے آسمان عزمِ شہِ منصور سے
 ہیں روا حلقہ کو سجدے اس رسمِ عراب میں
 نیسے کیسے من چلبستہ میں، رہنم تو دیکھ
 یہ ہوا دروں پہ ظلم کا سر ہند تو دیکھ
 اُس کا انی بھی نہ پاسے پھر کے تو ہر سو تو دیکھ
 برقی شمیر اس کی کھا کر قوت بازو تو دیکھ
 اے نصیحت گر خدارا دیکھ، وہ ابو تو دیکھ

یار بگس اہوئے تمکینِ سخن باز رساں

ہائے وہ اہوئے تمکینِ سخن پھر آئے
 بہر تکین دل غمزدہ ایک بھیجے پریم
 ماہ و غور شید کو لے آتا ہے واپس ہی
 زندہ رہنا نہیں بس بات یہ ہی اس کے بغیر
 پہلے نہ کو مر اپیکہ ہایوں دولت
 انور گریہ سے ہوں لعل تو کن کا تجھ
 بہ دطن جس کا دل دیدہ حلقہ یارب
 وہ سہی سر و پے سپر چمن پھر آئے
 تاکہ وہ جاں جو گئی چھوڑ کے تن پھر آئے
 یار مُرد بھی مرا خالق من پھر آئے
 نامہ بر پہلے یہ پہ پچائے سخن پھر آئے
 پیشِ عفا سخنِ داغ و زغن پھر آئے
 گھر نہ ایک گوہرِ نشانِ مین پھر آئے
 با مُراد اپنے نعرے وہ دطن پھر آئے

اے آفتاب آئینہ ارجمال تو

غور شید تیرا آئینہ دارِ جمال ہو
 تجھ سی نہ شکل بن سکے آادہ گر چہ نمود
 حلقہ بگوش تا بھٹک ہو اگر ادھر
 شک سیاہ سوختہ اسپندِ خال ہو
 طغرائیں اہوئے تمکینِ مثال ہو
 جھکتی سی کچھ وہ ابرش رنک ٹال ہو

ناز و نعم کے ادج پہ ہے بادشاہ حسن
 استادہ پیش تخت ہوں میں سہیت گناں
 آئی لپٹ گلوں کی لپٹ جاگلے سے آ
 میکین ل کی خیر ہو! اُس حین زلف سے
 کشا ہی محین دیدہ کو دھویا کرے کوئی
 کہ خدمت وزیر میں کیا پہلے عرض ہو؟
 حافظ کمند زلف میں سر سرکشوں کے ہیں
 اس آفتاب کو نہ الٰہی زوال ہو
 جلدی کوئی تعین جشن وصال ہو
 اپنی بہار وہ لب فرخندہ خال ہو
 آئے صبا لپٹ کے تو آشفہ حال ہو
 گھر بھی تو اُس کے درخیز خیل خیال ہو
 اس دل کا شوق یا تیری دجر ملال ہو؟
 سودائے کج پکانے کی کس کو مجال ہو!

اے پیکِ راستاں خبر از سر و ماگو

اس سرو کی سنا د اے پیکانِ راستاں
 جو حیرانِ خلوتِ خاص اُن سے پردہ کیا
 اُس خشم کے خطا کوئے یہ فقیر بھی
 جب زلفِ اشکبار وہ ہوتی تھی پر شکن
 جب اُس نے گردِ جھاڑی تھی دامنِ طرہ
 جاؤ جو پھر کے تم دردِ دولت سراے پر
 در راہِ عشقِ فسقِ غنی و فقیر کیا
 کہتے تو ہو کہ خاکِ دردِ دست تو تیا
 شاہانہ بخش دیو بخو خطائیں فقیر کی
 مرغِ چمنِ تنہا گریہ پہ کل میری زار زار
 مژدہ دو گل کا بلبُلِ بُتاں سراے کو؟
 ہم آشناؤں سے خبر آشنا کو
 دو کچھ گدا کو بھی خبر شاہ دوستو
 کسنا خیال اُس کے جو ہم سے تھے موبہو؟
 گزری جو دلِ غریب پہ آخر نیس تو وہ؟
 بعد از ادائے خدمتِ آداب عرض ہو
 کہ بادشاہِ حسن گدا سے بھی گفتگو
 دیکھو ملا کے آنکھ ہمارے طرف بھی تو
 برہیں مگر بدوں میں نہ ہم کو گھسیٹو!
 کیا وجہ تھی صبا ہمیں معلوم کچھ تو ہو؟

کب تک بھونھونے کی کڑی سے کھلاڑیاں
 اے وہ جو ہم کو منہ خرابات سے کریں
 پھلکے گی کب قدم میں تباہ تو ساقیو؟
 ہاں ہمارے شیخ سے یہ گفتگو کرو
 اک شمتہ بھی کوں تو بڑی داستان ہو
 نئے سچو از ہر اے خدا رقی چھوڑو
 حافظ اگر اس کی بزم میں سچ کو بھی بارو

اے خونہماے نافرہیں گرد راہ تو

قدموں کی تیرے نافرہیں خاک راہ ہو
 صد سے بڑھی ہیں شوخیاں نرگس کی نیکو لے
 خورشید سایہ پر در پربت کلاہ ہو
 تجھ پر یہ جاں نثارے چشم سیاہ ہو
 کب ان سے پھر رقم کوئی تیرا گناہ ہو
 کیوں چشم دول مرانہ تری تیکہ گاہ ہو
 او بھل نظر سے گروہ رخ رشک ماہ ہو
 اب میں ہوں اوروہ در دولت پناہ ہو
 میری طرف بھی تھوڑی سی تیری نگاہ ہو
 سوزندہ ساز غم کا یہی دود آہ ہو
 یار ان ہم نشین ہوئے ایک ایک جدا تمام
 کل روز حشر پیش ہوں سبک حساب جب
 یوں ہو کر م سے نہ حافظ کہ آخر نش

اے قبائے بادشاہی راست ہر بالائے تو

زیب وہ پوشاک شاہی کو قدر بالا ترا
 آفتاب صبح ہر دم جس سے ہوتے ہیں طلوع
 زمیں تاج دنگیں ہے گوہر والا ترا
 ہے تری طرف کلمہ رخا رہ سہا ترا
 ڈال دے سایہ ہمائے چتر گردوں سا ترا
 جلوہ گاہ طاہر اقبال بن جائے جہاں

ہوں سو شمعِ حکمت میں ہزاروں افکار
پسے متعارفِ باغت سے نہ کیوں آبِ حواء
ہو یہ خورشیدِ فلکِ چشمِ دچراغِ کل دے
وہ جسے مانگے سکندر اور نہیں دے رزدار
عرضِ حاجت کی در حضرت پر کیا حاجت مجھے
خسروِ حافظ کے پیری میں جوانی کے مزہ
چوک جائے نکلتے کیا ممکن دلِ دانا ترا
طوطی تیریں سخن ہے ہلکے شکرِ خاترا
اُس کی آنکھوں کا بھی سر سر ہے غبارِ باترا
تھا وہ ایک چٹوڑ لالِ جامِ روح افزا ترا
علمِ جزوِ کل سے روشنِ قلب ہے شاہِ باترا
اُن کا باعث ہے فقط عفو گنہ فرسا ترا

اے درحمنِ خوبی رویت چو گلِ خود رو!

اے درحمنِ خوبی ہم رنگِ گلِ خود رو
رُخِ منہ ہو کہ دن نکلا ہو شبِ ہوا
سُلوں میں دُروندان ہو خستہ لبِ پستہ
خوشبو ہے یہ زلفوں کی یا غلغلہ بنیرِ عنبر
کہتے ہیں کہ رازِ اپناست یار سے تو کتنا
بدگو ہے محبت سے جو منع کرے تجھ کو
مِلِ ہم سے ملن بہتر تا راز نہ کھل جائے
استادِ غزلِ سعدی تسلیم نہ رک کو ہیں
چہنِ سخن کا کل یا نافرہ پھین نہ ششبو
بے سیم دہن یا عان ہو نگشتِ دل یارو
زلفوں نے خیمِ چوگاہ میں گھیر لیا دل کو
یا غالیہ سا گلشن میں خود گلِ خوبی وہ
لے کاش اسی عنوان ہوئے سخنِ بڑھ کو
ہو یا راگر پریا سن مت سخنِ بدگو
کچھ چوری نہیں اس میں ہولِ شکرِ دلجو
لیکن سخنِ حافظ ہے ہر روشِ خواجو

بجانِ پیرِ خرابا ست و حقِ صحبت او

قسم ہے پیرِ مٹاں کے حقوقِ صحبت کی
دامِ دل سے لگی رہے اُس کی خدمت کی

اسی سے دل میں لگی آگ یہ جُہت کی،
 کہ نیکی اور برائی مانع ہے ایک نیت کی
 چڑے نہ پاؤں خیبر کیا کسی کی نیت کی
 مگناؤ بادہ کہ امید ہے شفاعت کی
 نوبت کو کسی کے عیوبِ رحمت کی
 دھانی بادشہ ہی کے وزیرِ دولت کی
 تھی خاک بیکدہ ہی سے کسی نے طینت کی

دوامِ شیشہ برقی شہابِ تاباں باد
 نہ دیکھ چشمِ تجارت سے زند کو زاہد
 سر آستانہِ میخانہ پر دھڑے سے کوئی
 گناہگاروں کا مانا نہیں مقامِ بہشت
 مگناؤ بادہِ نانا تھا شب کو ہاتھِ غیب
 صلاح و تقویٰ پہ ہرگز یہ دل نہیں مایل
 رگوں ہی خرقہ ر حافظ رہا۔ ازل میں گر

تابِ بنفشہ مید ہڑتہ شکستے تو

پر وہ غنچہ کھول دے خندہ دکشائے دوست
 بھرتی ہو دل سے رات بھر بیٹھی دم ٹائے دوست
 جو رہاں اٹھاؤں گا تاکہ ہو دعا کے دوست
 ساگ بھرے ہیں رام ہوتا دل برفائے دوست
 قال و مقال و جہاں سنتا ہوا بٹائے دوست
 عشق ہو میری سرنوشت شاد ہوں رضائے دوست
 ہے وہ فقیر بادشاہ ہو جو یہاں گلے دوست
 ہاتھ لگے جو بہر سرنگ در سرائے دوست
 سر بسجود ہو دعا و دوست ہو اور یہ جائے دوست
 حافظ خوش کلام ہے بُل خوشنوائے دوست

دیکھ بنفشہ بل بھرے۔ طرہ شکستے دوست
 چھونک فکاکِ نمک کے گلِ بلبل زار کا نہ دل
 دشمن دوست کیا بتا جس سے ہو میری کچھ غرض
 خرقہ زہد و جام سے، مجھ سے نہیں مناسبت
 سانس ملا کہ کا پھانس جس کی تھا طبعِ ناز کو
 ہر مری سرفت اور دوست کا در میری بہشت
 گدڑی میں مت عشق کی صل پہچھے ہیں دیکھنا
 دردِ فراق و سوزِ عشق بجا گتے ہی دکھائی دیں
 شاہ نشین چشم بے تکیہ کہ خیال یار
 گلِ چمن عذار ہے رُخ نہیں تو ہمار ہے

خطِ عذار یار کہ بگرفت ماہِ ازو

خطِ عذار یار سے گنٹایا ماہ بھی !
 طارق مُراد مان لے ابرو دے یار کو
 اے دُرُ وِ نوشِ مجلسِ جمِ بسینہ صاف رکھ
 سلطانِ غم کرے جو ستم کر سکے ہیں
 پیروں کے ہتھکنڈوں کے ہیں مظلوم سے پست
 ساتی ! چراغِ مے سے تباراہِ آفتاب
 چھینا دے ایک نامہ اعمال پر مرے
 آخر اسی عمل سے نتجے اے گدائے شہر
 حافظ سے ٹھاٹھ مجلسِ عشاق کے ہیں ٹھیک
 کیونکر تیر ہو اس سے کوئی اس کی راہ بھی ؟
 ماتھا رگڑا یہاں پہ، ہو کچھ عسفنِ خواہ بھی
 دُخند لا کرے گی جامِ جہاں ہیں کو آہ بھی
 خفانے میں ہے بادہ بھی غم سے پناہ بھی
 مگر ہے اس دھوئیں میں یہ نامہ سیاہ بھی
 چُندِ حیار رہا ہے رشعِ صبحِ گماہ بھی
 دُحل جائے جس سے نقطہ زحرفِ گناہ بھی
 آئے دہ دن کہ یاد کرے بادشاہ بھی
 خالی رہے نہ اُس سے تری بزمِ گماہ بھی

گفتا بروں شدی بہ تماشاے ماہِ نو

کتاب ہے۔ جائے دیکھنے باہر تو ماہِ نو ؟
 کیا گیا نہ ہو دلِ یاراں کہاں تک
 ہندو کے زلف سے نہ کر عطاریاں تو عقل
 اس کشتِ زارِ عشق میں خشمِ دُفا وِ مہر
 ساتی پلا دے بادہ کہ سب رازِ کھولوں
 شکلِ ہلالِ بادِ دلالتی ہے ماہوار
 شرمِ ان ہلالِ ابرو سے آئے نہ چل، برو
 کنِ مدتوں سے ہے وہ پُرازِ لبت میں گرو
 وہ ایک ہزارِ نافوں کی قیمت دے نیم جو
 پھولے پھلے گاتے گا ایک موسمِ درو
 کیا ہیں یہ اخترانِ کمنِ سالِ وِ ماہِ نو
 تاجِ سیامک اور کبھی طربِ کلاہِ زو

حافظا ہے کوئے پر میناں کتبِ وفا
یہجے یہاں سے درسِ وفا تا زہ نوہ نو

گلشنِ معیشی دمد ساتی گلِ عذار کو

گلشنِ معیشی چھو لاپے ساتی گلخدا ہو
ہر گلِ نوستے گلخ ایک۔ یاد چمن میں آئے ایک
جلتے معیشی میں تمک پائیں گلِ مراد کی
خمن فروش ہو وہ گلِ صبر کروں میں اصبا
شمع جو بزم میں حرّ رخ کی کرے برابری
بوسہ لب کی بہ گماں کتا، چھوڑی آرزو
حافظا اور اس طرح ہے صرف خزینه دار نقد
باد بہار بھی چلی بادِ خوشگوار ہو
گوشِ سخن شمع ہو یا دیدہ احتساب ہو
عطر دم نسیم صبحِ نازِ زلف یار ہو
بہرِ خدا چھبے بھی چل لے کے جان نگار ہو
تیز زباں دراز پر پنجبر آبدار ہو
جان اسی ہوس میں ہی۔ کاش یہ اختیار ہو
چھوڑے غم زمانہ بھی وہ تو سخن گزار ہو

مزرعِ سبز فلکِ دیدم و داسِ مہ نو

مزرعِ سبز فلک کی بے درانتی مہ نو
لاکھ سوتا رہا ہر چہ نکل آیا دن
تیکہ برا ختر شہر دہ نہ کر یہ اختیار
تو بھی اٹھ پاک و خستہ و بٹھال بیٹے
دون کی لے نہ لے گردوں کوں دیکھے ہیں
دورِ خوبی گدراں ہے یہ مرصع بالا
جس نے سینے میں نہ کی تحم و فاکِ کھیتی
یاد دواتی ہے کشتِ عمل و دقتِ درد
جی مگر ہار نہ لے دوست رکھ امیدیں ہو
تاجِ کاؤس اُرداے کمرِ خسرو
سینکڑوں نورِ تراصر پہ ڈالے پرتو
کاسہ ماہ میں ایک خوشہ پرویں میں دُجو؟
سن نصیحت نہجے کرتا ہے کمرِ کان کی کو
زرد روئی کے بسوا کچھ نہ ملا دقتِ درد

چشم بد دور بڑھا پایا وہ یہ درِ عرصہ نشن
دے گئی ماتِ مہرِ خور کو ترے خال کی ضو
رہ بجا دایرے میں ن کی طرح حلقہ گوش
سہ جفا اور کُنا جتنی پڑے تو بر تو
حافظ ازرق دریا خرمین یہ چھوکیں گے
پھینک کر خرقہ ایشینہ رواں ہو رہو

مرا چہیتِ خوں افشاں ز چشمِ آں کماں ابرو

بنائی چشمِ چشمہ خوں افشاں چشمِ کماں ابرو
کیا مجھ کو اسیر اس ترک کے خوش خوابِ بستی نے
نہ ہوں کاہید ہشل نہ غم طغرائے مشکیں میں؟
کمانِ جن چشمِ مت کی پیوستہ زہ پر ہوا
جہیں جانِ حزمین کے واسطے ایک طرفہ گلشنِ جو
رقیبوں کو خبر کیا ہر دم اُس چشمِ سیہ سے ہیں
ترے نقشے کے آگے کیا پرمی اور خور کا چرچا
نقابِ ایک چہرہ پڑا دے رہے کافر کہ ڈرتا ہوں
جو تھا مرغانِ دانا سے بھی زیرِ کشف میں حافوظ
ایک آشوبِ زمانہ چشمِ ایک آشوبِ زمانہ ابرو
بگاریں گلشنِ رخ پر تھے مشکیں سا کہاں ابرو
دھکائے اُس کے ہوتے یوں ہلالِ آسماں ابرو
اُسی کی شہ پہ مہ پر تیر کھینچے ہو کماں ابرو
سمن زاروں میں جو جس کے خراماں چلاں ابرو
پیامِ ایک ایک سے دلچسپ تر اور درمیاں ابرو
کب اس کی ایسی آنکھیں اُس کی ویسی ہو کماں ابرو
مراقبتِ بد لے پھیر کر وہ درستاں ابرو
سہامِ غمزہ نے کہ ہی لیا صیباں ابرو

مطرب خوشنوا بگو تازہ بہ تازہ نو بہ نو

گائیں بجائیں خوش گلو تازہ بہ تازہ نو بہ نو
ایک منہم حسین ہو، پرے میں ہم نشین ہو
ساقیِ سیمِ ساق دے دنگ بزرگ کے بھرے
ادہ ہو۔ کشت و آبِ بگو تازہ بہ تازہ نو بہ نو
بوسہ ہو جائے گفتگو تازہ بہ تازہ نو بہ نو
ساغ و جامِ مشکبو تازہ بہ تازہ نو بہ نو

نایبہ کیا اگر جے، جو نہ مدام یوں پنے
ہاتھ میں جام دل میں تو تازہ تہازہ نو بہ نو
نمایہ دلہا برے میرے ہیں اُسے ترس
نقش و نگار رنگِ بو تازہ تہازہ نو بہ نو
ہام پہ ہو گا وہ پری باد صبا سناوری
قصہ حافض اُس سے جو تازہ تہازہ نو بہ نو

ساقیا سایہ ابرست بہار لب جو

ساقیا دیکھ یہ ابر اور بہار لب جو
کان و حشرین کہ سُنانی ہے فغانِ بھل
یہ شمر پایا تو ایک خشمِ سعادت بھی تو ہو
سنگھ لے آہِ نیکستی گلِ توفیق کی بو
اُس کے دیدار کا طالب ہے تو مانجھ آئینے کو
سرخِ رو میں سے آگیں گے گلِ دُسرین نہ کہو
خاکِ میخانہ ہو بنانا تو تجھے لازم ہے
سر کے بل راہ میں میخانے کی چند سے تگ و پو
ایک نصیحت ہے یہ صد گنج گہر سے بھاری
عیب جو گر نہ ہو وگوں کار ہے عیش میں تو
بوسے کی رنگی نہ اس قوم میں پائیِ دانشہ
دینِ آلودہ صوفی کو سئے ناب سے دھو
اے جہاں دیدہ نہ باتِ قدیم اس منزل میں
خوب تھنوں نے ترے سو گھنی جانی خوشبو
اپنے حافض سے کہا بوسے ریا آتی ہے؟

از خون دل نوشتم نزدیک یارِ ماہ

دل کے لہو سے لکھا ہوں نزدیک یارِ ماہ
اتی رایت دھرا فی البحر کا قیامہ
خارج شرح حالِ زخمِ دروں نہیں ہے
اُس کو کرے گا ظاہر خود آبِ چشمِ خامہ
ہیں ہجر کی ایک آیت دیدے بعدِ طاعت
لیس اللہ موعِ عینی نہ الس اعلامہ

جو چند آزمایا پڑنا مفید پایا
من جرب التجرب قلت ہر الفد امہ
جو گریوان جان کر نے میں ہو ماست
واللہ ما را اینا سجا بلا طامہ
بوصہ بانے ناگہ یوں وہ تعاب تا
کا شمس فی الضحا با تطلع من و منما نہ
حافظ ندیدہ آیا ایک جام دے کے ٹانو
حتی یذوق منہ کا ما من الکرامہ

اے از فروغ رویت روشن چراغ دیدہ

روشن ہے نورِ رخ سے کیا کیا چراغ دیدہ
ان مت انگڑاویں کا ہے ایک جہاں ندیدہ
یہ تجھ سا ماز میں ایک سہر تابہ پا طامنت
دیکھ کر اُس کے یا قوت میں فردش زاہد
ابرو میں قصہ خوں میں آنکھوں بھری شربت
بٹنھی ہو کیس میں اور وہ کہاں کشیدہ
کب تک کہو تیر دل تڑپے نکاسیم ہل
اتنا تو تیرا جہاں سے رہ چکا پسیدہ
سوزش سے دل کی شعلے سرزدِ مانع سے ہیں
عود دگر سا کب تک آتش میں آرمیدہ؟
کر جلد راضی نامہ نالش نہ کر دے حافظ
کتا تھالے گیا دل دے کر فریب دیدہ

از من جدا مشکو کہ تو ام نور دینے

مجھ سے نہ ہو جدا کہ مرا نور دیدہ ہے
آرام جان و نونس قلبِ رمیدہ ہے
دامنِ کپڑے کہ نہیں چھوڑیں گے اہل دل
دماں صبر تیرے ہی باتوں لڑ رہا ہے
اس شکل و سہری کو الٰہی نہ ہو نظر
ایک حن تا نہایت خوبیِ رمیدہ ہے
کرنج اُس کے عشق سے لے مفتیِ زماں
دیکھا نہیں ہے اُس کو کوئی بے عتیدہ ہے

حافظ بجا ہوا س کی سکایت بھی دیکھ لے چادر سے پاؤں کس قدر اگے کشیدہ ہے ؟

اے کہ با سلسلہ زلف دراز آئندہ

اے کے ایک سلسلہ زلف دراز آ ہی گیا
 اب آتش کا دکھاتے ہیں تاشہ لبِ صل
 مرحبا اہل دلی پر ترمی چھوڑا نہ ثواب
 صبر اب کیوں کے ہے نہ بہ کی بستی کیا ہر
 ناب بھی چھوڑ دے اپنے یہ خلافت عاوت
 صلح کے واسطے بیٹھا کہ اٹھا لڑنے کو
 خرقہ حافظ ترا پھر دیکھا شرب آلودہ
 دل کا اللہ رکھے دیوانہ نواز آ ہی گیا
 چشم بہ دور بن ایک شجرہ باز آ ہی گیا
 اپنے گتے کی تو پڑھنے کو نماز آ ہی گیا
 مست طناز نخلوت گرد آزا ہی گیا
 گر پئے پرستش ارباب نیا آ ہی گیا
 ڈھلکے سانچے میں ہر انداز آ ہی گیا
 کیا کہیں یاروں کے مشرب تو باز آ ہی گیا

پر چراغ رُخے تو گشت است شمع پُرانہ

پر چراغ رُخ پہ ہی اُس کے شمع پر روانہ
 کرے جو قیدِ جانینِ عشق پیہرِ خرد
 صبا سے سُن کے ہوئی دم میں شمعِ ثادی مرگ
 شمار زلف یہ اک جاں ہوئی ہلا سے ہوئی
 پسند آتش رُخ کا نہ بن سکا کوئی
 دکھا کے اپنے کمالات اُس کو کیا پایا
 کسی کا دُورِ دہن دے رہا ہے یہ پیاں
 کبھی نہ عشق میں یوں ہم نے خود کو گردانا
 ہوا ہے حلقہ زلفِ پری کا دیوانہ
 کہ شمع رُخ سے ترمی پایا ایک پر دانہ
 ہزار جانیں پیاری فدا کے جانا نہ
 ہوا کے خالِ سیہ بس وہی تھا ایک دانا
 مرے فنوں ہوئے سب اُس کے آگے افانہ
 زباں پہ آئے نہ کچھ جزِ حدیثِ پیانہ

غریب دل تو غضب کیلے کر یہ ڈھے ہی گیا
دھرے ہے یار کے کانڈے پہ ہاتھ بیگانہ
ہے نام خانقہ و مدرسہ زباں پر حرام
لگی ہے تجھ کو وہ حافظ ہوائے میخانہ

خنک نسیم معبر شامہ و مخواہ

وہ ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم معبری کرۂ دادا
چلی جو جھوم کے پونجی یہاں قریب بگاہ
تو خضر راہ ہوائے طاہر جستہ خصال
ہوا ہے آب یہ دیدہ محسرت درگاہ
غریقِ خون دل اس جسم زار کو دیکھے
پڑی ہلال کے تیچھے ہو کیا شفق میں گاہ
قسم ہے عشق رنج یار کی کہ بعد وصال
کھلے گلاب مری قبر پر آگے نہ گاہ
میں ہی ہوں ہجر کی اس زندگی سے نرسند
تو ہی معاف کرے ورنہ کیا ہے غدر گناہ
لال خاطر نازک میں تیری راہ نہ پائے
چلایہ حافظ اسی غلط بول بسم اللہ

زریں قبا ہے شد شرب زرشیدہ

زریں قبا چلا وہ دامن بچائے سیدھا
حسرت سے ماہر سب جیب کتاں دریدہ
آٹا گر میٹے رخسار سے مناسیاں
یا برگ گل پہ شبنم روشن کے تھی دیدہ
یا قوت جا افزا وہ زرا سیدہ لطافت
شمشاد خوش خرامی ایک ناز آفریدہ
زوئے لطیف و دلکش، قد بلند و بالا
آواز نرم و شیریں آنکھیں بڑی کشیدہ
وہ چپ ہونٹ دیکھو، ہنسا ذرا سنو تو!
دو دو قدم وہ چلپتا ہو جانا آرمیدہ
بیچ کر گیا ہے مجھ سے یہ آہوئے یہ شیم
یارب رہے گا کینو نکراب یہ دل رمیدہ
کیا کیا نہ مانوں احساں اے میرے اختر تیرے
آے جو ہاتھ میرے وہ میوہ رسیدہ

کب تک عتاب ہوں گے۔ یہ نیم خواب ہوں گے
 لے چشم بس کرم کر۔ اسے نور ہر دو دیدہ
 برگزینہ تنگ کیجواہل نظر کو کس نے
 دنیا تو بے وفا ہے یہ دوست برگزیدہ
 خوش ہو کہ تو بہ کر لی اس نے کہے سنے
 حافظ سے گر طبیعت تیری ہو کچھ بعیدہ

دوش رفتم بدھریکھ خواب آلودہ

شب میں پہنچا درینچانہ پہ خواب آلودہ
 خرقہ تر دامن و سجادہ شرب آلودہ
 بکلا غصہ میں بھرا منجھ باده فروش
 بولہ ہشیار ہو اسے رہ خواب آلودہ
 جاہل کپڑے نہادھو کے خرابات میں
 تجھ سے جو جگے نہ یہ دیر خواب آلودہ
 دھن میں شیریں مینوں کی یہ کرگیا تک
 جو ہر رُوح کو یاقوت نداب آلودہ
 باطہارت گزرا اس منزل پیری سے کہ
 جامہ پیری کا بہ اوضاع شباب آلودہ
 اس سمندر میں رے عشق کے دانا اترے
 غوطہ زن پار ہوئے پر نہ آب آلودہ
 پاک کر تابے جو ایک آب ان کا پانی
 صاف کرتا نہیں وہ آب شراب آلودہ
 پوچھائے جان جہاں فقر گل بہن ہو کیا
 موسم گل میں کرے کرے ناب آلودہ
 بولایاروں سے تو یہ فقر نے چل جا فط
 ہائے یہ لطف اور اس رجب عتاب آلودہ

سحر گاہاں کہ مخمور شبانہ

اٹھا میں صبح مخمور شبانہ
 پیا ساغر نمانے سے ترانہ
 یہ ہر دو زار دہانش کوئے کہ
 کیا ہستی کے کوچے سے روانہ
 بھگاؤ میفرش ایک پیر کے افوا
 بھلا دیتی ہے سب فکر زمانہ

کہاں ابروئے ساقی کمر ہی ہو
 مانتا کا مجھے کہہ نہ شانہ
 کمر کی طرح گم ہو تیر ہی ہستی
 اگر ہستی کو اپنی تُو نے مانا
 پھنسا اس دامن میں پری کوئی جا
 کہ عتقا کا ہے او پچا آشیانہ
 وہی مطرب ہی ساقی وہی گل
 یہ سچیں ظاہر ہی ہیں سب بہانہ
 امید فائدہ اُس حسن سے کیا
 رہے جو فخر اپنا جساودانہ
 نہ جز ایک کشتی سے پار ہو گا
 یہ دریا جس کا غایب ہے کرانہ
 مکالمہ لی ہو بنگاؤں سے نوش
 ہے تو ہی تو تو اے مردِ یگانہ
 وجود اپنا ہے حافظ وہ پہلی
 کسی نے بُجھ ہی جس کو نہ جانا

عید است و موسم گل ساقی بیار بادہ

عید اور موسم گل۔ دے بھر کیا بادہ
 دیکھا نہ آج کے دن خالی قدح بہادہ
 اس زہد و اتقا سے افسردہ ہو رہا ہوں
 ساقی قدح دے بھر کر ہو جائے دل کشادہ
 واعظ جو کل تک تھا ناصح ہم عاشقوں کا
 آج اُس مت کو دیکھا پھٹکے ہوئے بہادہ
 ایام گل جو باقی ہیں اس طمع سے گریں
 عاشق ہوں اور مرنے ہوں اور ساقیان
 پینے میں صبح کی ہو یہ شہرِ طغیانی صورت
 ساقی کا رخ بھی تھکے چھلکے جو جام بادہ
 چلے می بہار یار و غافل نہ اب تو بیٹھو
 بے ساز و راگ و رنگ بے یار جام بادہ

مطرب بھی سُر ملائے اچھا ہو کچھ جو گائے

بمخلہ شعر حافظ در بزم شاد بادہ

عیشمِ مدامت از عملِ دلخوار

اُس لب سے دایم ہے نیشِ دلخواہ
 صحت ہے قایم الحمد للہ !
 طالع پر ہو ہیں بھینچ اُس کو اور کس
 چکھ سیوہ نورس پی جامِ دلخواہ
 زندگی میں مجھ کو کرتے ہیں شہرہ
 پیرانِ جاہل شیخانِ گمراہ
 از قولِ زاہد . اللہ توبہ
 دز فعلِ صوفی . استغفر اللہ
 کیونکر بیاں ہو حالِ شبِ ہجر
 آنکھوں سے آنسوئیں لی سے ایک
 کافرنہ دیکھے و غم جو دیکھا
 لے شرفِ قامت اے عارضِ ماہ
 ز تار رہ ہے مکارہ گدڑی
 کیا جانے صوفی یہ رسم یہ راہ
 شب اُس کے رخ سے کیا خوش گزرتی
 ہاں وصلِ جاہاں ! صد خوش اللہ
 تیری خوشی میں بچو لا ہے حافظ
 در و شبانہ درسِ سگاہ

گریغ بار و در کوئے آں ماہ

برسے تو برقِ شہیراے ماہ
 گردن جھکا دیں اَلَا مَرُ لَہ
 ہم زند و عاشق لیں نامِ توبہ
 استغفر اللہ ! استغفر اللہ
 آئینِ تقویٰ سب جانتے ہیں
 لیکن کریں کیا ہے نبتِ گمراہ
 کیا شے ہے شیخ اور کیا چیز زاہد
 دے یار بادہ کر قصہ کو تاہ
 اے دل نہ کر غم گر وصلِ چاہے
 پی گھونٹِ خوشِ ہر گاہ و بیگاہ
 الصبرُ مَرٌّ و النعمُ سَرَفانی
 یا لیتِ شعری حسی معِ اتقاہ
 بگھلا نہ ہم پر گمہ ہر منکر
 آئینہ رو کو کاہنِ دل اے آہ

حافظانہ ہوتا اتنا بھی بیدل سنا اگر تو پند بھی خواہ

ماہِ من پرودہ بر انداختہ یعنی چہ؟

اے قمر پرودہ بر انداختہ کیوں کیا معنی
شاہِ خروباں ہے فقیروں کا ہے منظور نظر
زلزلہ کھاتی ہے ہوا گوش بہ پیغامِ رقیب
سلسلہ زلزلہ کا تو نے ہی سنبھالا تھا جھینس
نہرہ نہر لے تیرا ہر ایک کھیلتا ہے
رمزِ لبِ فاش کریں، کھولے میاں رازِ کر
اس دلِ تنگ میں حافظا ترے کیا یا رے
مت بے پردہ بروں تاختہ کیوں کیا معنی
جانِ کر مرتبہ نشناختہ کیوں کیا معنی
سازِ غیروں سے یہ بے ساختہ کیوں کیا معنی
اب وہی نظروں سے انداختہ کیوں کیا معنی
آہ ہر ایک پہ دل باختہ کیوں کیا معنی
تیغ ہو سر پہ مرے آختہ کیوں کیا معنی
خانہ از غیر نہ پرداختہ کیوں کیا معنی؟

گفتم اے دوست شدم عاشقِ آلِ لہِ سیاہ

بے طرح ہو گئی دل کو مئے لہِ سیاہ
چاہتیہ از سر نو تجھ سے یہ عاشقِ کرد
آفتابِ رخِ زیبائی نہ فیہ ہو پئے
مارِ کرخا فطِ مسکین کو نہ یوں سو ہنکا
بولا۔ لَا تَحُولُ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ
اس محبت کی تو اب گئی سب میں افواہ
تو کھ کر اس میں میں جاؤں بلا پر کاہ
جیت چکے کسی سکین کو دلوائے نہ شاہ

نصیب من جو خرابات کردہ است الہ

نصیب جب کہ خرابات خود کرے اللہ تو بول نہ بد اتو ہی کہ میرا کون گناہ؟

ازل میں دیدیں جسے جامِ نئے اسی سے پھر
عجب ہیں زاہرِ سالوسِ خرقہ پوش دور و
ہوس کے پیچھے ہوا ہے تو خرقہ پوش مگر
غلامِ ہمتِ زندانِ بے سروپا ہوں
مُراد چونکہ خرابات سے ہوئی حاصل
چلے گدائے در ہر گدائے حافط

بروزِ خشر ہو پیشِ گناہ کی، اے واہ !
دراز دستیاں یہ کچھ اور استیں کو تاہ
کہ بندگانِ خدا کھائیں دھوکے، ہوں گمراہ
جہاں نگہ میں ہے جن کی حقیر ایک پر گاہ
لہذا درسم و خانقہ کی چوڑی چاہ
یقین ہے پائے جو یوں مانگتا پھرے بعد

وصال اور عمر جاوداں بہ

وصال اُس کا کہ عمر جاوداں خوب
نہ کھا کر زخمِ دل کھنا کسی سے
دکھا کر پوچھتا تھا کس نے دیکھے
نہ زاہرِ خسل کی دعوت دے ہم کو
غلامی کا نشان ہو اور وہ در ہو
جو گل اُس سرو کے قدموں سے پامال
خدا را اے طبیبو کچھ تو بولو
جانو! پندِ پیراں سے نہ بھاگو

خداوندادہ دے سب جو یہاں خوب !
ہے، رازِ دوستِ دشمن سے نہاں خوب
دُرِ ان دو گوشتواروں سے یہاں خوب !
ہر ایک سیبِ زرخِ ازبوتان خوب
قسم اُس کی یہ از ملکِ جہاں خوب
نہیں کھلے سے اُس کے ارغواں خوب
کہ ہوں گا کب میں زار و ناتواں خوب ؟
کہ راے پیر از بختِ جواں خوب !

گمراہ اُس منہ کی باتیں شعیر حافط

گمراہ بھی پئے درجِ دہاں خوب

انکوں کہ زنگل باز چمن شد چو بہشتی

پھر بے گل دلالہ سے چمن تازہ بہشت ایک
 زنگل، الم دل بے گل زنگ سے دل جائے
 کاسے پہ ترے محب اٹھا ہے لئے ننگ
 یکساں ہے فلک کو ترا علم اور مرا جہل
 بخشش نقد آج ہی زراہ ہے میسر
 ترسانچے بھی کہتے ہیں انیس ہے حافظ!
 ساقی ہوئے مل و زمرہ بھری کشت ایک
 سن تو بھی مجھے کہتا تھا یہ پاک سرشت ایک
 سر توڑنے کو اُس کے اٹھا تو بھی توخت ایک
 آنکھیں ہی نہ ہوں جس کے اُسے خوبشت ایک
 ایک خور کا ٹکڑا ہے مکان مثل بہشت ایک
 ہر روز تجھے سوچتی ہے تازہ کشت ایک

اے بادِ نسیم یارِ داری

مُس کر کے نسیم یارِ تجھ کو
 طُرت سے نہ کر دراز دستی
 مشکِ ترُخ کے رشک سے گل
 ریکانِ خطِ سبز کے مقابل
 زنگِ تو آن آنکھوں سی کہاں
 اُس قامتِ خوش کے سامنے سرو
 عشق اُس کا اگر بجا ہو عقل
 کس چیز پر اختیارِ تجھ کو؟

وصل ایک نہ ایک نہ ہو حافظ

ہو طاقتِ انتظارِ تجھ کو!

اے بادشہ خواباں داد از غم تنہائی

دے بادشہ خواباں۔ دادِ غم تنہائی! ہے درو تر ادرماں ہوں نزع میں جب اراں
 یہ شوق یہ مجوری! بس حد سے بڑھی دُوری
 ساقی! چمن گل ایک کھل جائے ترے رخ سے
 اس شیشہ مینا سے خون جگر سی دے
 اس باغ میں گلِ دایم شاداب نہیں رہتے
 صد بادِ صبا جیسے چکر میں ہیں خود کیسے
 پر کار کا نقطہ ہیں گھرے میں ہیں کیا بولیں
 فکر اپنی، سمجھ اپنی، زندگی میں نہیں چلتی
 یہ نکتہ الہی ہم حل کس سے کریں جا کر
 زلفوں کا تری شکوہ کرتا تھا صبا سے شب
 حافظِ شبِ فرقت میں خوشبوئے سحر تو لگھی

آ۔ وقت ہے۔ دم نکلا، مرجائیں گے بن آئی
 اور یاد تیری موس در عالم تنہائی!
 پھٹتا ہے کوئی دم میں دامنِ آشکِ بائی
 شہنازِ خراپاں ہو۔ سمجھیں کہ بہار آئی
 حل ہوگی نہ یہ مکمل بے ساغرِ مینائی
 کام آئے ضعیفوں کے طاقت ہے اگر پائی
 ہمرہ ہیں یہ سب تیرے کر باد یہ پیمائی
 جو بات کہی تُو نے بس خوب ہی فرمائی!
 ہیں سخت گنہ اس میں خود بینی و خود رائی
 دکھائی نہیں دیتا۔ پھرتا ہے ہر جانی!
 بولی کہ غلط ہے سب، ابنِ تو بھی نہ سودائی!
 شادی یہ مبارک ہو اے عاشقِ شیدائی!

اے بیخبرِ بکوش کہ صاحبِ خبرِ شومی

اے بیخبرِ چاہ کہ صاحبِ خبر ہو تُو
 کتب میں معرفت کے پڑھ اتنا عشق سے
 مردانہ وار چھوڑ خیالِ بس وجود
 بن دیکھے راہ کے نہ کہیں راہبر ہو تُو
 اب وقت ہو کہ پھر تو پسر سے پد ہو تُو
 اور کیا کے عشق سے نس ہو کے زر ہو تُو

پھینکا ہو خواب خورنے تجھے دوزخ سے
 گر تو ز عشق حق ہو دل و جان میں ترے
 نور خدا بنے بخدا سر سے پاؤں تک
 بنیاد ہستی ہونی ہے زیر و زبر ضرور
 حافظ وصال کی ہو اگر جی میں کچھ ہو
 چاہے جو تڑپ دست تو خواب و خور ہو
 دالہ آفتاب سے بھی خوب تر ہو تو
 رستے میں دو ابلحال کے بے پاؤں سر ہو تو
 چن مت غل ہو میں کہ زیر و زبر ہو تو
 لازم کہ خاک و گرہ اہل بصر ہو تو!

اے از رخ تو پیدا انوار پادشاہی

رخ سے ہیں تیرے پیدا انوار پادشاہی
 نوکِ قلم سے انشا اللہ! ملکِ دیں میں
 انوارِ اسمِ اعظم کیا چمکیں اہرن پر
 شکِ شکوتِ سیماں میں لایکا جوں اناں
 کانِ مین پہ بھی گر برسے یہ تیغ تیری
 زاری پہ شبِ نشینوں کی دلِ ترا بھر آے
 لینے دے ہم کو ساقی آبِ از چہ خرابات
 یوں باز کے بھی سر پر دکھی کلاہ لیکن
 آدم کے گھر میں جب یہ راج پاٹ آیا
 یا نچاء البر یا یا واسب العطا یا
 خوش خط قلم و تیرا در حق دوست دشمن
 آدم صنی پہ لٹوئی بجلی گناہ کی جب
 ہر فکر میں ہیں پنہاں صد حکمتِ الہی
 صد خیمہ آبِ حیاں جاری بحرِ شنائی
 تاجِ دُغیں ہیں تیرے ہو تیری بات ہی
 عقل و سمجھ یہ اسکی نہیں نیگہ مرغِ دماہی
 رنگِ حقیقت کو بھی کر ڈالے سبز کاہی
 پوچھے تو حال کہیے سب بادِ صبحِ گاہی
 خرقوں سے ہم کو دھونا جو عجبِ خانقاہی
 مرغِ قاف ہی پر سجا ہو تاجِ شاہی
 ہو علمِ سلطنت کا تجھ کو ہی بس کماہی
 عطا علی مقلِ حلتِ یر اللہ وائی
 تو نیک جانِ ناز ہے، افونِ عمر کاہی
 پھبتا نہیں کسی پر دعوائے بیگناہی!

خلقت ہوئی ہو تیری کسیر آبرو سے
 دولت کو تیری کیا ہوا نہ ریشہ تباہی
 اندھیر ہوں فلک کے تودہ ملک صفت
 چھوڑے نہ نام ظلمت تیری جہاں پناہی
 کرتا ہوں تجھ کو حافظ گم گمہ یاد پھر کیوں
 نہ سخت کنی نکایت : واجب ہو غرض وہی

اے دل آں بہ کہ خرابے گلگوں باشی

اے دل اب رہتے خرابے گلگوں ہو کر
 عیش ہی عیش ہیں پھر سخت میں تاروں ہو کر
 صدر کرتے ہیں فقیروں کو جہاں تہمت سے
 ہم بھی واں سب پر رہیں فاق و افروں ہو کر
 آج شاہی کی ہوس ہے تو دکھا جو ہر ذات
 بار پائے گانہ یہاں ابنِ فریدوں ہو کر
 منزلِ الفتِ یلے میں بہت خطرے ہیں
 ادلیں شرط یہ ہے آیتِ محسنوں ہو کر
 کارواں چل دیا سوتے میں دلا کیسی کروں !
 کس سے پوچھوں کہ حراستِ نیت میں جاؤں ہو کر
 چٹکا ہے یہ فقیروں کا اگر یاد رہے
 در بھی دیکھے گا گردِ در سے بیروں ہو کر
 ساغرا یک آپ بھی پی دورِ فلک پر بھی چھڑک
 حافطاً فقر سے نالاں نہ ہو یہ شعر ترے
 در نہ ہتا ہے کوئی دم میں جگر خون ہو کر
 کسی خوش دل کو نہ خوش آئیں گے محزون ہو کر

اے دل بکوعے عشق گزراے نمی کنی

پھر گلی میں دوست کی یا ر ایک نہیں کیا ؟
 سامانِ سائے حج تھے کار ایک نہیں کیا ؟
 ٹھونکی نہ گیسندہا تجھ میں بلائے رہا ؟
 شہباز ہاتھ پر تھا نسکار ایک نہیں کیا ؟
 یہ موجِ خوں رہی ترے سینے میں نہ جزن
 رنگ اس سے لے کے نقشِ نگار ایک نہیں کیا ؟
 شہلِ صبا تجھے دم تمکین نہ کیوں ملا ؟
 اُس کے گزریں تو نے گزار ایک نہیں کیا ؟

اوروں نے دے کے جاں نغم جاں خریدی ہو
اس فائدہ کا تو نے تو کار ایک نہیں کیا ؟
صد سا خیط طیف پاٹو اے خاک میں
اندیشہ بلائے خمار ایک نہیں کیا ؟
ڈر ہے کہ گل سے جھاڑ کے داماں نہ جائیو
برداشت اس چمن میں خار ایک نہیں کیا ؟
حافظ روا نہیں ہو کہ طاعت میں مست کی
سب ہیں پہننے سجدہ بھی یا را ایک نہیں کیا ؟

اے دل اگر از چاہ زرخداں بد را می

دل چھوڑ کے گر چاہ زرخداں نکل آئے
ہزار بار نہ پڑو سوئے عقل میں بہت بھول
کب تک میں صبا کی طرح پڑ پڑ کے کروں دم
نچنے سے وہ گل خرم خنداں نکل آئے
فرت کی شب تار میں دم گھٹنے لگا ہے
اب کب تک اللہ ترے باں نکل آئے !
دم جانے کو ہے نعل روان بخش کئے پیچھے
ظلمات سے خورشیدِ رخسان نکل آئے
شاید تجھے گرداب سے گردوں پر پچالے
گر تشہ لب از چشمہ حیوان نکل آئے
جل تھل کئے ہننے ترے دروازے کے آگے
شاید کبھی تو سروِ خرامان نکل آئے
دن بھر ہے خانہٴ محنت میں کہاں تک
اس قیدِ سواب حکمِ سلطان نکل آئے
حافظ نہ کر اندیشہ۔ چھٹی دس مہری
تجھے سے بھی مجھے کلمہ احزان نکل آئے

اے قصہ بہشت ز کویت حکایتے

جنت کا ذکر۔ تیری گلی کی حکایت ایک
آبِ حیات تیرے ہی لب سے کنایت ایک
عجائزِ پیروی، ترے ہونٹوں کی ایک ادا
عُروں کا حُسن تیرے ہی بُخ کی روایت ایک

پاتا نہ بار مجلس روحانیاں میں عطر
اے خاکِ آستان کی تمنا۔ جلا دیا
ہوں اُس کی یادِ سرخ میں بلائے ہزار بار
بُوئے کربابِ دل نے بسایا جہان کو
اے دل گنولے دانشِ دینِ مفت کھوئیے
سپارہِ دل۔ ہر ایک پر از شرحِ غم وے
سمجھے بھی آہِ دُناں سے حافظ کا مدعا
خوشبوئے تیری گل سے یہ کی ہو رعایت ایک
تو نے بھی کی صبا نہ ہماری حمایت ایک؟
دورِ رخ سے منجھ کو ہو گی نہ ہرگز رعایت ایک
اس آتشِ دہوں میں بھی دیکھی سرایت ایک
سرائے کیسے کیسے کہ ہوتا کفایت ایک
ہر سطر تیری یاد میں رحمت کی آیت ایک
لطف ایک کرے وزیرِ شہنشاہِ رعایت ایک

اے ز شرم عارضت گلِ کونِ خوئے

شرمِ عارض سے پینا گلِ کوہے
اوس ہولالہ میں یا گل میں گلاب
وہ کہاں ابرو تھی او جمل ہو رہی
میں نہ آنکھوں کا پڑی جبکِ بولت
ہاتھ میں لے چنگ کو مطربِ ذرا
نئے دئے لبِ ہر لبِ مطربِ ادھر
ایک چلو پر میں دیتا جان ہوں
ہوں بنی عامر میں مینوں سینکڑوں
شعبے اب چرخ دکھلاتا رہے
خسروِ فاق بخشش کی عطا
پانی پانی لعل لب سے جامِے
آب و آتش یا پسینہِ رخ پہ ہے
زل بھی تیجھے تیجھے گم تھاپے بہ پلے
کہہ مودن جس قدر کہنا ہوئے
رنگِ دہا اسی کہ چیخے پلے بہ پلے
باخوں سے چنگ میں جاری ہوئے
جان لے کر مجھ سے دیدے جامِے
حے میں تہا کو کوئی لیلے بھی ہے؟
ہے پناہِ حضرت دارائے رے
کر چکی ہے شہرتِ حاتم کوٹے

نغمہ دکھائے پی کہ حافظؔ تجھ کو کیا کون تھے؛ کتبے؛ جم و کاوس و گے؛

لے کہ برمہ از خط مشکیں نقاب انداختی

خط مشکیں ڈال دی رخ پر نقاب اچھا کیا
ہٹ گئی تو ہٹ گئی پیر سے تھوڑی سی نقاب
کنج عشق اپنا چھپایا اس دل دیران میں
پیچ کیا لاتے ہیں اب وہ نیل بیچاں کے بل
عیدِ دل کے واسطے ڈالی گلے زنجیر زلف
شور و زو و پاسا ناں پر رکھا خوب اتھام
نصرتِ الدین شاہِ کیمی اس کے پاسے ہوس
آفس تو بڑھ گیا سب سے جہانِ حق میں!
سیراب تیغ سے شیرانِ تشنہ لب کئے
تحتِ جم پر جامِ عالم پیس رہا بادہ نوش
شمعِ رخسے اس کے یوں تو عام ہو نہل کو لاگ
زندیاں مجھ مست کی طاعت سمجھ کر ہوں قبول
نرگسِ مخمور چشمِ بادہ کش نے دے فریب

لے لیا سائے میں اپنے آفتاب اچھا کیا
چھپ گئے حور و پری دینِ حجاب اچھا کیا
کر دیا معمور یہ کنجِ خواب اچھا کیا
رنگِ نرگس نے تو نیز گشتاب اچھا کیا
سب یہ احسان لے مالکِ قباب اچھا کیا
کر کے بخواب ہم کو فتنے لاجواب اچھا کیا
جھک گیا تا خاک تاجِ آفتاب اچھا کیا
جامِ خسرو لے کہ چتِ افراسیاب اچھا کیا
خوں نہنگوں کو پلایا جائے آب اچھا کیا
شاہِ مقصود کی کھولی نقاب اچھا کیا
پرنے پرنے کے خاص ایک اضطراب اچھا کیا
تیر جا رہا تھا بامیدِ ثواب اچھا کیا
حافظؔ گوشہ نشین کو بھی خواب اچھا کیا

اے کہ داہم بخولش مغروری

خود بخود یہ مدام مغروری عشقِ تجھ کو نہیں، ہے مغروری

پچھے جنون عشق کے مت پڑ عقل پائی خدا سے گر بلوری
 مستی عشق تیرے سر میں نہیں مت ہے پی کے آب انگوری
 روئے زرد اور نالہ پڑ درد عشق کے ہیں گواہ رنجوری
 چھوڑ اس ننگ و نام کو حافظا مانگ سا غرٹا یہ غموری

اے کہ درشتن ماہِ مسیح مدارانہ کنی

تخل میں کوئی مروت جو گوارانہ کرے گھر بھی تاراج کرے چونکہ ہے پروانہ کرے
 غم کے مارے ہیں ترے زہرِ باہل پیتے خون اس فقرہ کا نملک ہے خدا نہ کرے
 رنج اپنا اگر ایک نیم نگہ سے جائے شرط انصاف نہیں چشمِ ادھر دانہ کرے
 دیدے ہم بہہ کے مرے راہ میں نہ رہا ہو جائیں تو کبھی سیر کو قصدِ لب دریا نہ کرے
 تیرے اخلاق و کرم کی یہ حکایاتِ ستم بکتے ہیں اہلِ غرض تو کبھی ایسا نہ کرے
 میرے شاہد کی اگر دیکھ لے صورتِ زاہر او رکچھ جڑے و معشوقِ تمنا نہ کرے
 سجدہ حافظا اسی خراب و ابرو میں درست ہو سگماں نہ اگر سجدہ اسی جانہ کرے

اے کہ در کوئے خرابات مقامے

ساکن کوئے خرابات مقامِ اچھا ہے بے جم وقت ہی گرا تھ میں جامِ اچھا ہے —
 رُخ و گیسو ہی میں دلِ شام و سحر ہے تیری ہو اسی طرح اگر صبح سے شامِ اچھا ہے
 تشہ لب جو تری رہ میں سسکتا ہے صبا لاوے ایک یارِ مسافر کا پیامِ اچھا ہے
 لبِ خندانِ قدح سے بے جاں آتی ہو دیکھ تو سونگھ کے تیرا بھی مشامِ اچھا ہے

مغرباں ہو گیا کی ترک فلک نے ڈجھا
کیا عجب تجھ سے جو بن آئے کوئی کار غریب
گروفا کو نہیں پد تیری قرار اور قیام
خالی سر سبز سے کیا اور تو اُمیدِ فلان
سینکڑوں دردِ سحر حافط جاں ہی تیرے
اب تیرا سطر میں تیرا ہی غرام اچھا ہے
کون ہے شہر میں ایک تیرا ہی نام اچھا ہے
ہو اگر جو وہ پہاڑی کو دوام اچھا ہے
برکنا رہیں ایک دانہ بدام اچھا ہے
یہ ترا حافط شب میز غلام اچھا ہے

اُسے کہ مجھ پر عشاقِ رومیداری

تو ہی مجھ پر عشاقِ روم رکھتا ہے
تشنہ بادیہ کو بھی دیکھو رہیں ایک گھونٹ
دل لیا تو نے۔ دیاس نے بگلے مشفق
تیرے ساغر سے پیسں غیر یہ جو چہ مال
کہہ دو سیرخ کے میداں میں مثلاً لائے گس
اپنی کوتاہی سے جاتا ہے تو محروم ہیاں
اسے دل خام طمع شرم کرا سٹھو سے
ہے مگر جو روح عادتِ غوباں حافط
کوئی آقا بھی غلاموں کو جدار کھتا ہے؟
اے کہ اُمید ملاقات نہ ادا کھتا ہے!
وَسْنوں یہ کہ تو مجھ سے بھی جدار کھتا ہے
ہم کو برداشت نہیں تو ہی روم رکھتا ہے
گر عزیز اپنا وجود سرو پار کھتا ہے
کس کی فریاد ہے اور کس کا گلا کھتا ہے؟
کیا کئے کام جو اُمیدِ عطار کھتا ہے
تو ہی اس فرقہ سے اُمید و فار کھتا ہے

اب خرقہ کہ من ام در بہن شراب اولے

یہ جُتبیہ عامہ ہو رہن شراب اچھا
ہے بے سرو پا جب تک یہ وضعِ فلک باقی
نمل یہ سندانہ غرقِ عین اب اچھا
سر میں ہوں ساقی شوقِ عین اب اچھا

زیبا نہیں درویشی میں یافت اندیشی
 سب عمر تہ کر کے دیکھا ہو نگہ کر کے
 راز دل راہ دیوں سن لینے میں کیا لذت
 دل تجھ سے دل آراستہ ہرگز کا نہیں ہے
 بڑے ہوئے اچھا فطانت سے نصحت ہو
 دید و بھی پر آب اچھا سینہ بھی کباب اچھا
 ایک رند خرابائی افتادہ خراب اچھا
 کھلتا ہو یہ اندام چپک اور باب اچھا
 کچھ بے رخی کر پاسے نہ لے کر کباب اچھا
 پنیائے مزہ کرنا ہمارا عمر شہاب اچھا

بامدعی گلو کیداس رشت و مستی

کنا نہ دشمنوں ہے اسرارِ عشق و مستی
 باوصف ناتوانی مثالِ سیم خوش رہ
 کچھ علم پر نظر ہے تو بے خبر گزار ہے
 عاشق ہو ورنہ ایک دن بے لکھے نقش مقصد
 مستی ہے کار دیں میں ایک کفر کی علامت
 یہ آسمان نہیں ہو ہے آستانِ جاں
 کاٹا ہو کر کھلتا گلِ معذرت ہے کرتا
 گشتے میں غایت کے کتبک پڑے سڑینگے
 حلقے میں پیرے کے شبِ بے بخت بھی چرِ غا
 لے مسلوں کے دلی زلفوں کو جھوم ڈالی
 دیکھے تھے تب ہی برپا فتنے یہ سبے ہم سے
 آجا جو دیکھے خرقہ مشغول کارِ خود رہ
 مرنے دو آن کو نائل در رنجِ خود پرستی
 بیمار دوست رہنا بہتر کہ تندرستی ہے
 ایک نکتہ ہے سمجھ لے ماں اپنی کچھ نہ ہستی
 چٹھوں کے سب یہ سماں اور کارِ گاہِ ہستی
 رند و تھیں ہو زیبا چالاکی اور چستی
 اس کی بلندیوں سے ہرگز نہ ہو گی ہستی
 تخیل سے گوارا کرتا ہے ذوقِ مستی
 نرگس سے چل کے لیجے درسِ رموزِ ہستی
 سٹے نہ کافروں سے یا کیجے بت پرستی
 کب تک کریں گے ہندو ہم پر یہ چہرہ ہستی
 رزم کرنے کو تھی ہر دم گردنِ تری کستی
 جو قبلہ ہیں یہاں وہ مشغولِ خود پرستی

صوفی پیالہ کش ہے قاضی لئے قرا با
 لے کو تہ آئینو! ہیں یہ دراز دوستی؟
 کیا دیکھے دکھائے طوفانِ عشق لے جا
 بجلی کی شکس سے چھوٹ گئی تو نہ سستی!
 حافظ نے دیکھ ہی لی اڑتی ملکِ ہچوٹی
 کن سر بند یوں سے آخر کو پانی پستی!

بیجان او کہ گرم دسترسِ بچاں بوئے

قسم تمہاری روا اگر ہلاکِ جاں ہوتا
 کینہ پیش کش و نذر بندگاں ہوتا
 پھنسا نہ ہوتا جو بے طرح زلفِ یار میں ل
 تمام اس کا نہ یہ تیرہ خاکداں ہوتا
 ہمارے خاکِ کف پائے یار کہہ دیتا
 جو زندگی کا یہ سرمایہ جاوداں ہوتا
 وصال کیسا کہ وہ خواب میں نہیں آتا
 نہ آتا کاش مجھے خواب ہی میاں ہوتا
 نہال قد کا ترے سرو و محترف ہوتا
 جو مثلِ سوسن آزاد و ذہ زباں ہوتا
 سر و دوساز میں سنتے نہ نالہ حافظ
 اگر نہ ہدمِ مرغانِ صبح خواں ہوتا

بہ چشمِ کردہ ام ابروئے ماہِ سیمائے

بھیوں بسی ہوئی آنکھوں میں ماہِ سیما کی
 کبھی خیال میں تصویر ایک سراپا کی
 دماغِ خیرہ ہوا چشمِ انتظارِ فنا
 ایک آرزو میں کسی ماہِ مجلسِ آرا کی
 خیالِ رخ میں یہاں چاند پورا غایب ہو
 کسی تارے نے جھلجھلی سی کی بھی تو کیا کی
 زمامِ وی دل مسکین نے ایسے ہاتھ میں اب
 نہ تخت و تاج کی جس نے کسی کے پُر کی
 دوستی غمزہِ خواباں کی جب چلے تلوار
 نہ پوچھ قدرِ سروِ قنادہ درِ پایا کی
 تماشا دیکھ لے لت ہو جے تماشا کی
 دکھاتا آگ ہوں خر قہ کو ہو گیا ہزار

بجائے تختہ تابلوت چوب سرور ہے
جلا ہوں آرزو میں ایک بلند بالا کی
زہے ستم! مرے وارنٹِ جرمِ انست پر
ترے کما پتھر ابرو کی نقلِ غبر کی
فراقِ وصل ہیں کیا کر ضائع دوست طلب
کہ حین اُسی سے اگر غیب کی تمنا کی
نکالیں سپیاں سرِ طح آب کے اوپر
کرے جوتشتی میں حافظ تو سیرِ دریا کی

بہل کی شاخ سرو بہ گلبانگ پہلوی

بہل کی شاخ سروے گلبانگ پہلوی
کھولے ہوئے ہے دس مقاماتِ تنہوی
چمکی بزمِ آتش موسے بہارِ گل
روشن ہوئے تنگنوں سے اسرارِ معنوی
مرغانِ باغِ قافیہ گر اور بذلہ سنج
مے نوش ہو چھے بہ غزلہائے پہلوی
جمشید کا شاں ہے فقط قصہ جام کا
دھوکا نہ دیں کچھ بھی یہ اسبابِ دنیوی
لذتِ فقیری دیرِ سکھِ میند چین کی
یہ عیش تھے نہ درخوردِ رنگِ خمرومی
درویش ہوں، گد اہوں، برابرِ مگر نہیں
کبلی مری کلاہ کے سوتا جِ خمرومی
مے پی لے میرے شعوتِ دل تنگ تو نہ ہو
دلِ خش نہیں تو خاک ہیں سب عیشِ دنیوی
وہ چشمِ منت کر چکی بہرِ بادِ خانہاں
کر بیٹھے اب نہ منت کی محمورِ پیرومی
ان سخت و آزرگوں کی حکایتِ عجیب ہے
اُٹا حلال کر گئے انفا سِ عیوی!
ساقی دیا وظیفہ حافظ میں بادہ کیا؟
چھو! ہو! ہے طرہ دستارِ مولوی!

تہا با ما گزرا میں کینہ داری

صنم ہم سے نہ تو یہ کینہ رکھتے
جو پاسِ صحبتِ دیرینہ رکھتے

نفسیہ سائنس بنیادی ہے جس آب
خمارِ ملساں کی بھی ودا کر
وہ ہم جلیں۔ سے کیونکر وہ نہ ہو
ملاست لاش کر دیوں کو ہٹیک
نڈر نہ۔ کی کو آتشیں سے
ترسے اشوار بہتر سب سے حافظ

خفاظت ہے جو در گنجینہ رکھے
خدا را اگر سے ویر شیعہ رکھے
جو ہر ماہ سا آئینہ رکھے
اگر حکیم فراسے کی نہ رکھے
ہزار ایک خرد پسندینہ رکھے
گو اہ قرآن ترا خود سینہ رکھے

ہیسا بادہ و بازم رہاں زرنجوری

پلاوے بادہ کہ ہو وقع دل سے زرنجوری
نہیں ہے اور کوئی سا زرنجوری مجلس
صلح و الفتویٰ گیا سب فریبِ اول میں
ادیب عشق سے کہ تک کر گیا متحجھے؟

ہو اسے بادہ نہیں کچھ علاجِ مخموری
سو اسے روئے نگار اور شرابِ انگوری
دریغ ہو گئی کُل مال دین کی چوری
خلاف ادب کے اسے عرض ہی مجبوری

ہیں عشق بھی تو زندہ بہاں میں صاحبِ دل
رہی یہ راحتِ جہل اور بھٹی وہ محنتِ ہجر
نہ سحرِ غمزہ قتال پہ ہو جیسے مغرور
ہر ایک سے کہنے کے لائق نہیں جو حافظِ راز

جو عشق ہی نہیں تجھ کو تو خیرِ مندوری
ہماری کشورِ دل پھر ہے ردِ بہمخوری
میں آزا چکا با فائدہ ہے مغروری
نسا اسی کو جو کھینچے ہو محنتِ دوری

بہ صوتِ بلبل و قمری اگر نہ نوشی مے

نہ پی جو بلبل و قمری کے کہتے ہی مے
علاج کچھ نہیں جز "آخر الدوائے الکل"

پیالہ تو بھی اٹھالے نہ کر بہت بہتے
لگے ہیں رہنمائی کرنے کو ساتھ ہمیں دے
نہ جانے سفارہ و ناکس تواضع ہے کیا شے
فلائت کہ من الماء کل شیء کئے
بقول مطرب و ساقی بفتوئے دے دے
مرے جو عشوہ دنیا پہ اے ہائے سے دے
ہے ذکرِ کثرتِ جم اور قدرے یادِ افسر کے
پلا وہ جام پھر ک اٹھے حجامِ طے
پیالہ تمام کہا مان۔ الضان عے

نقاب گل کے اٹھی ساتھ ہائے دے چمن
ذخیرہ کرے غنیمت میں رنگ بڑے ہمار
یاد دے کے جو وہ کیا دیا زمانے نے
میش آبِ حیات اور شہ نہ مر جائے
حرام رکھنا خاطر سے مالِ تہر کہ
رقم ہے بر سرِ حجابِ حجتِ الما دے
شکرہ سلطنت و حکم کے گھڑی کے ہیں
ہے امر طے شدہ ساقی خانہ میں باقی
خیل بھی بخشش کی پائے، احافظ

پچشم مہرا گر با من ہم را ایک نظر بوسے

تو اُس سین بدن سے بل کے یہ تقدیر ہوئی
ہمارے قدرت یا رب نہ اتنی مختصر ہوئی
تو کیسی مست نرگس سے زیں پر شور و شر ہوئی
برے اس درد کی ایک دن اُسے کی تو خبر ہوئی
منبارک ہوئی ساعت کیا ہی اچھا تھا اگر ہوئی

اگر اُس ماہ کو ایک مہر کی ہم پر نظر ہوئی
مہر پر شوق رکھے اُس کے قدموں میں پڑے ہتے
نقاب اٹھ کر اگر وہ چاند سا چہرہ کل آتا
کبھی تو ماہِ خواہاں مجھ پر شاید مہر باں پاتا
جو نوبت وصل کی ہوتی کسی دن روزِ ہجران سے

نہ کہتا کوئی شیریں تر سخن حافظ سے دنیا میں
گر اس طوطی کو بھی حاصل اُن ہونٹوں کی شکر ہوئی

بروز راہد با میدے کہ داری!

بڑھا ز اہد آمیدوں کی سواری
 پیالہ رہ گیا در دستِ لالہ
 جگر میرے بھی دیوانوں کی رستی
 کرو پر ہیز گار و مجھ سے پرہیز
 دل آئے اور خم گیسو میں بچن جائے
 بہار آئے تو توبہ توڑ دیجھے
 عزیزو! نو بہارِ عمر گزری
 سن اب حافظیہ کڑوی کڑوی ہائیں
 وہی ہم ہیں وہی اُمتِ رزاری
 لے آسانی جو باقی ہو وہ ساری
 ہے بیوشی سے بدتر ہوشیاری
 سکے ہوں تو بہ پرہیز گاری
 اگر چاہے خلاص درشت گاری
 نہیں اس فصل میں کچھ پائیداری
 نکل جیسے گئی بادِ ہساری!
 بے غفلت عمر کیوں ناداں گزاری!

بگرفت کارِ حنت چون عشق من کمالے

تُو حُن میں ہو کامل یہاں عشق میں کمال ایک
 ہو جائے رحم اب تو ہنرِ رخِ حیں سے
 ہو خطِ عمر حاصل گر عمر بھر میں ایک دن
 میں تیرے پاس ہوں تو ایک سال ایک دن ہے
 تیرا خیال چھوٹا دل سے نہ خواب میں بھی
 جو دم میں نہ آئے کیا عقل میں سمائے
 یا اوس ہو نہ حافظہ گر و صل یا رچا ہے
 ہونے نہ دیں گے بل کر ہم ایک کو زوال ایک
 یہ جسم گھلتے گھلتے اب رہ گیا ہلال ایک
 اور ایک دن میں بھی ہو گر لُحہ وصال ایک
 اور پاس تو نہیں تو ایک زنجی ہو سال ایک
 آنکھوں کو ہو گیا ہو گو خواب بھی خیال ایک
 کیا اور اس سے بہتر ہو سکتی ہو مثال ایک
 اس سے بُرا نہیں ہو الفت میں احتمال ایک

بفراغ دل زمانے نظرے بہاؤے

بفراغ دل بس ایک دم نظر ایک بہاؤ میں
 بخدا خود اپنی آنکھوں سے ہو کیوں نہ رشک مجھ کو
 گیا دل تو پھر بتا کیا میرے لال تجھ پر گزری؟
 دم آخر اور لبوں پر تجھے آنکھ بھر نہ دیکھا
 نہ کراے صبا شوش مرے گیسوے پر یرو
 نہ کہ ساری عمر تخت شہی چتر وہائے وہو میں
 کہ نگہ نہیں گنہ ہے نظر اس لطیف رُوس
 ہوئی عمر پھر نہ آیا تجھے طوطا چار سوس
 تجھے دیکھتا ہر اور کیا مری باقی آرزو میں
 ہے ہزار جانِ حافظ بندھی ایک تارِ موس

پدید آمد رسوم بے وفائی !

جدھر دیکھو نہ ہو بے وفائی
 ہنرور ہنس دُنیا کے آگے
 زمانے بھر کا گزرا فصل ہے کوئی
 مگر جاہل کو کیا کیا نعمتیں ہیں
 سنائے لاکھ شاعر شعر خوش آب
 نہ دیں ایک مگر خست کے مارے
 خرد نے کان میں میرے کمارات
 کہ جھیلو صبر سے یہ بے لوائی
 بگوشِ دل سن لے حافظ کہ جس نے
 گر آیا خود کو فوقیت بھی پائی !

تو کہ ہرچہ مرادست در بہاں داری

مراد دل سے جو دامن بہاں بیاں رکھے
یہ جان دل بھی یہ بوج و زراں بھی کرے حل
لطیف فوج اگر ہے تو پی مدام حریف
بیاض رخ کی جھلکا کیونکہ بن سکے تصویر
نہ ہو عتاب زیادہ نہ جو ران کے سوا
ہزار تیر چھا کا ہے انتہا پر لگائے
اٹھائے جو رہ رقیباں بہ خنک پشانی
وصال دست جو صرٹ ایک دن ہی صال
لبوں کی دل نے حکایت پر پہنٹ چاٹے
ہم اپنی گود تو بچوں سے بھر چلے حافظ

کہاں وہ یاد غم زار و ناتواں رکھے
جو تیغ بر سر آزدگان رواں رکھے
علی الخصوص اگر غم سے سرگراں رکھے
سہاوزن مرکب بار غواں رکھے
روا جو چاہے وہ بیشک بے گماں رکھے
نہ جان خستہ پر ایک تیر بے گماں رکھے
کہ عشق سہل ہے گریاں بہاں رکھے
وہ عمر بھر کے مزے اور چکوتیاں رکھے
تری تو بات بھی شیریں می رہاں رکھے
بلا سے نالہ و فریاد باغباں رکھے

تو مگر برب جوئے زہون نشینی

بیٹھ کر آب رواں پر یہ جہلا رنگینی
برگزیدہ ہے تو جن کا کھچے اُس کی ہی قسم
کیا کروں جو رہ رقیباں پہ نہ گریہ کروں
ادب و شرم سے تو خسرو فزویاں ہے
ہنشیں خار کا ہو گل کی لطافت عجب!

اُٹھ کہ کیا فتنہ بہا کر دے تری خود بینی
کیا جگہ میری کسی غیر نے دل میں جھینی؟
عاشقوں کے لئے کیا چارہ ہے جز مسکینی
صد مبارک ہے تری شرم یہ بھیجی بھیجی
ہے کوئی مصیبت وقت یہ بے آئینی

اے کہ منظورِ بزرگانِ حقیقت بینی
مردمِ بد کا قریں؟ تجھ کو چھوئے بد بینی؟
خوشر از گلِ دلِ سر کی کرے گلچینی؟
آکر اس منظرِ بنیش میں تماشا بینی
اس کے لایت ہے جگہ زمِ جلالِ الدینی
کیا گزارہ ہے فقیروں کا بجز مکیبی
بیدی سے گرد آساں ہو نہ ہو بیدی
بلغِ الطاقۃ یا مقلدۃ عینی بینی !

سخنِ بے غرض بندہِ مخلص سن لے
نازنین تجھ سایہ پاکیزہ رخ و نیک ناز
جیت کر تو ہونراں بہ تماشاے حسن
نشہ بازی مرا شکوں کی چپا است دیکھ
یہ تیری دلکشی و ناز کی اے مایہ حسن
پھر وہی میں ہوں ہی کو چہ عشق و شکول
بہ سلامت جو پہنچ جائے امانت بھر پاک
صبرِ حافظ کا بہا لے گیا سبیلِ شرک

جاں فدائے تو کہ ہم جانی و ہم جانانی

سر رکھے در پہ ترے جاتی ہے سرگردانی
کارِ دشوار نہیں ہوگا بایں آسانی
نازنینوں کے نہیں بوتے کی جاں افشانی
دیدے گستاخ نہیں چھا گئی ہر حیرانی
چھپ کے رہ سکتی کہاں تک خبرِ بہمانی
تر و شا داب رکھے چشموں کا ان کے پانی
کیا گزارتی ہو تو کب چھوٹے گا اے زندانی
کس گدا کو یہ بلا مرتبہ سلطانی؟
تیرے لایت فقط اُس کو چہ کی ہے سگبانی

جاں خدا تجھ پہ کہ جانی بھی ہو اور جانانی
سر سری اٹھ نہیں سکنے کا سر اس چوٹ سے
خام کو طاقتِ پروانہ پر سوختہ کیا
وقتِ آرام نہیں بیٹھے ہیں چھکے چھوٹے
رازِ دل فاش رقیبوں پہ ہوا آخر کار
میرے دیدوں پہ جگہ دے جو نہالِ قد کو
دیکھ کر زلف کے پھندوں میں جُول سے پوچھا
بولا ہاں ہاں تمہیں کیوں شرک نہ ہو گا مجھ پہ
سچ ہے حافظ تو نہیں قابلِ صحبت اُس کے

جائے حضور و گلشنِ امن است این سرے

آنند بھون اجھرو کہ ورشن اٹل سرے
اسے قصرِ دولت آہ تو کس کا مکان ہے؟
آب و ہوا میں آتشِ موسے کی خاصیت
مازہ نگفتہ پھول - ردائِ شس ہرچمن
سنبھل کی بانگڑی میں ٹھک چو کر ٹھی بھرے
ہر صبح اس آستانہ پر جمشید تختِ چرخ
حافظ یہاں سے جانہ کہیں پیش کرہیں

آئے جہاں میں سراسر طرب میں آئے
شاخیںِ رختوں کی کہ ہبا ہیں پڑیں کو چھائے
اور خاکِ آبِ حشر جو زندگی بڑھائے
زلفِ بنفشہ دل سے صبا کی اگر دہٹائے
اور جانے خاکِ زلفِ صبا ٹھک ہی آئے
بہرِ صبح جامِ جہاں میں کھڑا پچائے
ایسی بہشت میں بھی نہیں ہوگی کوئی جائے

جاناں خیالِ روئے تو دوا زندہ ہر کے

جانا! خیال میں ترے رہتا ہے ہر کوئی
گر آفتابِ حن وہ طالع ہو بام پر
انوارِ غم مالکِ دل ہیں دھڑلے سے
اس دل پر جو گزرتی ہو دستِ فراق سے
گم ہو کسی کا مجمعِ خواب میں نقدِ دل
حافظ سما یا سودا بھی سر میں تو ایسے کا
جس سے کہ لے گیا نہ سلامت ہی سر کوئی!

لیکن نہ ہو گا مجھ سے تو مشتاقِ ترکوئی؟
لائے نہ آنکھ میں کہیں حسنِ ترکوئی
تو راج کرتی ہیں نہیں ہوتا خبر کوئی
دل جانے یا خدا نہیں واقف بشر کوئی
رکھتا ہے کیوں تجھی پر گماں اس کا ہر کوئی

چہ فامتی کہ ز ستر اقدم ہمہ جانی

نہیں وہ جسم، سراپا تمام جان ہی ہے
نہ جانیں رنج بھی گل گلستانِ جنت ہے
حکایتوں میں سنا تھا بہت حینِ کچھ
نہیں ہوں بیٹھنے والا میں جستو سے تری
نہیں اٹھے گا ترے نقشِ پا سے سراپا
وہ گر سپہرِ جنا پیشہ، حالِ اپنا بھی
علیلِ خیم کی مانند جسم بھی ہے مدھال
براہِ لطف و کرم ہی نجات دے جو نہیں

کہاں یہ صورتِ آدمِ بخلط۔ گمان ہی ہے
نہ مانیں قد بھی۔ کہ خود مٹوستان ہی ہے
مگر جو دیکھا تو ایک حُسن کا جہان ہی ہے
اگر چہ بیٹھنے کو گر یہ سے مکان ہی ہے
پھر لے ہجر میں تو پھر یہ آستان ہی ہے
ہے روزگار کہ ویرانی جس کی شان ہی ہے
نہ صرف لعل پریشان کی ملیں شان ہی ہے
یقین مصیبت حافظ کا خوش گمان ہی ہے

چون در جهان خوبی امروز کا مکاری

حاصل ہو گر جہاں کی خوبی و کا مکاری
ہم عاشقوں سے کب تک آخر یہ ناز ہوں گے
کبتک ان آنکھوں میں سی یہ عینِ ناتوانی
جو جو تم اٹھائے جو دردِ دل نے پائے
صبا کے وصل کی گرا یک چھینٹ اٹکے پڑ جائے
ہو ہی چکا تھا میں تو فرقت میں گر نہ آتی
میں ایک بندہ عاجز۔ تو قادر و توانا

عاشق کی دلوں سے کر مدعا برآری
مسکینوں پر کب تک لگی جفا و خواری
اُن کا کلوں سے کبتک تباہی بقیہ رہی
جانے اگر ذرا بھی اُنسو ہوں تیرے جاری
پھر عمرِ بھر جانوں کیا شے ہے ہوشیاری
اُس باغِ بوستاں سے بوئے امید آری
کیا زور کے مقابل تیرے ہو میری زاری

دوکانِ عاشقی کو سرمایہ چاہیے ہے دل میں ایک گلوں کوٹن آنکھوں سے جاری
جی تو آنکھوں کو محشر میں بڑے وصل پاکر چھوڑے گی سسر میرا بالین شہر ساری
بس رحم کے ہو قابلِ اجل زارِ حلقہ کب تک یہ مائردی کب تک یہ سچ و خوار

چوسر دگر زخمی دے بگلزارے

وہ سر دنا ز جگکش میں آگیا بارے یہ گل کے دل میں جھنجھے خار جھنجھی مارے
ہے کفر زلف سے ہر حلقہ میں بیامشتر جدھر اٹھاؤ نظر بحرِ چشم کے مارے
نثارِ نقشِ قدم جان ہو گو اس کے لئے رداں و درہم و دینار بیچ ہیں سارے
نصیب سمئے کہ ہے چشمِ مست یار کو خواب بپا ہیں چار سو بیدار دل کے جیکارے
نہ ہانک شیخیاں ان دلبروں کی زلفوں کی جو تیرہ لائے ہو ا دل تو دیکھے گا مارے
کھایا سر بھی دے سرتوئی کبھی نہ ہم پھنسا یا دل تو اسے خیال بھی ہوا بارے؟
کہا جو نقطہ بن آہلقہ میں فقیروں کے ہندا کہ حافظ پر کار سرنگوں جاے

چہ بودے گردل آن ماہ مہرباں بود

بُرائہ ہوتا جو وہ ماہ مہرباں ہوتا چنیں نہ ہوتی یہ حالت وہ گرچاں ہوتا
نسیم طرہِ جاناں کے بجاؤ بتلاتا ہر ایک سوائے بدن گریہ صبر باں ہوتا
الہی عیشِ جاں تھڑنہ جاتا گریں یہاں بیزرماں سے ہی فی الجملہ درماں ہوتا
اگر تیں ہوتا بھی دنیا میں تاجدار و عزیز تو پھر بھی تخت تو میرا وہ آستاں ہوتا
خیال سدرہ اشک ہو گیا ورنہ ہزار چشمہ ہر ایک سمت میں واں ہوتا

کسی نے مجھ کو کوئے دوست کا ثناں نہ دیا
 نکل وہ پرنے سے آتا تو جائے یل نہ ترک
 دگر نہ پہنچ یہ سب باغ و بوستان ہوتا
 ہو بے نظیر رخ مہر آسماں کیا کام
 اسی کا حکم ہر ایک آنکھ سے رواں ہوتا
 مٹی راہ دایرہ عشق چو طرف مدد
 دگر نہ حافظ بیدل بھی درمیاں ہوتا

خوشتراز کوئے خرابات نہ باشد جائے

ہو نہیں سکتی خرابات سے خوشتر جائے
 شیشہ دباوہ دکنج چمن ٹروے حسین
 اپنے تو قبر بھی اے کاش ہیں بن جائے
 جائے تو، دیر منھاں، لطف وطن بھلاو
 کہہ دے لے تجھ سے بھی جو تجھے مرے من بھلائے
 کون کہا ہے جاں میں نہیں مجھ سا عاشق؟
 لائے تو رشے تہاں کیا ہی مبارک لائے؟
 صنادر دل میں جگہ تیرے برا کس کی ہے
 بواہوس کا ہے متولہ نہ یقین فرمائے!
 صرف تیری ہو نہیں اور کسی کی جائے
 ہے ادب شرط محبت نہ نکالے منہ سے
 کلیمہ دیر کا جسے برہمن دانائے
 کر تر خم دل مجروح پہ خفا فطاکے اگر
 آج تو مانے کہ ایک کل بھی یقیناً آئے

خوش کر دیا ورمی فلکت روزِ داوری

کی جنگ و داوری میں خزانے تو یاوری
 اُس کی گلی میں شکستِ شام نہ پہنچ ہے
 اب دیکھنی رہی تری سُکرانہ آوری
 گرتے ہوؤں کا دیکھ خدا بھی ہے دستگیر
 اقرارِ بندگی کر د اقبال چاکری
 ساتھی پہنچ یہاں بھی کوئی لے کے خوشخبر
 اے بندے تو بھی سیکھ لے افتادہ پُرسی
 ہو ایک دم تو شاخِ دل غمزدہ ہری

خطروں سے شاہ راہ بزرگی کی ہو بھری
 درویش و جمیع خاطر و لُج قلندری
 شاہوں سے نہ رخیر، فقیروں سے یادری
 ”اصلح خیر“ جنگ میں دیکھی نہ بہتری
 شرمندہ خاکساری سے بے کیا گری

رہرو ہو اس کٹھن میں سبکبار چاہیے
 سلطان و فکرِ شکر و افکارِ تاج و گنج
 یکساں ہے دخل دونوں کوئلِ ملام میں
 کہتا ہوں شفقانہ کہ اے نورِ دل معاف
 حافظہ نہ کر دفترِ فحاشی سے پونچھ

درہمہ دیرِ مخال میت چمن شیدائے

خرقہ ایک جاہ ہے گردِ علم کا دفترِ ایک جا
 نہ پیوں نہ کھوں نہ جبت تک وہ رخِ دل آرا
 دے خدا اور کوئی عقل کارِ روشن تارا
 ان کناروں پہ لگتا کوئی سُرِ بالا
 وہ تو کیسے نہیں پروائے کو مطلق پروا
 دل نے آنکھوں سے رُال کر دیے غم کے دریا
 مے ہو، مشو قہ ہو، بس اور نہیں کچھ نشا
 کوئی بنیا نہیں جاتا ہے پس نابینا
 ق نغمہ زنِ بادِ فونے گاتا تھا غزلِ ترسا

چھان لی دیرِ مخال مجھ سا نہیں ہو شیدا
 لے چکا لب سے یہ پیاں صنمِ بادہ فروش
 دل کے آئینہ شاہی پہ تو جم جاتا ہنرِ رنگ
 کی ہیں پیروں نے رواں دامن تر سے نہریں
 کون جو شمعِ زباں رازِ پہ کھولے اپنے
 کشتیِ بادہ کوئی لائے کہ بے دوست یہاں
 ذکرِ کچھ اور سنوں گا ہی نہ میں خلدِ پرست
 جانہ نگر کی تویمِ حتمی کی بکواس پہ یں
 کیا ہی دھپ گلی صبحِ دیرِ سکھ پر

یہی اسلام ہے حافظ کہ جو تیرا اسلام
 دے گئے گراے کوئی کج کے نیچے فردا

دیم بخواب دوش کہ ماہ ہے برآمدے

ایک چاند شب کو خواب میں یہ نظر ہوا
تبسم پائی یا سفر کروہ آئے گا
کیا خوب ہوتا خواب کے آجاتا ہم قدم
جانیں فدا میں کرتے ہم اس دلنواز پر
جس نے سکھائی سنگھائی اس کو اسے خدا
ہو گی نہ پھر مجال رقیبوں کو ظلم کی
لے لے وہ دن بھی یاد ہیں جب ہر گھڑی صو
یادش بخیر ساقی فزخند فال وہ
خامان رہ نہ رفتہ کو کیا ذوق عشق کا
آب خضر نصیب سکندر ہو کیا ضرور
مقبول طبع شاہ سخن پرور آئے گا

ہر تو میں جس کے عرصہ حیراں ہے ہوا
کیوں آج سے بھی کاش نہ یہ پیشتر ہوا
جھونکا ہوا کابھی نہ کوئی راہ ہے ہوا
دو وح بن کے بھی نہ کبھی جلوہ گر ہوا
پتھر پہ پاش پاش نہ کیوں اس کا سہر ہوا
کوئی ستم رسیدہ جو فریاد پر ہوا
ایک یار کا پیام براہ و گر ہوا
دروازہ جب کھلا وہیں پیش نظر ہوا
دیرا دلوں دلیروں سے یہ گھاٹ سہر ہوا
ایسا بھی کیا جہاں میں بھلا زور زور ہوا
حافظ جو شعر غیر تری طہ زور پر ہوا

رفتہ بہ باغ تاکہ پچیم سرگلے

پہنچائیں صبح باغ جھکاٹنے کو گل ایک
مجھ سی ہی وہ غریب بھی ایک گل پہ تھی فدا
پتھر مارا میں باغ میں بہر پھر کے بھی رہا
ہر فصل گل ہزاروں ہی کھلتے ہیں باغ میں

ناگاہ آئی کان میں فریاد بکبل ایک
برپا فغاں اس کی تھا گلشن میں نعل ایک
دل میں بارہ گل و بلبل تامل ایک
خالی خلش سے خار کی پایا نہیں گل ایک

گل یارِ خار و یکھا تو بھل قرینِ عشق
رُودادِ غنڈ لیب اثرِ دل میں گر گئی
ہرگز تینتیر اس میں اس میں تبدیل ایک
باقی نہ مجھ میں نام کو چھوڑا گل ایک
اُس میں بھی دیکھتے ہیں جھڑا کو طر و گل ایک
حافظِ مدارِ چرخ سے پھر کیا فلاح کار

روزگارِ سیت کہ مارا نگر ایں میداری

کون مدت سے ہیں تو نگر ایں رکھا ہے
گوشتِ چشمِ رضا سے کبھی دیکھا نہ ہیں
نغصوں کو بھی بوضعِ دگر ایں رکھا ہے
باس ہی حرمتِ صاحبِ نظر ایں رکھا ہے؟
اس کو صد چاک اُسے نعرہ ناں رکھا ہے
اہلِ گلشن کو بھی تو دل نگر ایں رکھا ہے
تو بھی باعثِ ہو یہ ایک ست گماں رکھا ہے
اپنے دل خستہ سے کیوں طبعِ گراں رکھا ہے؟
عقل اے پر خرد اپنی کہاں رکھا ہے؟
تو تمنتائے گل کو ز دگر ایں رکھا ہے
جی میں گر کچھ ہوں سیراں رکھا ہے
آرزو کے بصرِ ازلے بصر ایں رکھا ہے
کہ تو اس حالتِ بد سے مجھے یہاں رکھا ہے؟
خونِ اربابِ ہنر کے جو نشان رکھا ہے

کون مدت سے ہیں تو نگر ایں رکھا ہے
گوشتِ چشمِ رضا سے کبھی دیکھا نہ ہیں
نغصوں کو بھی بوضعِ دگر ایں رکھا ہے
باس ہی حرمتِ صاحبِ نظر ایں رکھا ہے؟
اس کو صد چاک اُسے نعرہ ناں رکھا ہے
اہلِ گلشن کو بھی تو دل نگر ایں رکھا ہے
تو بھی باعثِ ہو یہ ایک ست گماں رکھا ہے
اپنے دل خستہ سے کیوں طبعِ گراں رکھا ہے؟
عقل اے پر خرد اپنی کہاں رکھا ہے؟
تو تمنتائے گل کو ز دگر ایں رکھا ہے
جی میں گر کچھ ہوں سیراں رکھا ہے
آرزو کے بصرِ ازلے بصر ایں رکھا ہے
کہ تو اس حالتِ بد سے مجھے یہاں رکھا ہے؟
خونِ اربابِ ہنر کے جو نشان رکھا ہے

شکر کے دن یہ سکایت میں گزریں حافظ
کیا گئے گزریں زمانے کا دھیاں رکھا ہو

زین خوش رقم کہ بر گل رخساری کشتی

دکھلایا خط یہ بر گل رخسار کھینچکر
 ہو ہو یہ دل پیگانہ ابرو چشم سے
 با صبا پال کے دوئے ہوئے زلف
 آ آ کے یاد و لب میگوں ختم مست
 اس کے م نہیں کو پس ہفت پردہ
 مست جاگن چشم بد سے پکا نگاہیں تجھے
 دنیا کی اور آرزو حافظ جو ہوتا
 خط بر حیفہ گل دگلزار کھینچکر
 تانے کہاں ہیں برسہا کھینچکر
 بیکار کو بناتی ہے با کا کھینچکر
 خلوت سے لائیں خانہ خمار کھینچکر
 اس طرح تو نہ لاسیر بازار کھینچکر
 دامن ترانہ پھار یگانہ خار کھینچکر
 پی کے اور وہ طرہ طرہ کھینچکر

زگوئے یارمی آید نیم باد نوروزی

وہ آئی کوئے جاناں سے نیم باد نوروزی
 نکل آپ سے سے اس گل سخن در پرہ کتا ہوں
 جو ہونرد اور بل گل خدارا پیش کو دے گل
 طریق کامیابی کیا ہے ترک کام خود کرنا
 خود بر علم سامان طرب سے باز رکھتا ہے
 سے صافی ہی سیری جاں۔ رہا صوفی وہ بد بین
 سمجھنا نوٹ تری کا مطلب جو بیاروں میں؟
 طریق عشق گر سیکھو تو بلبل سے گلستاں میں
 کریں اُس کی ہواداری سے دل کی شمع افروزی
 زیادہ پانچ دن سے کب ہو حکم میر نوروزی
 غلط پر تھا غلط فاروں کا سودائے زراں نوروزی
 کلاہ سردی یہ ہے نہیں ٹوپی وہ زوروزی
 سن اے عالم! کہ جاہل کو زیادہ ملتی ہو روزی
 نصیب س عیب ہیں جیسی نہ ہو عاقل کو جو روزی
 گر مجھ سا ہی غم اُس کو بھی ہے شاید تباروزی
 سنو حافظ کو مجلس میں جو چاہو شعر آموزی

زراں مے صاف کر دو پختہ سود ہر خامے

ہو جو باہ رمضان ہے، بے ساقی جام ایک
ساقی شمشاد قدو ساندہ سیم اندام ایک
اس کا جانا ہی عنایت سمجھ اور انعام ایک
جسکے ہر صبح کے پیچھے ہی لگی ہے شام ایک
ہو ہر ایک وعظ کی غلبں بھی تو گویا دام ایک
اُس کو پہونچا یہ صبا جا کے مرا پیغام ایک
بھول کر بھی کبھی یاد آئے نہ دُرد آ شام ایک؟
داد کیا دے گا وہ دشوار پسند خود کام ایک!

اُس مے صاف سے جو پختہ ہو پی کر خام ایک
روزے پر روزہ گیا پانی نہ ان ہاتھوں نے
رمضاں گرچہ ہے نہان غریز اپنا دل
رسم ہی ہے یہ زمانے کی بجائیں راہ
مرغ زیرک تو نہ پھٹکے گا کبھی خانقہ میں
یار گلشن میں ہو جب سیرِ چمن میں مشغول
یہ حرفیوں میں نشب دروزے صاف کے دوز
خسر و عمر نے ہی داد نہ دی جب حافظ

سحر باد می گفتم حدیث آرزو مندی

نہا آئی کہ دائق رہ بالطفِ خداوندی
زیبا غایت کو کرتے ہیں خیالاتِ خرد مندی
تو قس اس سے شادی کی ہو ایک محلِ خرابندی
الہی مجھ کو کب جو شاہ درویشی و خرد مندی
ہے باہرِ حد گویائی سے شرح آرزو مندی
ہماریہ تجھ سا عالی قدر اور یہ ہڈیاں گندی؟
یہی دلدار تک سیدھی ہو راہ رشتہ پیوندی

صبا سے صبح نہیں تھا اور بیان آرزو مندی
سنوار ایک زلفِ لیلیٰ تو بھی کا عشق مجنوں کر
جہاں ایک زلال رعنا اور جلی بیروت ہو
یہاں پس نفع میں دیکھا تو ایک دلش خرم
قلم کا مُنہ ہے کیا کھولے زباں رازِ محبت پر
ہونا اہلوں پہ ضائع حیف تیرا سایہ دلوت
دعا کے صبح و شام لے جاں کلیدِ قیل مطلب

یہ سحرِ غمزہ تھاں کہ دیں درد اور دوا بخشیں
اے اویس مصریٰ اغورِ سلطنت اتنا
دلاویزی زلفِ تمکِ نشاں پاکہ دلبزی
کلامِ حافظ شیراز گاتے رقص کرتے ہیں
خبرے باپ کی؟ آخر ہوئی کیا ہر فرزندِ
سید چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندیٰ

سلامے چوبوئے خوش آشنائی

سلام ایک ہمتا گلِ آشنائی
درد و ایک نورِ دل پارِ سا سا
تجھے پہنچے اے آنکھ کی روشنائی
اے اے شمعِ خلوتِ گہ پارِ سائی
ہوا غم سے دل خون ساقی دھائی
کبھی جیسے تھی ہی نہیں آشنائی
نہیں دل میں اب تاب زہرِ ریائی
کہ حد سے بڑھا شیوہ بے وفائی
نشبِ جس کا منہ باجِ مشکل کشائی
نہ نگینِ لوں سے لے دل ہومیائی
گدائی میں کیا کیا کروں پادشائی
بڑے ساتھیوں سے جدائی جُدائی
تو کیا بانے اے بندہ کارِ خدائی
وہ صوفیِ فلن سے کہاں نیچتے ہیں
عروسِ جہاں حسن کی حد کو پہنچتی
نہ پھر میکہ سے وہ کُنجی دیں ہے
ہو چہارہ اور چورِ زخموں سے تب بھی
جو تو چھوڑوے مجھ کو اے نفسِ طامع
تبادوں تجھے کیا کیمیا سے سعادتی؟
نہ کر جو گردوں کی حافظِ شکایت

سحرِ ہالفتِ مینا نہ بدولتِ خواہی

ہالفتِ میکہ کل از رو دولتِ خواہی
بر لاہوتِ جا کہ تو دیر مینہ ہوا در گاہی

بزنہ کش جم سا ہو اور جان لے سبر ملکوت
 بہ ادب پیش ہو ہر در و کش میکدہ سے
 دیر نیچا نہ کے یہ زہر قلندر اکشر
 خشت بالیں ہوں یہ جب فرق فلک پر قہوم
 سلطنت فقر کی گر تجھ کو عطا ہو جائے
 طے مگر ہوگی یہ منزل نہ بلا خسر کے ایک
 سر ہو یہ اور در میخانہ مندیریں جس کی
 آئے در فقر کا کٹکانا نہ تجھ کو تو نہ چھوڑ
 اے سکندر نہ نکل کوشش ہیودہ نہ کر
 حافظ خام طمع شرم بھی کچھ آتی ہے

دیکھ لے جامِ جہاں میں جہاں کی تھا ہی
 سرق سے مجھے سا لک ہو اگر آگاہی
 دے کے لے لیتے بھی ہیں افسر شاہشاہی
 دست قدرت کا تو پیران کے بیاں ہو کیا ہی
 کمترین ملک ترا ہر سے ہوتا ماہی
 بے اندھیرے میں زیادہ خطر مگر اہی
 آسماں پار ہیں ہر چند لگیں کوتاہی
 سنہ خواجگی و مجلس تو راں شاہی
 آب حیواں نہیں ملنے کا بزر شاہی
 کیا عمل ہیں؟ دو جہاں جن کی نہایت چاہی

سحر گم رہوے در سمریہ

دور ہڑتا تھے ایک سمریہ میں
 کہ اے صوفی اسے شیشے کے اندر
 گرا گشتِ سلیمان میں نہیں ہے
 خدا اُس خرقہ پر صدا ہی لعنت
 دروں تیرہ ہیں روشن غیب سے ہو
 مروت عتفا ہو بار گراں ہو
 تجھے صدا جو اے دارائے خرمین
 کیا ایک نے یہ گوش ہم قریں میں
 تو مہوتی جو صاف ایک اربعین میں
 تو پھر کیا خاصیت نقشبنگی میں
 رکھے جو سینکڑوں بت آتیں میں
 دیا کوئی دل خلوت شش میں
 نہیں کچھ بوجھ ناز ناز میں
 نظر کر رہی کی ایک خوشہ چیں میں

حمینوں میں تو ٹھیری تند خوئی
درمیانہ کھل جائے تو دیکھوں
نشا طو عیش کا بھی گم نشاں ہے
نہیں ہمت کو اجر سر بلندی
مگر کیا عیب ہے قلبِ حزین میں؟
آلِ کار جامِ بیش میں
کوئی درائن ل نے سعی دیں میں
وَعَا بیتاب قفلِ آہن میں
رہا عالم تو وہ دھل لیتیں میں
نہ کچھ حافظ کا قرآن میں لگے جی

ساقی بیا کہ شد قدح لالہ پرے

ساقی چل آ۔ پڑی قدح لالہ میں بھی
چھوڑ اپنے کبر و ناز کو۔ دیکھے جہاں نے ہیں
ہشیار ہو کہ مرغِ چین مستِ صبح ہیں
کیا اعتماد ہو نظرِ ہنرِ چرخ پر
کیا کیا چلکتی ناز سے ہے شاخِ نو بہار
جاہ و ختم پر گل کے نہ جادل نہ پچھائے گا
دے مجھ کو یادِ حاتمِ طے میں بڑا سا جام
وہ مے کہ جس کا رنگِ طبعی ہے ارغواں
وہ دیکھ مطربانِ چین سُر ملاتے ہیں
مند لگی ہے سبز کی چلِ باغ میں دہاں
باوِ حسرت نے یادِ لڑکپن و لاویا
اشیائے روزگار ہوں بہنِ شرب سب
طاات کب تلک یہ خرافات تاجکے!
چین قبائے قیصر و طرفِ کلاہ کے
بیدار ہو کہ خوابِ عدم آنے ہی کو ہے
جو اس کے غنوں پر مریں افسوس لائے ہے!
یارِ راستے تو چھو بھی نہ جائے ہولے ہے
فراشِ بادِ ہر ورقِ گل کو زیرِ پے
کردے سیاہ نامہ نخیلوں کا آج طے
لالہ کا لال جس کے سینے سے رنگ ہے
نبختے ہیں سن تو بر بطِ وطنِ روچک دئے
استادہ سرو ہے تو کمر بستہ آگے نے
لاوہ دوا دے غم کی جو دار و ہولے بنے
مردانِ راہ کچھ نہیں رکھتی عزیزِ فتنے

کل بھی شرب و کثرت و حور اپنے واسطے
جا پہنچی دھوم حافظِ جادو کلام کی

ہو آج کیوں نہ ساقی مہر و جامے
تا حد چین و شام با قضا کے روم و کے

سینہ مال مال درست ہے درپنا مرہم

سینہ والا مال ہے زخموں سے کچھ مرجم تو ہو
آدم خاکی اس عالم میں نہیں ہے دستیاب
چاہِ غم میں جلتا ہوں شمع چگل کے واسطے
عشق میں کس کام کے خاااااں وقتِ عیش و ناز
عیش و آسائش طریقی عشق بازی میں کہاں
اس سپہِ گرم رو سے کیا اُمیدِ عافیت
عقل بھی نہیں ہی مری میتی پہ بولی بوالعجب
بُوئے جوئے مولیاں آتی ہو جس کی سمت سے
گریہِ حافظا کرے کیا پیش تنہائے دوست

دم گھٹا تنہائی سے بند کوئی بہم تو ہو
عالم نوکے لئے بھی چاہئے آدم تو ہو
شاد ترکاں بھی ہو غافل پر کوئی رسم تو ہو
ایک جہاں کو چھونکے اللہ یہ دم خم تو ہو
چوڑی زخموں سے یارب طالب مرہم تو ہو
جام سے ساقی کہ تسکین قلب کو ایک دم تو ہو
وردیاد و رنج ایسا کسی کو غم تو ہو !
دین لُ اس ترک سمرقندی کو دشت کم تو ہو !
گریہ کو طوفاں میں قدر قطرہ شبہم تو ہو

سلام اللہ ما کہ الیالی !

سلام ابشرا کر اللہ علی
علی وادی الابرار ومن علیہما
دعا گوئے غریبان ہماں ہو
نہ گھبرا دل کہ وہ زنجیر گیو
آموت صابر ایا لیت شمری

عَلَى الْمَلِكِ الْكَارِمِ وَالْعَالِي
وَدَارِى بِاللَّوْنُوقِ الْكَرْمَالِي
وَادْعُو بِالْوَأْتِ وَالْوَالِي
بِجَمْعِي، نَيْسِ أَنْفَضَةِ حَالِي
مَشَى نَطَقَ الْبَشِيرِ عَنِ النَّوَالِي

فحک راجتی فی کلّ حین
 سویدائے دل شوریدہ باختر
 وصال ایک تجھ سے شاہ کامراں کا
 فروں خط سے ہوئے صدا جمالِ اُد
 تجھے تلاش قدرت آفریں ہو
 وہ جس جانب کرے رخ یا الہی
 رہے قائم وہ در نہ سہل تر ہے
 خدا جانے ہو حافظ کی غرض کیا
 و ذکر ک مونس فی کلّ حالی
 نہ ہو اس شورش سودا سے خالی
 میں بدنام اور رنبد لا ابالی
 ہے تو زندہ صد سالِ جلالی
 سجایا گردِ مس خطِ ہلالی
 نگہباں ہو بخطِ لایزالی
 زبانِ مایہ جانی و مالی
 و عظم اللہ حسبی عن سوا لی !

سبت سلمے بصد غیبا نوادی

سبت سلمے بصد غیبا نوادی
 خدا را رحم مجھ بیدل پہ کرے
 و من اکثر تمنی عن حب سلمے
 غم سودائے عشق یار میں دل
 گیا حافظ کا چین رفت میں دل
 و روحی کل یوم لی نیادی
 و اوصلنی علی الرغم الاعدادی
 غرقِ عشق فی بحر الوادی
 تو کلنا علی رب العبادی
 بئیل منظم واللہ ہادی !

سیلمی منذ حلت بالعراقی

سیلمی منذ حلت بالعراقی
 اے اوسا ربانِ محلِ دوست
 آلاقی فی ہوا ما الاقی
 الی رکبا نکمل اشتیاقی

سنا اے مطربِ شبِ لہجہ خوشنود
 غول میں یس کی صورتِ عراقی
 عطا لے ساقی ایک ٹل گراں ہو
 شاک اللہ میں کاسِ دھاتی
 جوانی سن کے ٹوٹ آتی ہو گویا
 صلے چنگ و نوشاوش ساقی
 بے باقی بھی بے تجھ پر چکرِ دس
 مرے میں آکے ساقی عمرِ باقی
 فراقِ یار نے خوں کر دیا دل
 الا تعالیٰ ایامِ الفراقی
 رہ اپنے نیک خواہوں سے بنا کر
 عجب پر ہیں لہن ہو دخترِ زر
 میسجائے مجرّد کو بے زریبا
 ربيع العمر فی مرعی ہما کم
 خرد کو غوطے دریا میں مینوش
 نہانی الشیب من کلّ العذارى
 وصالِ دوستِ ٹھیرا کار اپنا
 دموعی حجبِ کرم لا تحقر و با
 نہانی الشیب من کلّ العذارى
 نصّت فرص الاصالِ اشعرنا

شہریت پر حریفان از ہر طرف لگائے

ایک شہر پر حیناں دیکھو جدھر نگار ایک
 موقع ہے عشق بازو کرنا جو چاہو کار ایک
 چشمِ فلک نے دیکھا ایسا حین نہ ہوگا
 کس حیدر گہیں ہوگا ایسا پر می شکار ایک
 گل سے ہزار درجے بڑھ کر وہ نازیں ہے
 دہن میں اس کی الجھا پائے کبھی نہ خار ایک

دیکھا کسی نے کب تھا وہ جسم جان بیا
ایسے شکستہ کو کیا کہنا جھڑک کے جا "جا"
بے غش ہے مے چڑھالے ہودت مرقع پہ
کیونکر یہ راز کوہوں لاحق ہو کس سے بول
ایک ٹرک شوخ کے ہیں چگل میں مئے حافط
بھلا نہ اس کا چھوڑ دین کبھی خبر ایک
یہاں غایت قنابل و سببے یا کٹار ایک
آئے نہ آئے تجھ کو آئندہ نو بہار ایک
کیا درد و درخت اک کیا کارخت کا ایک
کیونکر بے جوا یا ہو یا درد و یار ایک

صبا تو نکلت آں زلف مشکبوداری

صبا با گئی وہ زلف مشکبوداری
مرصع گوہر اسرار حن و عشق ہے دل
نہیں شہما یل مطبوع یار میں کچھ نقص
نوائے عنایہ اسے گل تجھے خوش آئے کیوں
ہوں ایک گھونٹ میں سرت نوش ہو جو تجھے!
قبائے حسن فردشی تجھے بھی زیا ہے
مٹے جو کھوج بھی مشک ختن کا کیا غم ہے
شہ مالکِ خوبی ایک آفتاب ایک تو
نہ سرکشی پہ دکھا سرو جو سبار یہ ناز
دعا جودی تو ہنسائے کے زیر لب پوچھا
یہ کچھ مدرسہ حافطانہ دے گا گھر عشق

ہے چلنے پھرنے پر موقوف جتو ساری!

صحبت وثرالہ می چکد از ابر بہمنی

تڑکا ہے اوس چکان چکا ابر بہمنی
 گردابِ ماکوسن میں پھنسا ہوں پلانچے
 سار صبح کر کے چڑھا جامِ مکیننی
 بھولوں، نجات پاؤں میں مانی دینی
 خونِ پیالہ پی نہیں خونِ حرام یہ
 گر صبح دمِ خمار تھے در دوسر کرے
 اور دھیان رکھ اُسی سے جو ہو کار کردنی
 پشیمانی خمار کو دے تو بھی گردنی
 ساتی ہے خیال کہ غم ہو مکین میں
 سطرنب بھول جائے تھے بھی یہ رہرنی
 خوش باش دامن اکٹا ہے یہ پیر میننی
 نئے دے کہ جھکے کان ہیں سیر یہ بولاچنگ
 دے خون ل تو اُسکو آجائے؟ یشمیننی؟
 حافظ تو سرِ قد کو لگا جائے چشم پر

طفیل مہتی عشق آدمی و پری

سب عشق کی ہی بدولت ہیں آدمی و پری
 نہ متعہ نظر ہو تو وصل کیا چاہے
 ارادت آدمی لائے ساداتوں سے بھری
 بے صبح و شکر خوابِ صبح دم کب تک؟
 نہیں تھا جامِ جہاں میں مفید بے بصری
 کسی کی نئے رخ و زلف کی ہی لہریں ہیں
 رواں ہزار ہی شب اور نالہ سحری
 دکھائے جد نہ رہ جائے بے نصیب غیب
 صبا کی خالیہ سائی گلوں کی جلوہ گری
 ہونے چہ تو لے آئیں سلطنت دیدوں
 نہ لے غلام بھی کوئی بے صفت بے ہنری
 دعائے گوشہ نشین پھر دے گی تیر بلاما
 لے گا ہاتھ جو غفلت ذرا بھی اس میں کری
 اندھیریوں میں مجھے رہنا ہے روز بھوئی
 ادھر بھی ترچھی نظر سے نہ دیکھ لے جو فری؟
 نماز نیم شبی اور گریہ سحری

میں خراب ہوں کہ بدنام جاں، مگر دعا ہے
 تجھے دستِ کیمیا ہے، مرے کھوٹ پر نظر کر
 یہ کہاں کروں شکایت، کہوں کس سے یہ حکایت
 یہ بید تھا وفا سے تیری بھجنا نہ ہم کو
 چلو جاؤ پارساؤ کہ رہی نہ پار سائی
 یہ نہرا نہ سبج نہ بنے گی جال میرا
 تیرا بندہ ہوں میں دل سے مجھے رکھ گوانہ دیجو
 تو چلا تو تیرے مرغاں کہ ہے وہ خونِ حافظ

کہ چٹھائے مجھ کو بستے ایسا نیکام ایک
 کہ نہ پائی اور پونجی تو بچھا یا میں دام ایک
 وہ حیات دیتے تھے لب پہ حیات بے دام ایک
 کبھی نامہ و پیام ایک کبھی پریش و سلام ایک
 سنے ناب جب چڑھالی تو ہونگ صرف نام ایک
 کہ جو مرغ دانا ہو گا نہ پھنسنے گالیے دام ایک
 کہ مبارک اور ایسا نہیں پائے گا غلام ایک
 کہ جہاں میں اس بڑھ کر نہ ہوا، قتلِ عام ایک

کبکبت قصہ شوقی و مدعی باکی

کبکبت قصہ شوقی و مدعی باکی
 سنائی آنکھوں نے کیا داستانِ عشقِ دراز
 عجیب واقعہ کیا حادثہ ہے! لا الہ الا اللہ!
 زبان کس کی ہے ہو عیب گوئے دامنِ پاک
 بنائے خاک قدم لے کے تیری لالہ و گل
 رہا نشان نہ کوئی مجھ میں تیرا تجھ بن گو
 صبا بعیرِ شاہِ آئی سا قیاطِ بیٹھ
 دَع الشاکلِ تَنفَعِ نَدْرُ جَرْمِی و شَل
 زبانِ لال ہے حافظ ہی وصفِ حق میں کیا
 بس آکر ناک میں دم لاپچی ہے غمناکی
 ایا منازلِ سلمے فائینِ سلا کی
 انا خطرِ بَرْتِ قَتِیلًا و قَاتِلِی شاکِ!
 ہو گل پر قطرہِ شبِ نیم کی مثل ایک پاکی
 بنیں ازل میں یہ جب کس آبی و خاکی
 ارے آثرِ مجامی منِ حیات کی
 دہاتِ شمرے کریمِ مطیبِ زرا کی
 ہے زادِ راہِ رواں چستی اور چالاکی
 ہے گم صفاتِ الٰہی میں عقلِ ادراکی!

گفتند خلائق کہ توئی یوسف ثانی

کستی ہے خلائق کہ تو ہے یوسف ثانی
فراد ترے عشق میں کہلاؤں عجب کیا
تشبہہ نہیں غنچہ کو کچھ تیرے دہن سے
سویا کر کیا وعدہ - دیا کام نہ لب نے
آنسو کی طرح دیدہ مردم سے ڈہ کر جائے
گزر اسپر جاں سے بھی تیر نظر یار
دکھلا تو دے رفتار کہ ہو سرور روانہ
ہم سر کو قدم کر کے قسَم کی طرح گزرے
دھکے نہ دلا حافظِ غمدیدہ کو اپنے

پر غور سے دیکھا تو ہے یوسف تو کہانی
تو خسروِ خواہاں ہے اے شیرینِ زمانہ
غنچے میں کہاں ہوتی ہو یہ تنگ دہانی
سب سوسن آزاد کی تھی چرب زبانی
جس پر نظر آئے تیری خُشکی کی نشانی
التدیر سے بیسار تیری سخت کمانی
اٹھلا دے دریا یار کہ بھولے وہ روانی
قد راس نے نہ ایک پرزہ کاغذ کی بھی جانی
بر باد کئے تجھ پہ دل و دین و جوانی !

مے خواہ و گل انشا کن از دہر چہ میجوی

پنی کل بھی، ٹٹا گل بھی اور آتش رکھ کوئی
منہ پہ گلستاں کی ایک شاہد ساقی کا
شمشاد خرا ماں ہو - آہنگِ گلستاں ہو
یہ غنچہ لبِ بخداں ہے کس کے مقدر کا
بازار ہے گرمی پر اور جوشِ خریداری
ہر شمعِ زکور دئی خطرے میں ہو اکے ہے
ہر نوئے سیرِ طرہ سونا فوں کو ازاراں تھا
ہر مرغ ہے بانغمہ اس گلشنِ شاداں میں

تو نے بھی سنی کُبلِ گل کی یہ چہ می گوئی؟
مُنہ چوم لے، لب چک لے، اے پیکے بنو شری
چل سر و ترے قد سے کچھ سیکھ لے دلجوئی
یہ شاخِ گلِ رغنا ہے کس کے لئے، بوئی؟
کچھ پنچ لے کچھ کر لے سرمایہ نیکوئی
حاصل جو ہنر سے ہو بہتر وہ زکور روئی
کاشن اس میں کہیں ہوتا ایک تسمہ خوشبوی
چمکا زکُبل کی حافظ کی ثنا گوئی !

مخمور جام عشق ساقی بدہ شراب

مخمور عشق ہوں میں ساقی ہلا شراب ایک
چمک کائے جام ڈنکے مغل میں رنگ آب ایک
کم عشق مابہوش میں ہے راس پر وہ دہری
مطرب غزل سنا ایک ساقی پلا شراب ایک
ایک آفتاب ہے وہ۔ ٹھیرے نہ آنکھ جس پر
نہد جائیں دونوں دیدے ٹکلا کے خطر اب ایک
امید جسد میں ہوں سرتاپا انتظار
اور لب کی چھو میں محو خیال و خواب ایک
مخمور آنکھ یوں کے ہیں بھر دے جام ساقی
بیار میں دو لب کے۔ جی جائیں دے جواب کیا
علاقہ تباہوں کچھ کم دیکھے گھر اس کا دیبا
جائے مجھے بھی ہوں میں اسحاق ہائے باب ایک
دل دے گواہی ہو گا حاصل نہ قطرہ آب ایک
اُس کائے کی نہ جانب پھیلانا ہاتھ جس سے
اور آگ یہ لگا دے گا لہو شراب ایک
اچھا خیال رخ سے دل کو نگیا حافض

نو بہار ست در آں کوش کہ خوش دل با سنی

نو بہار آئی ہے دل چاہیے شہل ہنا
پھر بہاروں میں ہمیشہ ہے تہ گل رہنا
چنگ در پردہ نصیحت تو بہت کرنا ہو
حیف دل کا ہی نصیحت کے نہ قابل ہنا
یکوں کہیں یہ تو نہ کر اسکو نہ پی اس بل
عقل سے چاہیے خود ہی تجھے غافل ہنا
ہو ہر اک برگ خزانہ نیر احوال عجیب
لئے عبرت نہ کسی سے ہو یہ غافل رہنا
دوست کی راہ ہو دشوار تو آسان بھی ہے
چاہیے اس میں ذرا واقف منزل رہنا
غم دیکھا میں عبث صرت نہ کہ نقد حیات
تا کجا وقف غم و غصہ باطل رہنا
نخت یاد رہیں جو فطرت کو کئی تباہیں
صید دام بت مطبوع شامل رہنا

نور خدا نہایت آئینہ مجردی

نور خدا نہایت آئینہ مجردی
دیکھ ہمارے طور کو طالب عشق شہری

اب بناوے آگ کو معجزہ حسد ہی
 قال رسول ربنا ما انا قط بن آدمی
 بھول گئی کیا آیہ فی عہد مسترد ہی
 اہل چین تجھے امام کر کے نہیں گے متفرد ہی
 غفل کی راہ چلے اگر جی سے نکال دے خود ہی
 شرم تعلقوں سے کر رہی حسد ہی

جام دے ایک، جھجھک کر نام مرے گنہ کالے
 شعبہ بازیوں کو چھوڑا، مان نہیں ہیں یہ روا
 کھینچے یوں جو بالعمد مجھ پہ اٹھائی تیغ کیں
 با این جہال دکر و فرسے چین تو کر گزیر
 نقش خود می سے لوح دل دھوئے ثروت دیر کر
 ہیں دلِ باں تو حافظا بستم دام آرزو

نوش کن جام شراب یک منی

غم کو نگہ لال ہیرے کی کنی
 خم کی صورت کب تک گم خم و نی
 بھول جائے تجھ کو سب نیا منی
 زہد و تقویٰ سب کی کر گردن زنی
 جملہ رنگ مینری و تر و امنی
 پائے جانا میں ہی ہو لگنی

پی بھی جا جام شراب یک منی
 دل کشا وہ چاہئے مثل قدح
 پی کے جام بخود ہی سے ایک طل
 باندھ پہیلے سے پیاں مردوار
 خاک بن قدموں کی کیا مانند بر
 اٹھ دکھا کوشش تو حافظ کی طرح

ہزار جہد بکرم کہ یار من باستی

قرا ز بخش دل بے قرار ہو میرا
 شب ایک انیس دل فکسار ہو میرا
 انیس خاطر امتداد ہو میرا
 بجائے آسک و ان بکسار ہو میرا
 وہاں وہ سیر چین میں نگار ہو میرا

کے ہزار جتن تاکہ یار ہو میرا
 دن ایک آئے مرے کلمہ حزیں میں مگر
 چراغ دید و شب زندہ دار میرا بنے
 کسی تو رات یہ دیکھوں میں اپنی آنکھوں سے
 پھر جہاں بت غنائی والے ہاتھ میں ہا

جہاں غلاموں پہ نازاں ملاحتوں کے دھنی
خودال غہر مرا صید نازاں بن جائے
تو کس عشق کے انوکھے غول ہوا ہر دل
جو تین یو سے دولت برے مقرر ہیں
ہوں گرچہ حافظ شہزاد کی گشتے از ران تہل
وہ اُس سجہ میں خلود نگار ہو میرا
ہر ن جو تجھ سا کسی دن سکار ہو میرا
بتا دوں تجھ کو اگر راز دار ہو میرا
اگر ادا نہ کیے قرض دار ہو میرا
اگر نہ لطف و کرم اس کا یار ہو میرا

ہو خواہ تو ام جاناں میدانم کہ می دانی

ہو خواہی مری جاناں میں جاناں نے بھی جانی
فرشتہ سجدہ آدم میں میت تیری رکھتے تھے
خیم زلف اب ترا نام خدا مجموعہ دل ہے
دور از نفوں کو لہر دے کہ صوفی رقص میں آئے
کشاو کار نشا قاف ہے دل بندی میں برد کی
نسیم عطر خواں میں بھی کیا آنکھوں کی ٹھنڈک ہو
مقامت گر یہ راز عاشق و معشوق کیا سمجھے
رفیقوں سے بگڑ جانا خلاف کار دانی ہے
توقع ہے یہ طالع سے کہ کھوپوں گا کمر تیری
درینا عیش شب بیداریوں کے کھوئے نیند میں
فریب خیمبر کاکل میں حافظ دل نہ چھن جائے
کہ بے لکھے پڑھے بھی ہر حقیقت تو نے پہچانی
کہ تیرے حُسن میں دیکھا تھا کچھ مافوق انسانی
نہ اس محبوبے کو یارب ہو آسیب پریشانی
جھڑپ بت آستینوں سے کہ جبست افشانی
گرہ سے صاف رکھ شد ایک لمحہ تویشانی !
نہ ہو اس قوم کو یارب کبھی رنج پریشانی
وہ کیا دیکھے گانا بینا خصوصاً راز پنہانی
اٹھے دشواری منزل بریاد و عہد آسانی
گر آزر وہ اس مسکین سے ہونے کی نہیں مانی
سمجھتے قدر و حال لے لے کہ فرقت بھی ہویشانی
یہ ایک اقبال نامکن کی ہے زنجیر کھڑکانی !

ملنے کا پتہ

کتب خانہ انجمن ترقی اردو { حیدر آباد دکن
شمس المطابع قانونی بک ڈپو

خواجہ بک ڈپو دہلی

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

محمد سعید صاحب تاجر کتب سندریہ ٹی کلکتہ

مذیر احمد صاحب ایجنٹ تاج کمپنی بمبئی

محمد حنیف صاحب تاجر کتب اجمیر شریف

مولانا حسرت موہانی کان پور

یونیورسٹی بک ڈپو علی گڑھ